

حیدر علی

[illegible]

१५३

اتباع سنت نبوی اور ترک تقلید شخصی

طریق محمدی

تالیف

خطیب الہند مولانا محمد صاحب محدث جونا گڑھی

تقریظ

فضیلۃ الشیخ صفی الرحمن مبارک پوری
امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

تحقیق و تعلیق

مولانا حافظ عبداللطیف اثری حفظہ اللہ
استاذ حدیث و فقہ جامعہ عالیہ عربیہ، ممبئی

اہل حدیث اکیڈمی مونا تھ بھجن - یو. پی.

فہرست

۳۳	۱۹	حب نبوی اور اس کی علامت	حمد و نعت
۳۳	۱۹	خلاف سنت پر وعید	دین کا کامل ہونا
۳۵	۱۹	ممانعت تقلید کی آیتیں	وصیت رسول
۳۶	۲۱	تقلید اتباع سنت کی روک ہے	خیر القرون
۳۷	۲۱	مقلدین سے مناظرانہ گفتگو	انبیاء کو طاعت محمدی کا حکم
۳۹	۲۲	تقلید کے خلاف فرمان رسول	قرآن کا امام ہونا
۳۹	۲۳	تقلید کے خلاف فرمان صحابہ	ایجاد تقلید
۴۱	۲۳	ایک تہمت کا ازالہ	چار مصلوہ کی ایجاد
۴۲	۲۴	حضرت عمر کا واقعہ	محمدی لقب کا ثبوت
۴۵	۲۵	تقلید پر وعید	اہل حدیث لقب کا ثبوت
۴۵	۲۶	مقلدین سے مناظرہ	رائے کی مذمت
۴۷	۲۷	امام ابو حنیفہ کا فرمان	چاروں مذہبوں کے متعلق فرمان
۴۸	۲۸	مقلدین کی غیر مقلدی	یہود و نصاریٰ میں تقلید
۴۸	۳۰	مقلدین سے چند سوالات	سنت پر عمل کرنے کی فضیلت
۵۰	۳۱	مقلدین کے جوابوں کے	مسلم کی ابتدا انتہا
۵۱	۳۲	رد تقلید کی حدیث	خلاف رسول پر وعید

نام کتاب: طریق محمدی

نام مؤلف: مولانا محمد صاحب محدث جونا گڑھی

تحقیق و تعلیق: مولانا عبداللطیف اثری

سن طباعت سوم: جولائی ۲۰۰۸ء

کمپوزنگ: رحمان کمپیوٹر

ناشر: اہل حدیث اکیڈمی منٹو تھ بھنجن۔

صفحات: 304

قیمت: ₹130.00

ملنے کے پتے

فہم ربک سنہ ۱۴۲۸ھ

ریحان مارکیٹ دھوبیا اہلی روڈ، صدر چوک، منٹو

مکتبہ ترجمان، اہل حدیث منزل جامع مسجد دہلی

الکتاب انٹرنیشنل مرادی روڈ ٹلہ ہاؤس جامعہ نگر دہلی

چارمینار بک سینٹر۔ چارمینار مسجد، شیواجی نگر، بنگلور۔

الاکٹر بک سینٹر۔ پرانی حویلی، حیدرآباد۔

۷۷	صاحب ہدایہ کی کتاب تجنیس	۵۳	شافعی اور محمدی
۷۸	پچھلے حنفیوں کے فتوے	۵۴	تقلید کا شرک ہونا
۷۹	ایک ایک مسئلہ میں امام	۵۵	حدیث کے ہوتے ہوئے.....
۸۰	امام صاحب کار جوع	۵۶	صحابہ وغیرہ کے ایسے واقعات
۸۱	رد تقلید میں امام مالک کے اقوال	۶۰	حنفیوں کے خلاف حدیث مسائل
۸۲	امام احمد کے اقوال	۶۲	رائے کار گڑا
۸۲	امام شافعی کے اقوال	۶۴	اہل حدیث کا مذہب
۸۵	امام ابو حنیفہ کے اقوال	۶۵	امام ابو حنیفہ کی برات
۹۳	امام کے شاگردوں کے اقوال	۶۶	امام صاحب کا فرمان
۹۴	اجتہاد میں غلطی ممکن ہے	۶۷	منصب رسالت
۹۴	حدیث کا امام صاحب کو نہ پہنچنا	۶۸	مذہب میں احتمال خطا
۹۵	حضرت عمر کے دس فتوے	۶۹	حنفی بننے کی ممانعت حدیث سے
۹۹	حضرت عمر کے مناقب علمی	۷۰	رسول اللہ کی رائے شریعت نہیں
۱۰۰	امام صاحب کا معصوم نہ ہونا	۷۲	مذمت رائے قیاس
۱۰۲	حنفی مذہب کے خلاف حدیث	۷۴	قرآن و حدیث میں دین کی تکمیل
۱۰۷	رسول خدا کی شکایت	۷۶	امام صاحب کی مسائل سے لاعلمی

۱۲۸	صحابہ کی روش	۱۰۸	مقلدین کا افسوس
۱۲۹	فرقہ ناجیہ بزبان رسول	۱۰۸	اتباع سنت نبوی کا حکم آیات سے
۱۲۹	سب سے بدتر فرقہ	۱۱۰	تقلید نہ کرنے والوں کی فضیلت
۱۳۰	صحابہ میں تقلید نہ تھی	۱۱۱	رسول اللہ ﷺ کی وصیت
۱۳۰	مقلدین سے ایک اہم سوال	۱۱۲	رسول کی زبانی حرمت تقلید
۱۳۱	مقلدین کا ایک حدیث کے.....	۱۱۲	صحابہ کی زبانی حرمت تقلید
۱۳۳	ایسی ہی دوسری حدیث	۱۱۳	فقہ کی کتابوں سے ممانعت
۱۳۳	حدیثیں جن پر حنفی کا عمل نہیں	۱۱۴	اہل حدیث کی برات
۱۳۶	حضرت عمر کا ایک واقعہ	۱۱۵	شاہ ولی اللہ کی وصیت
۱۳۷	حنفیوں کا ایک حدیث کے.....	۱۱۶	مقلدوں کا غیر مقلد ہونا
۱۳۸	ایسی ہی ایک اور حدیث	۱۱۷	حنفی لقب کی مذمت
۱۳۹	حنفی مذہب کا خلاف حدیث	۱۱۸	اصول فقہ کی تردید
۱۴۱	عمر کا ابوبکر سے اختلاف	۱۲۰	عظمت حدیث
۱۴۲	ابو حنیفہ بیس گذرے ہیں	۱۲۱	حدیث و قرآن کا تعلق
۱۴۴	امام اعظم لقب بھی اوروں کا ہے	۱۲۱	حنفیوں کا اپنے اصول کو توڑنا
۱۴۵	اختلافات صحابہ کے فیصلے	۱۲۲	حدیث تفسیر قرآن ہے
۱۴۶	زمانہ ابوبکر کے ایسے واقعات	۱۲۳	حدیث کے مسائل مع قرآن
۱۴۷	خلافت فاروقی کے ایسے واقعات	۱۲۷	منافقوں کی خصلت

۱۶۲	حدیث وفق کی ایک عجیب مثال	۱۴۸	خلافت عثمانی کے ایسے واقعات
۱۶۳	حدیث کی ۴ صورتیں فقہ کی ۲۱	۱۴۸	خلافت علی کے ایسے واقعات
۱۷۰	قرآن وحدیث محفوظ ہیں	۱۴۹	ان زمانوں کے بعد کی روش
۱۷۱	انہی پر عمل کی امت مکلف ہے	۱۴۹	تابعین میں بھی یہی روش رہی
۱۷۲	امام مالک کا واقعہ	۱۵۰	ائمہ بھی اسی پر عامل رہے
۱۷۲	امام شافعی کا واقعہ	۱۵۱	رد تقلید کے اقوال
۱۷۳	عالم کسی خاص مذہب کا پابند نہیں	۱۵۲	حنفی فقہاء کے اقوال رد تقلید میں
۱۷۳	خواہش پرستی	۱۵۳	تقلید میں دنیا کی بھی خرابی ہے
۱۷۴	اس کے متعلق آٹھ آیتیں	۱۵۴	مخالف سنت کا فر ہے
۱۷۶	حنفی کے خلاف حدیث مسائل	۱۵۵	رد تقلید میں بزرگوں کے اقوال
۱۷۸	ایسے ہی مسائل	۱۵۶	حنفی بھی اپنے امام کے خلاف
۱۸۱	تقلید کسے کہتے ہیں	۱۵۷	حنفی شافعی بنیادین میں نہیں
۱۸۱	مقلد چاروں شرعی دلیلوں سے	۱۵۸	پیران پیر کی نصیحت
۱۸۴	حنفی شافعی بن جائے تو اسے مارو	۱۶۰	چاروں اماموں کے تولد و وفات
۱۸۵	امام صاحب سے حنفیوں کی لڑائی	۱۶۱	پہلی صدی کا تقلید سے خالی ہونا
۱۸۶	ان کے شاگردوں کی غیر مقلدی	۱۶۱	خیر القرون میں تقلید نہ تھی
۱۸۷	حنفیوں کی خلاف امام دوسروں	۱۶۲	اس وقت سب حدیث و قرآن

۲۰۷	حنفی محمدی کا فرق	۱۸۸	ابو یوسف اور امام شافعی کا مناظرہ
۲۰۷	کتب فقہ میں غیروں کے اقوال	۱۸۸	امام شافعی کی دلیلیں
۲۰۸	فقہ حنفی میں معتزلہ کے مسائل	۱۹۰	امام ابو یوسف کا رجوع
۲۱۰	حنفی لاکھوں کی تقلید کرتے ہیں	۱۹۱	امام صاحب کے شاگردوں کی
۲۱۳	کتب فقہ میں لاکھوں کے اقوال	۱۹۳	موطامح کے خلاف امام مسائل
۲۱۳	آج کل کے علماء بھی مفتی ہیں	۱۹۵	حنفی چاروں مذہب کو برحق ---
۲۱۳	کتب فقہ کی نسبت امام شافعی	۱۹۶	امام صاحب کے وہ مسائل
۲۱۴	حنفیوں کے عجیب مسائل	۱۹۷	حنفیوں کا دوسرے مذہب پر عمل
۲۱۴	مسواک کے ایسے مسائل	۱۹۸	حنفیوں کا امام صاحب اور
۲۱۵	پاکی کے مسائل	۲۰۰	حنفیوں کا تقلید کے خلاف اصول
۲۱۷	سورج چاند کی عظمت	۲۰۲	ابو حنیفہ کے نزدیک عقیقہ مکروہ
۲۱۷	حلال و حرام کا ایسا ہی مسئلہ	۲۰۴	امام اور ان کے شاگرد کے خلاف
۲۱۸	نماز کا ایسا مسئلہ	۲۰۵	شش عید کے روزے امام
۲۱۹	روزے کے ایسے ہی مسائل	۲۰۶	حنفیوں کا چاروں مذہبوں کے
۲۲۱	عورتوں کی حلت و حرمت	۲۰۶	اور چاروں مذہبوں کے
۲۲۱	مجبور حنفی بھی ماخوذ ہے	۲۰۶	حنفی ہونا بھی تقلید کے خلاف ہے

۲۲۵	ایسی ہی صورتوں کا بیان	۲۲۵	اس تعارض کی مثالیں
۲۲۹	ایسی ہی پانچ صورتیں اور	۲۵۰	ان مسائل پر گہری نظر
۲۳۱	حنفی مذہب کے حیلے	۲۵۱	ایک مسئلہ میں سات قول
۲۳۳	امامان دین و مجتہدین معذور ہیں	۲۵۲	حنفیوں کے ہاں رائے کی.....
۲۳۵	مقلد اہل سنت والجماعت نہیں	۲۵۳	ایسے مسائل کا نمونہ
۲۳۶	اہل سنت والجماعت کون ہیں	۲۶۱	اہل حدیث کا طرز عمل
۲۳۷	اس کا بیان حدیث و صحابہ سے	۲۶۲	چاروں خلفاء کے اقوال
۲۳۸	رائے قیاس کی مذمت	۲۶۴	قرآن اور امام سے اس کا ثبوت
۲۳۹	مقلد کون ہیں اور کیا ہیں	۲۶۶	امام صاحب کا قیاس میں.....
۲۴۰	تردید تقلید کے اقوال بزرگاں	۲۶۶	امام صاحب امام اہل رائے تھے
۲۴۰	کتب فقہ پر عمل نہ کرنے کا فرمان	۲۶۷	امام صاحب کو حدیثوں کا کم ملنا
۲۴۱	تقلید کی تردید میں علماء کے اقوال	۲۶۸	امام زفر کا فرمان
۲۴۳	یہودیوں سے مشابہت	۲۶۸	حق والوں کی قلت
۲۴۴	امام صاحب اور ان..... اقوال	۲۷۰	ابن عمر سے رائے کی ممانعت
۲۴۴	امام احمد بن حنبل کا ایک عجیب واقعہ	۲۷۱	رد تقلید کی ایک اور دلیل
۲۴۵	تقلید کی تردید کے اقوال بزرگاں	۲۷۲	امام صاحب کی والدہ بھی غیر مقلد
۲۴۶	حنفیوں کا حدیث پر اعتراض	۲۷۲	اصلی حقیقت بھی حدیث پر عمل ہے
۲۷۳	امام صاحب کے اقوال میں تعارض	۲۷۳	امام صاحب کے سچے ماننے

۲۷۴	دلیل تقلید کی ایک آیت کا جواب	۲۸۵	قرآن و حدیث میں سب کچھ ہے
۲۷۴	فاسلو اہل الذکر کا اصلی مطلب	۲۸۶	امام جعفر کی نصیحت امام ابوحنیفہ کو
۲۷۶	اسی آیت سے تقلید کی تردید	۲۸۷	اولی الامر نے بھی تقلید سے روکا
۲۷۸	دلیل تقلید کی دوسری آیت کا جواب	۲۸۹	مقصد مصنف
۲۷۸	اولی الامر کی اطاعت مقید ہے	۲۸۹	عقیدہ مصنف
۲۷۹	اسی آیت سے تقلید کی تردید	۲۹۰	تقلید کا آخری فیصلہ
۲۸۱	خلفاء اربعہ کی بھی تقلید نہیں ہوئی	۲۹۱	دعا
۲۸۲	اس آیت کے بعد کی آیتیں		
۲۸۳	ایک مثال		
۲۸۴	اختلافی مسائل میں تقلید کفر ہے		

سیف محمدی

تالیف: مولانا محمد صاحب جو ناگڈھی رحمۃ اللہ علیہ

مراجعة و حواشی: مولانا حافظ ابوسہیل انصاری حفظہ اللہ

جس میں حنفی مذہب کا برہنہ فوٹو دکھانے کے لئے فقہ کی نہایت ہی معتبر اور مشہور کتابوں سے تقریباً چھ سو مسائل نقل کئے گئے ہیں جو نہایت ہی گندے، گھناؤنے، مکروہ، حیا سوز، شرم شکن اور خلاف قرآن و حدیث ہیں نیز ہر مسئلہ میں حنفی بھائیوں کی جتنی دلیلیں تھیں وہ بیان کر دی گئی ہیں اور پھر ان کے نہایت ہی ٹھوس اور سنجیدہ جواب دیئے گئے ہیں، کتاب اتنے دلچسپ انداز میں لکھی گئی ہے کہ پوری کتاب آپ پڑھے بغیر ہاتھ سے نہیں رکھیں گے، سنجیدہ اور باشعور شخص جب بھی اس کا مطالعہ کرے گا تو وہ فقہ حنفی کو چھوڑ کر کتاب و سنت پر عمل پیرا ہو جائے گا۔

۲۲۵	اسی بیس صورتوں کا بیان	۲۲۵	اس تعارض کی مثالیں
۲۲۹	ایسی ہی پانچ صورتیں اور	۲۵۰	ان مسائل پر گہری نظر
۲۳۱	حنفی مذہب کے حیلے	۲۵۱	ایک مسئلہ میں سات قول
۲۳۳	امامان دین و مجتہدین معذور ہیں	۲۵۲	حنفیوں کے ہاں رائے کی.....
۲۳۵	مقلد اہل سنت والجماعت نہیں	۲۵۳	ایسے مسائل کا نمونہ
۲۳۶	اہل سنت والجماعت کون ہیں	۲۶۱	اہل حدیث کا طرز عمل
۲۳۷	اس کا بیان حدیث و صحابہ سے	۲۶۲	چاروں خلفاء کے اقوال
۲۳۸	رائے قیاس کی مذمت	۲۶۴	قرآن اور امام سے اس کا ثبوت
۲۳۹	مقلد کون ہیں اور کیا ہیں	۲۶۶	امام صاحب کا قیاس میں.....
۲۴۰	تردید تقلید کے اقوال بزرگاں	۲۶۶	امام صاحب امام اہل رائے تھے
۲۴۰	کتب فقہ پر عمل نہ کرنے کا فرمان	۲۶۷	امام صاحب کو حدیثوں کا کم ملنا
۲۴۱	تقلید کی تردید میں علماء کے اقوال	۲۶۸	امام زفر کا فرمان
۲۴۳	یہودیوں سے مشابہت	۲۶۸	حق والوں کی قلت
۲۴۴	امام صاحب اور ان..... اقوال	۲۷۰	ابن عمر سے رائے کی ممانعت
۲۴۴	امام احمد بن حنبل کا ایک عجیب واقعہ	۲۷۱	رد تقلید کی ایک اور دلیل
۲۴۵	تقلید کی تردید کے اقوال بزرگاں	۲۷۲	امام صاحب کی والدہ بھی غیر مقلد
۲۴۶	حنفیوں کا حدیث پر اعتراض	۲۷۲	اصلی حقیقت بھی حدیث پر عمل ہے
۲۴۷	امام صاحب کے اقوال میں تعارض	۲۷۳	امام صاحب کے سچے ماننے

۲۷۴	دلیل تقلید کی ایک آیت کا جواب	۲۸۵	قرآن وحدیث میں سب کچھ ہے
۲۷۴	فاسلو اہل الذکر کا اصلی مطلب	۲۸۶	امام جعفر کی نصیحت امام ابوحنیفہ کو
۲۷۶	اسی آیت سے تقلید کی تردید	۲۸۷	اولی الامر نے بھی تقلید سے روکا
۲۷۸	دلیل تقلید کی دوسری آیت کا جواب	۲۸۹	مقصد مصنف
۲۷۸	اولی الامر کی اطاعت مقید ہے	۲۸۹	عقیدہ مصنف
۲۷۹	اسی آیت سے تقلید کی تردید	۲۹۰	تقلید کا آخری فیصلہ
۲۸۱	خلفاء اربعہ کی بھی تقلید نہیں ہوئی	۲۹۱	دعا
۲۸۲	اس آیت کے بعد کی آیتیں		
۲۸۳	ایک مثال		
۲۸۴	اختلافی مسائل میں تقلید کفر ہے		

سیف محمدی

تالیف: مولانا محمد صاحب جو ناگڈھی رحمۃ اللہ علیہ

مراجعة و حواشی: مولانا حافظ ابوسہیل انصاری حفظہ اللہ

جس میں حنفی مذہب کا برہنہ فوٹو دکھانے کے لئے فقہ کی نہایت ہی معتبر اور مشہور کتابوں سے تقریباً چھ سو مسائل نقل کئے گئے ہیں جو نہایت ہی گندے، گھناؤنے، مکروہ، حیا سوز، شرم شکن اور خلاف قرآن وحدیث ہیں نیز ہر مسئلہ میں حنفی بھائیوں کی جتنی دلیلیں تھیں وہ بیان کر دی گئی ہیں اور پھر ان کے نہایت ہی ٹھوس اور سنجیدہ جواب دیئے گئے ہیں، کتاب اتنے دلچسپ انداز میں لکھی گئی ہے کہ پوری کتاب آپ پڑھے بغیر ہاتھ سے نہیں رکھیں گے، سنجیدہ اور باشعور شخص جب بھی اس کا مطالعہ کرے گا تو وہ فقہ حنفی کو چھوڑ کر کتاب وسنت پر عمل پیرا ہو جائے گا۔

ملاحظات

طریق محمدی، طبع دوم، اڈیشن ۲۰۰۱ء

☆ طریق محمدی کا یہ دوسرا اڈیشن پہلے اڈیشن سے کئی حیثیتوں سے ممتاز اور بہتر ہے۔

☆ پہلے اڈیشن کی کتابت "ان بیج 1.6" میں تھی جبکہ موجودہ اڈیشن کی کتابت "ان بیج پر مشتمل 2000" میں ہے،

☆ موجودہ اڈیشن میں حروف اور سطروں کی مناسب سیٹنگ کی وجہ سے کتابت پہلے سے زیادہ بہتر ہے۔

☆ پہلے اڈیشن میں صفحات کی مجموعی تعداد ۳۳۶ تھی جبکہ موجودہ اڈیشن میں صفحات کی مجموعی تعداد ۳۰۴ ہے۔

☆ موجودہ اور پہلے اڈیشن میں متن اور حواشی دونوں ایک ہی ہیں ان میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی ہے۔

☆ قارئین سے گزارش ہے کہ جب طریق محمدی کے موجودہ نسخہ کا حوالہ دیں تو "اڈیشن ۲۰۰۱ء" کی وضاحت کریں تاکہ حوالہ تلاش کرنے والے کو درست نتائج مل سکیں۔

☆ موجودہ اڈیشن کو ہر طرح سے سنوارنے اور خامیوں سے بچانے کی حتی المقدور کوشش کی گئی ہے، پھر بھی غلطی کا امکان باقی ہے، قارئین سے گزارش ہے کہ اگر کہیں غلطی نظر آجائے تو ہمیں مطلع فرمائیں، ہم آپ کے بے حد شکر گزار ہوں گے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عرض ناشر

الہمدیٹ اکیڈمی منو نے عبقری زماں، ترجمان القرآن والہ خطیب الہند مولانا محمد صاحب جو ناگدھی رحمہ اللہ کی تصنیفات، ”محمدیات“ کی از سر نو طباعت کا جو سلسلہ شروع کیا ہے، زیر نظر کتاب ”طریق محمدی“ اسی سلسلے کی تیسری کڑی ہے، اس سے قبل دو کتابیں ”سیف محمدی“ و ”ارشاد محمدی“ زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔

یہ کتاب (طریق محمدی) مولانا مرحوم کی وہ معرکہ الآراء و انقلابی تصنیف ہے جس نے قصر محمدی پر ہونے والے تقلیدی حملوں کا بھرپور دفاع ہی نہیں کیا ہے بلکہ اس نے ایوان تقلید کی اینٹ سے اینٹ بجادی ہے، اس کا ایک ایک حرف اتباع سنت نبوی کی تائید و حمایت میں ڈوبا ہوا اور تردید تقلید شخصی کے قوی دلائل سے مزین ہے، مراجعہ و حواشی کا کام جماعت کے مشہور صاحب علم اور صاحب نظر عالم دین مولانا حافظ ابوسہیل انصاری کی مرہون منت ہے جن کی تحقیق کردہ کتابوں کی اہمیت و افادیت کا اقرار علمی حلقوں نے بڑی فراخ دلی کے ساتھ کیا ہے اور ان کتابوں کو غیر معمولی پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔

”طریق محمدی“ پر جب مراجعہ و حواشی کا کام مکمل ہو گیا تو ہم نے عالم اسلام کے چوٹی کے عالم اور سیرت نبوی ﷺ پر بین الاقوامی ایوارڈ یافتہ کتاب ”الرحیق المختوم“ کے مصنف علامہ صفی الرحمن المبارک کفوری حفظہ اللہ امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے درخواست کی کہ اس کتاب پر تقریظ لکھ دیں، امیر محترم نے اپنی بے پناہ علمی، دینی جماعتی اور ملی مشغولیوں کے باوجود ہماری معمولی درخواست پر ایک غیر معمولی، دقیق اور جامع تقریظ لکھی جس کے ہم بے حد شکر گزار ہیں۔

کتابت و طباعت میں انتہائی احتیاط سے کام لیا گیا ہے پھر بھی غلطی اور تسامحات انسان کا خاصہ ہیں، غلطی کی نشاندہی، جائز تنقید اور نیک مشورے کا خیر مقدم ہے۔

اخیر میں ہم امیر جماعت علامہ صفی الرحمن المبارک کفوری صاحب حفظہ اللہ اور محشی کتاب مولانا حافظ ابوسہیل انصاری صاحب حفظہ اللہ اور اہل حدیث اکیڈمی کے جملہ رفقاء کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جن کے تعاون، نیک مشورے اور بے پناہ ہمدردیوں کے باعث سلسلہ ”محمدیات“ کا یہ عظیم اور نادر تحفہ سچ دھج کر آپ تک پہنچ رہا ہے۔

دعاؤں میں یاد رکھئے گا۔

خادم کتاب و سنت

جوہر انصاری

۲۰۰۰/۲/۲۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله و

صحابه ومن والاه۔ انا محمد

مولانا محمد صاحب جو ناگزیر رحمت اللہ علیہ ہندوستان کے اندر دعوت کتاب و سنت کی ماضی قریب کی تاریخ میں ایک ناوردہ روزگار شخصیت گذرے ہیں، آپ نے زبان و قلم کی قوت سے خالص کتاب و سنت کی دعوت دینے، ان کی اہمیت و حیثیت اجاگر کرنے، اور مردہ فقر و قنواؤں کے اندر موجود بے اعتدالیوں اور غرافات کی تکمیل اور ان کا رد کرنے میں انتہائی جرأت و بے باکی کے ساتھ وہاں کمال اور شاندار کارنامے انجام دے دیے ہیں جو صدیوں پر صدیاں بیت جانے کے باوجود کم ہی کسی کے حصہ نصیب میں آتے ہیں۔

عمر با در کعبہ و بت خانہ فی ثانیہ حیات

تا زہرہ عشق یک دانائے ناز آید برون

آپ کی کاوش قلم اور زور بیاں سے صد ہا دلوں کے رنگ پھولے، ہزار ہا ہزار کم کشمکشوں کو راتوں رات ہدایت پائی اور کتنے ہی پاؤں کو اللہ تعالیٰ کی جگہ نہایت و بھلائی حاصل ہوئی، حق یہ ہے کہ اللہ اور رسول کے دین کے اس بے لوث خادم نے خدمت کا حق ادا کر دیا اور تھوڑی سی عمر میں وہ وہاں بہت کارنامے انجام دیے جن کے لئے لمبی عمریں نا کافی ہوا کرتی ہیں۔

کتاب ”طریق محمدی“ مولانا محمد صاحب کا ایسا ہی ایک شاہکار ہے آپ نے اس میں کتاب و سنت کے ساتھ محکم اور ترک تقلید پر نہایت ہی قائلانہ اور شاندار نگاہ کی ہے کتاب و سنت کے اصول، عقائد، نظام اور صحابہ کرام کے

ارشادات، تابعین و تبع تابعین، محدثین و مجتہدین، مائتہ دین اور ان کے متوسلین اور اولیاء اللہ اور بزرگان دین کے فرمودات اور خود لفظی کتابوں کے حوالیات سے اس قدر پر زور و دلائل و براہین جمع کر دئے ہیں اور ان کی ایسی شرح و توضیح کر دی ہے کہ وہ قائل دید و شنید اور تجرید و تقلید و لوگوں کے لئے شفا کے مہم ہے، فجزاہ اللہ عنا و عن الاسلام و المسلمین خیر الجزاء۔

مولانا محمد صاحب کی تصانیف محمدیات کے نام سے معروف ہوئیں، اور آپ کی زندگی ہی میں متحدہ ہندوستان کے طول و عرض میں پھیل پھیل کر منار و رشاد و ہدایت ثابت ہوئیں۔ لیکن ہندوستان کے آزاد ہوتے ہی اچانک حالات نے ایسی کرکٹ لی کہ سارا کام ٹپٹ ہو کر رہ گیا۔ پھر حالات بد جا ہوئے۔ آپ کی تصانیف کو بند کرنے کی ضرورت بھی محسوس ہوئی۔ اور کسی کسی نے کچھ کام کیا بھی لیکن غیر حاکم اور غیر موثر۔ اللہ کا شکر ہے کہ اب الحمد للہ اکیڈمی منو نے نہایت عظیم انداز سے اس عظیم و قیمتی کے بعد آپ کی ان تصانیف کو منظر عام پر لانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور بکے بعد دیگرے متحدہ کتابیں شائع بھی کر دی ہیں۔ لہذا ہم اس بار ان اہل حدیث اکیڈمی کو ہدیہ ”حمین و تحریک پیش کرتے ہیں اور رب عظیم سے دعا گو ہیں کہ انہیں اس کام کی اور ہر کار خیر کی توفیق ارزانی کرے۔ اللہ ولی ذلک و القادر علیہ و صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و ہارک و مسلم۔

حمین آباد مبارک پور صفی الرحمن (سبارنگوری)

۲۰/ربیع الآخر ۱۴۲۰ھ (امیر مرکزی جمعیتہ احمدیہ)

اپنی بات

تقریباً تین سال پہلے کی بات ہے میرے ایک عزیز مولانا محمد صاحب جو ناگڈھی رحمہ اللہ کی ایک کتاب لے کر میرے پاس آئے اور اس کی طباعت کا عزم ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ اس کتاب کے حوالے جدید طبع شدہ کتابوں سے مرتب کر دیں، عزیز موصوف کی نوعمری اور ان کے محدود مختصر کاروبار کے پیش نظر مجھے یقین تو نہیں آیا کہ وہ اس بڑے کام کے متحمل ہو سکتے ہیں۔ لیکن ان کی دلجوئی کے لئے کتاب کو رکھ لیا، تھوڑے دنوں کے بعد عزیز موصوف اپنے عزیز کے ساتھ دوبارہ وارد ہوئے اور یہ جاننا چاہا کہ کام کی رفتار کیا ہے اور اب تک کتنا کام ہوا ہے، میں ان کے جذبہ و شوق اور اسلاف کے علمی کارناموں کو زندہ رکھنے کا عزم جواں اور ان کی بیدار مغزی پر متحیر تو ہوا ہی مگر بے حد مسرت بھی ہوئی اور ان کے اس عزم و شوق کی تکمیل میں ہاتھ بٹانے کا پختہ وعدہ کر لیا۔

اتفاق سے انہیں دنوں یہاں مسلکی تشدد پھوٹ پڑا اور اس میں اتنی شدت آئی کہ فقہ و اصول فقہ کے خود ساختہ اصول و مسائل کے پرچہ زلف و گیسو درست کرنے والے مفتی و شیخ الحدیث کے خوشنالیبل کے ساتھ خم ٹھونک کر میدان میں کود پڑے اور حدیث کے استہزاء و مذاق سے اپنی دوکان کا افتتاح کر دیا، اور اپنے معتقدین کو فقہ کے منزل من اللہ ہونے کا یقین دلانے کے لئے مکاری کو بھی مات کر دیا، اہل حدیث علماء کی کتابوں کو خلاف کتاب و سنت اور فقہ کے مسائل کو عین قرآن و حدیث کے مطابق بتا کر اپنے کاروبار کو چمکالیا۔

ایسے حالات میں مولانا محمد صاحب جو ناگڈھی رحمہ اللہ کی تصنیف کردہ کتابوں ”محمدیات“ کی از سر نو طباعت کی ضرورت مجھے بھی شدت سے محسوس ہوئی کیونکہ جس

دلسوزی، محبت، خلوص اور داعیانہ و مومنانہ انداز میں یہ کتابیں لکھی گئی ہیں اس کی مثال کم ہی ملتی ہے، اس میں دلوں کو اپیل کرنے کی صلاحیت بھی ہے اور بے چین دلوں کے لئے راحت کا سامان بھی ہے۔

لیکن قدیم طبع کی کتابوں کی اسی طرز پر اشاعت اس اعتبار سے زیادہ مفید نہیں تھی کہ اس میں حوالے ان کتابوں سے درج کئے گئے ہیں جو مصر و بیروت میں چھپی تھیں اور اب ان میں سے اکثر ناپید نہیں تو کیا اب ضرور ہیں اور صرف لائبریریوں کی زینت ہیں، اور خطرہ یہ تھا کہ فریب پسند و حیلہ جو خفی علماء اپنے معتقدین کو یہ کہہ کر مطمئن کر دیں گے کہ یہ سب ہمارے اوپر الزام ہے کتاب میں مرقوم جلد و صفحہ میں ان باتوں کا وجود نہیں ہے۔

چنانچہ اسی داعیہ و ضرورت کے پیش نظر کام شروع ہوا اور تھوڑے ہی عرصہ میں سلسلہ محمدیات کی دو کتابیں، ارشاد محمدی (حنفیہ مقلدین کیلئے لمحہ فکریہ) و ”سیف محمدی“ (حنفی مذہب کا برہنہ فوٹو) جدید حوالجات سے مزین ہو کر منظر عام پر آ گئیں اور اب اسی سلسلے کی تیسری کڑی زیر نظر کتاب ”طریق محمدی“ بھی ہے، اس کتاب میں مصنف نے اتباع سنت نبوی کی اہمیت و فوائد پر سیر حاصل بحث کی ہے اور تقلید شخصی کے خلاف کتاب و سنت ہونے کے علاوہ دنیا ہی میں اس کے عظیم نقصانات کو بھی واضح کیا ہے اور بتایا ہے کہ احناف صحیح معنوں میں امام ابوحنفیہ کے مقلد نہیں ہیں۔ اور اگر بعض مسائل میں ہیں بھی تو ان کے ساتھ ہی ساتھ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں دیگر لوگوں کے بھی مقلد ہیں۔

میں نے اس کتاب میں آیات قرآنی پر اعراب کے ساتھ ساتھ آیت و سورہ کا نمبر بھی لکھا ہے تاکہ پڑھنے اور تلاش کرنے میں آسانی ہو، احادیث و اقوال کے پرانے حوالہ کو باقی رکھتے ہوئے جدید طبع شدہ کتابوں سے مع جلد و صفحہ حوالہ درج کیا ہے جہاں حوالہ موجود نہیں تھا وہاں پر نیا حوالہ لکھا ہے کتابت کی غلطیوں اور دوسرے

تسامحات کی تصحیح کی ہے، مصنف نے جہاں صرف ترجمہ پر اکتفا کیا ہے اگر ضرورت محسوس ہوئی ہے تو اصل عربی عبارت کو بھی نقل کیا ہے، جو کتابیں دستیاب نہیں ہو سکی ہیں ان میں موجود اقوال کو دوسری کتابوں سے نقل کر دیا ہے اور کہیں کہیں شواہد پر اکتفا کیا ہے جن احادیث و آیات، واقعات و اقوال اور مسائل فقہ کی جانب مصنف نے صرف اشارہ کیا ہے اس کو صراحت کے ساتھ لکھ دیا ہے، مقلدین جہاں جہاں سے کتاب و سنت کے مضبوط قلعہ میں دراندازی و نقب زنی کی سعی لا حاصل کر سکتے تھے وہاں مضبوط دلائل سے اس کے ارد گرد حصار کھینچ کر حفاظت کا مکمل انتظام کیا گیا ہے۔ فقہاء نے کسی مسئلہ میں اگر ضعیف، بے اصل حدیث سے استدلال کیا ہے تو اس کے ضعیف بے اصل ہونے کی جانب اشارہ کر دیا گیا ہے، علاوہ ازیں موضوع سے متعلق بہت سے مفید حواشی بھی کتاب کی زینت ہیں۔

توقع ہے کہ ارشاد محمدی و سیف محمدی کی طرح یہ کتاب بھی علمی و جماعتی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی اور احقاق حق کا فریضہ انجام دے گی۔

میں شکر گزار ہوں اپنے عزیز موصوف کا جنھوں نے باصرار مجھے اس کام کی رغبت دلائی اور اس سلسلے میں پیش آنے والے مسائل پیچیدگی اور مشکلات کو آسان بنانے میں ہر ممکن تعاون سے گریز نہیں کیا، ساتھ ہی ساتھ اہل حدیث اکیڈمی منو کے جملہ ذمہ داران کا بھی ممنون ہوں کہ انھوں نے اس علمی کتاب کی طباعت کا انتظام کیا

وماتوفیقی الا باللہ علیہ

(یومہیل انصاری)

20.2.2000

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام
علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

اول و آخر تو ہی ہے سب سے خلاق انام
پاک ہے بے مثل ہے بس ذات تیری لاکلام
سب سے آخر میں ہوئے پیغمبر آخر زماں
یا اللہ العالمین ان پر صلوٰۃ ان پر سلام

مسلمانو! یوں تو پروردگار عالم کی بے شمار نعمتیں ہمارے پاس ہیں، اور ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر اس کی رحمتیں ہم پر نازل ہوتی رہتی ہیں مگر ان سب میں بڑی نعمت اور اعلیٰ رحمت خاتم الانبیاء، برگزیدہ خدا، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ہم میں پیغمبر بنا کر بھیجنا اور آپ کے ہاتھ پر اپنے پسندیدہ دین کو پورا کرنا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (۱) یعنی اے مسلمانو! آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو میں نے پسند کر لیا۔ یہ آیت ۹ھ ذی الحجہ کے مہینہ میں میدان عرفات میں عرفہ کے دن نازل ہوئی اس کے بعد آپ صرف دو ماہ دنیا میں رہے اس عرصہ میں وحی تو آتی رہی لیکن احکام اسلامی نازل نہیں ہوئے آپ کی نبوت سے جو غرض تھی یعنی دین اسلام کو کامل مکمل کرنا جب وہ پوری ہو چکی تو حبیب خدا وہ پورا کامل اور غیر ناقص دین ہمیں سونپ کر واصل بخدا ہو گئے اور امت کو وصیت کر گئے کہ ”نُكْرِكْتُمْ فَيَكْمُ امْرِيْن لَنْ

تصلوا ما تمسکتہما بھما کتاب اللہ وسنة رسولہ“ (موطا امام مالک) (۱) یعنی میں تمہیں دو چیزیں ایسی سونپ چلا ہوں کہ جب تک انہیں مضبوط تھامے رہو گے ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوؤ گے ایک کتاب اللہ دوسری سنت رسول اللہ یعنی قرآن وحدیث، انہیں دو چیزوں پر دین اسلام کامل اور تمام ہوا۔ اختلاف امت جو آخری زمانے میں ہوگا اس کا نقشہ کھینچ کر آپ نے فرمایا کہ اس وقت برحق وہ جماعت ہوگی ”الذی انا علیہ الیوم واصحابی“ جو اس پر ہو جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں (شفاء قاضی عیاض جلد ۲ ص: ۱۰) (۲) پس جو قرآن وحدیث میں ہے، شریعت ہے۔

جو آگیا زباں پہ سخن ناز ہو گیا - تل جو پڑا جبیں پر وہ انداز ہو گیا
یہی دو چیزیں آپ امت کو عمل کے قابل بنا کر دنیا سے تشریف لے گئے، آپ کے انتقال کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس یہی دو چیزیں عمل کے لئے تھیں۔ تابعین اور تبع تابعین کا تعامل بھی انہی دو چیزوں پر رہا، خیر القرون والے انہی دو چیزوں کے مطابق اپنا عمل عقیدہ رکھتے تھے۔ نہ کسی تیسری چیز کی انہیں ضرورت محسوس ہوئی نہ کوئی تیسری چیز انہوں نے ایجاد کی، نہ کوئی تیسری چیز دین میں کھپ سکتی تھی، نہ کوئی تیسری چیز ان دو چیزوں کے مقابلہ میں آسکتی تھی، حجت تامہ اور دلیل مستقل صرف یہی دو چیزیں مانی جاتی تھیں،

(۱) موطا امام مالک (مکتبہ تھانوی دیوبند) النہی عن القول فی القدر

ص: ۳۶۳ - مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنة ص: ۳۱

(۲) پوری حدیث اس طرح ہے ”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال المتصمک بسنتی عند فساد امتی له اجر مائة شهید وقال ان بنی اسرائیل افسدوا علی الثنین وسبعین ملة وان امتی تفرق علی ثلاث وسبعین کلہا فی النار الا واحدة قالوا ومن ہم یارسول اللہ قال الذی انا علیہ الیوم واصحابی۔“

(شفاء قاضی عیاض ج ۲ ص: ۱۰ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان)

اور یہی دو چیزیں اس قابل بھی تھیں۔ ان تینوں زمانوں کی نسبت حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم“ (ترمذی) (۱) یعنی سب سے بہتر میرا زمانہ ہے اس کے بعد والا اس کے بعد، اور اس کے بعد والا تیسرے درجہ پر، صحابہ تابعین اور کل ائمہ دین عامل سنت تھے وہ سنت کے ہوتے ہوئے نہ تو کسی کے قول پر عمل کرتے تھے نہ اسے ٹولتے تھے بلکہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتے بھی نہ تھے وہ ”یک درگیر و محکم گیر“ کے عامل تھے فی الحقیقت تعلیم نبوی بھی یہی تھی، چنانچہ ارشاد ہے ”لو کان موسیٰ حیا ما وسعہ الا اتباعی“ (مسند احمد) (۲) یعنی آج اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی بجز میری تابعداری کے چارہ نہ تھا۔ دوسری حدیث میں ہے ”لو بدالکم موسیٰ واتبعتموہ وترکتونی لضللتکم عن سواء السبیل“ (دارمی) (۳) یعنی میری نبوت کے زمانے میں اگر موسیٰ علیہ السلام بھی

(۱) ترمذی ج ۲ ص: ۴۶ باب ماجاء فی القرن الثالث اور ص: ۵۶ ابواب الشهادات میں ”خیر القرون“ کے بجائے خیر الناس قرنی ہے۔ بخاری ج ۱ ص: ۵۱۳ باب فضائل اصحاب النبی ﷺ میں خیر امتی قرنی ثم الذین یلونہم اور بخاری ج ۱ ص: ۳۶۴ کتاب الشهادات کی ایک روایت میں خیر کم قرنی ہے۔ مسند احمد ج ۱ ص: ۴۱۷ میں ”خیر الناس اقرانی اور ابن ماجہ ج ۲ ص: ۹۱ کتاب الاحکام میں ”ای الناس خیر قال قرنی ثم الذین یلونہم“ کے الفاظ ہیں۔

(۲) مسند احمد ج ۳ ص: ۳۸۷ - ابن حبان بحوالہ کنز العمال ج ۱ ص: ۱۸۰ الاعتصام بالکتاب والسنة

(۳) پوری حدیث اس طرح ہے ان عمر بن الخطاب اتی رسول اللہ بنسخة من التوراة فقال یارسول اللہ هذه نسخة من التوراة فسکت فجعل یقرأ ووجه رسول اللہ ﷺ یتغیر فقال ابوبکر ثکلتک الثواکل ماتری بوجه رسول اللہ ﷺ فنظر عمر الی وجه رسول اللہ ﷺ فقال اعوذ باللہ من غضب اللہ ومن غضب رسولہ رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا فقال رسول اللہ ﷺ والذی نفس محمد بیدہ لو بدالکم موسیٰ فاتبعتموہ وترکتونی لضللتکم عن سواء السبیل ولو کان حیا واد رک نبوتی لا تبعنی (سنن دارمی ج ۱ ص: ۱۲۶ باب ما یتقی من تفسیر النبی ﷺ وقول غیرہ عند قوله)

آجائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کے فرمان کو مانو اور ان کی تابعداری کرو تو یقیناً تم سب گمراہ اور بے دین ہو جاؤ، نہ صرف موسیٰ علیہ السلام بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام سے روز میثاق میں عہد اور وعدہ لیا جاتا ہے کہ اگر تمہارے زمانہ میں میرے پیغمبر آخر الزماں آجائیں تو تمہیں ان پر ایمان لانا پڑے گا اور ان کی مدد کرنی پڑے گی۔ چنانچہ وہ سب اس بات کا اقرار کرتے ہیں خداوند عالم اسی کو فرماتا ہے ﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْنَاكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ أَصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ﴾ (۱) ان لوگوں پر افسوس ہے جو ایسے بڑے جلیل القدر پیغمبر کی امت میں ہو کر تیری میری باتیں مانتے چلے جائیں موسیٰ جیسے عالیشان کلیم اللہ کو تو ان کی تابعداری بغیر چارہ نہ ہو، اتنے بڑے بزرگ پیغمبر کی باتیں ماننے والا تو بہکا ہوا اور بے دین سمجھا جائے پھر جو امتیوں کی باتیں مانتا چلا جائے، بلکہ ان کا ماننا اپنے ذمہ فرض و واجب سمجھے اس کا کیا حال ہوگا؟

مسلمانو! تمہارا امام تو قرآن ہے پھر تم اس کے سوا دوسرے کسی کو امام بنا کر اس کی تمام باتیں مان کر فرمان رسول ﷺ کا خلاف کیوں کرو۔ سنو! رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”علیکم بالقرآن فاتخذوه اماما“ (۲) (جامع صغیر للسيوطی

= مسند احمد ج ۳ ص: ۳۷۱ پر یہ روایت یوں ہے ”والذی نفسی بیدہ لو اصبحت لیکم موسیٰ ثم اتبعتموه وترکتونی لضللتکم انکم حظی من الامم وانا حظکم من النبیین“ اس روایت کو حاکم نے الکنی طبرانی نے الکبیر اور بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے (بحوالہ کنز العمال ج ۱ ص: ۱۸۰)

(۱) آل عمران ۸۱/۳

(۲) پوری حدیث اس طرح ہے ”علیکم بالقرآن فاتخذوه اماما وقاددا فانه کلام رب العالمین الذی ہومنہ والیہ یعود فامنوا بمتشابہہ واعتبروا بامثالہ“ (ضعیف الجامع الصغیر للشیخ الالبانی ص: ۳۷۶)

ج ۲ ص: ۵۳) یعنی قرآن پر عمل کئے چلے جاؤ اور اسی کو امام سمجھو، ایسا امام جس کے کل احکام لائق اتباع ہوں، قرآن کریم ہی ہے۔

حور پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا - سب سے بیگانہ ہے لے دوست شناسا تیرا بھائیو! صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے بابرکت زمانوں کے گزرنے کے بعد جہاں دین خدا میں اور بہت سی بدعتیں ایجاد ہوئیں، وہاں ایک تقلید شخصی بھی نکلی قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں ”فان اهل السنة والجماعة قد افترق بعد القرون الثلاثة او الاربعة على اربعة مذاهب (۱) یعنی تیسری یا چوتھی صدی میں اہل سنت ان چار مذہبوں کے پابند ہوئے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی مستند کتاب حجۃ اللہ البالغہ ص: ۲۲ میں لکھتے ہیں ”ان اهل المائة الرابعة لم یکنوا مجتمعین علی التقلید الخالص علی مذہب واحد“ (۲) یعنی چوتھی صدی والے بھی کسی شخص خاص کی تقلید پر مجتمع نہیں تھے، اسے جاری ہوئے جب چار سو سال گزر گئے تو ۸۰۱ھ میں خاندان جبراکہ کے ایک بادشاہ سلطان ناصر فرح ابن برقوق نے مکہ شریف میں چار مصلے قائم کر کے ہر ایک کی الگ الگ راہ خود قائم کر دی اور اپنے ہاتھوں اپنے دین کے ٹکڑے کر لئے۔

۱ اپنی منقاروں سے حلقہ کس رہے ہیں جال کا

طاروں پر سحر ہے صیاد کے اقبال کا

یہ ایک تاریخی شہادت ہے جس سے انکار کرنے کی گنجائش نہیں، اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ چاروں مذاہب مالکی، حنفی، حنبلی، شافعی، چار سو برس کے

(۱) تفسیر مظہری ص: ۶۲ ج ۲ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان

(۲) حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص: ۱۵۲، (مکتبہ اشرفیہ دیوبند) اسی صفحہ میں یہ مضمون اس طرح بھی مرقوم ہے ”ان الناس كانوا قبل المائة الرابعة غیر مجتمعین علی التقلید الخالص لمذہب واحد بعینہ“ چوتھی صدی سے پہلے لوگ کسی ایک شخص خاص کی تقلید پر مجتمع نہیں تھے۔

بعد مسلمانوں میں پھیلے، چار سو برس تک کے مسلمان ان سے دور تھے، ان کا تعامل براہ راست قرآن و حدیث پر تھا اور ان سب کی نسبت خدا کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف تھی، عمل کے لحاظ سے وہ اہل حدیث تھے اور نسبت کے لحاظ سے وہ محمدی تھے، حنفیت، شافعییت وغیرہ کے جھگڑوں جھمیلوں سے وہ بہت دور تھے، اس نا اتفاقی اور پھوٹ نے اس فرقت اور اختلاف نے ان میں کوئی راہ نہیں پائی تھی، ابوداؤد شریف جلد رابع مع عون المعبود کے ص: ۳۸۲ باب فی الحوض میں ہے (۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب عبید اللہ بن زیاد کے پاس جاتے ہیں جو اہل کوفہ کا امام ہے جس نے قتل حسینؑ میں پوری بے حیائی کے ساتھ زبردست حصہ لیا تھا تو وہ انہیں دیکھ کر کہتا ہے لو محمدی آگیا۔ لیکن وہ اس جملہ کو بطور طعنہ کے استعمال کرتا ہے جس سے صحابی رسول ﷺ بہت برا فروختہ ہوتے ہیں اور نہایت رنج سے فرماتے ہیں افسوس! وہ زمانہ آگیا کہ لوگ محمدیت کو بھی باعث عار سمجھنے لگے (۲)۔ تفسیر قادری اردو ترجمہ تفسیر حسینی جلد اول مطبوعہ نول کشور ص: ۱۳۱ میں ہے کہ ”عہد نبوی میں صحابہ کرام کو محمدی کہا گیا“ اسی طرح اہل حدیث کا لقب بھی صحابہ کرام کے زمانے سے چلا آتا ہے۔ کتاب شرف اصحاب الحدیث ص: ۲۱ میں امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ علیہ اپنی سند سے حضرت ابوسعید خدری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت لائے ہیں کہ آپ طالبان حدیث سے فرمایا کرتے تھے مرحبا مرحبا ہمیں اللہ کے رسول ﷺ نے تمہیں مرحبا کہنے کی وصیت کی ہے اور ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم تمہیں عزت کے ساتھ اپنی مجلس میں شریک کریں اور حدیث سنائیں سمجھائیں تم ہی ہمارے خلیفہ ہو اور تم ہی

(۱) ابوداؤد ج ۲ ص: ۶۵۳ باب فی الحوض (مکتبہ اشرفیہ دیوبند)

(۲) الفاظ یہ ہیں فلما راہ عید اللہ قال: ان محمد یکم هذا الحد اح ففہمھا الشیخ فقال ما کنت احسب انی ابقی فی قوم یعبرونی بصحبہ محمد ﷺ

ہمارے بعد اہل حدیث ہو۔ (۱) پس صاف ظاہر ہے کہ صحابہ اور تابعین کے زمانے میں لوگ محمدی اور اہل حدیث کہلاتے تھے۔ (۲) لیکن چار سو برس کے بعد تقلیدی بدعت نے سر اٹھایا اور بھلی شکل اختیار کر کے مسلمانوں کو پھانس لیا، انھوں نے نبی کریم ﷺ کی نورانی احادیث کی جگہ امت کے چار اشخاص کے اقوال اور ان کی رائے قیاس کو دیدی، نہ صرف اتنا ہی بلکہ اپنی نسبت بھی اپنے نبی فداہ ابی دمی کی جانب سے ہٹا کر ان امتیوں کی طرف کر لی، یعنی بجائے محمدی کہلوانے کے حنفی شافعی مالکی حنبلی کہلوانے لگے، شدہ شدہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ آج ہمارے زمانے میں نبی کریم ﷺ کی طرف نسبت کرنے والا، فقط قرآن و حدیث پر عمل کرنے والا، لامذہب اور بے دین سمجھا جانے لگا، اور اسلام کا معیار فقط یہی رہ گیا کہ بزرگوں کے اقوال اور ان کی رائے قیاس کو بات بات میں ٹولنا اور آنکھیں بند کر کے ان پر عمل کر لینا، جس شاہ راہ پر پیغمبر خدا ﷺ امت کو چھوڑ کر دنیا سے تشریف لے گئے تھے، افسوس! اسے امتیوں نے چھوڑ دیا، بلکہ اس سے اس قدر نا آشنا ہو گئے کہ آج فقط قرآن و حدیث پر عمل کرنا، صرف اسی کی تابعداری کرنا مسلمانوں میں ایک بہت بڑا ناقابل معافی گناہ سمجھا جانے لگا اور ایسی جماعت کونت نئے طعنوں کا ہدف بنا لیا۔

(۱) عن ابی سعید الخدری انه کان اذ ارأی الشباب قال مرحبا بوصیة رسول اللہ ﷺ امرنا رسول اللہ ان نوسع لکم فی المجلس وان نفہمکم الحدیث فانکم خلوفنا واهل الحدیث بعدنا (شرف اصحاب الحدیث ص: ۲۱) مطبوعہ محبوب المطابع دہلی۔ المدخل للبیہقی حدیث نمبر ۶۲۳ و کذا رواہ الراہر مزنی فی المحدث الفاصل ص: ۱۷۵

(۲) امام شافعی کہا کرتے تھے ”کلما رأیت رجلا من اصحاب الحدیث فکا نما رأیت رجلا من اصحاب النبی ﷺ (المدخل للبیہقی ص: ۳۹۱) میزان شعرانی ج ۱ ص: ۶۵ میں امام شافعی کا یہ قول اس طرح مرقوم ہے ”اذا رأیت صاحب حدیث فکانی رأیت احدا من اصحاب رسول اللہ ﷺ“

کبھی کچھ درد رہتا ہے کبھی کچھ سوز رہتا ہے

ہمارے دل پہ صدمہ اک نہ اک ہر روز رہتا ہے

جب تک ہمارے اچھے دن رہے، جب تک ہم میں اصل اسلام رہا، جب تک ہمارے دل میں نور اور آنکھوں میں سرور رہا، جب تک دل و دماغ کسی قابل رہے، تب تک تو صرف انہیں دو چیزوں پر قناعت کئے بیٹھے رہے، لیکن کچھ زمانہ کے بعد جس طرح بنی اسرائیل من و سلوئی سے گھبرا کر لہسن، پیاز طلب کرنے لگے تھے، ہم نے بھی فقہاء کے اقوال اور اماموں کی رائے قیاس کی جستجو شروع کر دی، پس جس طرح بنی اسرائیل سے من و سلوئی چھین لیا گیا اسی طرح ہم سے بھی قرآن و حدیث کی محبت و عظمت سلب کر لی گئی، آج فقط قسمیں کھانے اور تبرکات گھر میں رکھنے اور تول کر گیہوں دینے یا اسقاط کرنے کے لئے تو قرآن کام آجائے، حدیث کی کتاب ڈھونڈھ لی جائے لیکن عمل کے وقت وہی رائے قیاس کے مجموعے، وہی امتیوں کے بے دلیل اقوال کے دفاتر کھولے جائیں، حدیث رد ہو جائے تو کان پر جوں بھی نہ ریگے، لیکن فقہ کی ایک جزئی کا چھوڑنا ایمان سے دست برداری کرنا سمجھا جائے، رسول اللہ ﷺ کی طرف بھولے سے بھی نسبت نہ کی جائے مگر امام کی طرف سے نسبت ہٹانا بے دینی کہا جائے آہ! کسی رسول کی امت نے یہ تو نہ کیا تھا جو اس امت نے کیا، اور خوب دھوم سے کیا، فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

کیا پوچھتے ہو داغ جگر میں کہاں کے ہیں

کچھ آپ کے دیئے ہوئے کچھ آسمان کے ہیں

اس میں کچھ شک نہیں کہ اگلی امتوں نے بھی اتنا تو کیا تھا کہ رائے قیاس کے پیچھے لگ گئے تھے، جو ان کی گمراہی کا ذریعہ بنا، چنانچہ ابن ماجہ ج ۱ ص: ۷ اور بزار میں حدیث ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”لن یزل امر بنی اسرائیل معتدلاً حتی نشافہم المولدون انباء من انباء الانبیاء“

بالرأی فضلو واضلوا“ (۱) یعنی بنی اسرائیل حق پر رہے لیکن جب رائے قیاس کے پیچھے پڑ گئے گمراہ ہو گئے اور پھر اوروں کو بھی گمراہ کرنے لگے یہی حال اس امت کا بھی ہوا کیونکہ حضور ﷺ فرما گئے تھے کہ تمہاری حالتیں بھی اگلوں جیسی ہو جائیں گی (بخاری) (۲) تھوڑے وقت تک تو ہم قرآن و حدیث ہی کے تابع رہے لیکن پھر ہم بھی رائے قیاس کے پیچھے لگ کر نور خدا سے الگ ہو کر ضلالت کی اندھیروں میں گھر گئے، مثنوی مولوی روم دفتر ۴ ص: ۴۴۹ میں ہے۔
صد دلیل آرد مقلد در بیاں - از قیاس گوید اورا نیز عیاں
یعنی مقلد گواپنی زبانی سود لیلیں بیان کردے، لیکن ظاہر ہے کہ جو کچھ کہے گا رائے قیاس سے ہی کہے گا۔

پیغمبر اسلام علیہ التحیہ والسلام نے ایک حدیث میں بطور پیشن گوئی ایک عجیب بات ارشاد فرمائی ہے، ہے کوئی؟ جو اس کے سمجھنے اور واقعہ کے ساتھ تطبیق دینے اور پھر برائی سے بچنے کی کوشش کرے؟


این نامہ عاصی رانا خواندہ مکن پارہ بیچارہ رقم کردہ است از خون جگر چیزے
ابن ماجہ مصری جلد اول ص: ۵ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ”کنا عند النبی ﷺ فخط خطا وخط خطین عن یمینہ وخط خطین عن یسارہ ثم وضع یدہ فی الخط الاوسط فقال هذا سبیل اللہ ثم تلا هذه الآية وان هذا صراطی مستقیما فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ“ (۳)

یعنی ایک مرتبہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ نے ایک

(۱) ابن ماجہ میں فافتوا کے بجائے فقالوا ہے ابن ماجہ ج ۱ ص: ۲۱ (مطبع دیوبند)

(۲) لتبعن سنن من کان قبلکم بخاری ج ۲ ص: ۱۰۸۸ کتاب الاعتصام باب قول النبی لتبعن سنن من کان قبلکم -

(۳) ابن ماجہ ج ۱ ص: ۵

سیدھی لکیر کھینچی، اور اس کی داہنی جانب دو لکیریں بائیں طرف دو لکیریں اور کھینچیں اس طرح پھر بیچ کی سیدھی لکیر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا، کہ خدائے تعالیٰ کا سیدھا راستہ یہی  ایک ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿وَإِنْ هَذَا إِلَّا لِسَخَطٍ﴾ (۱) یعنی خدا کی سیدھی راہ یہی ایک ہے اسی پر چلو اور ادھر ادھر کی چاروں راہوں میں سے کسی راہ پر نہ چلو ورنہ راہ راست سے بھٹک جاؤ گے۔

چوں در ہمہ جا عکس رخ یار تو اں دید = دیوانہ نیم من کہ روم خانہ بہ خانہ
مسلمان بھائیو! قرآن کریم نے ہمیں فرمایا ہے ﴿الَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ﴾ (۲)

یعنی کیا اب تک ایمان داروں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر اللہ اور نازل شدہ حق سے پکھل جائیں؟ اور وہ ان لوگوں جیسے نہ ہو جائیں جو ان سے پہلے کتاب دیئے گئے تھے لیکن کچھ زمانہ گزرنے کے بعد ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے اکثر حکم خدا سے نکل گئے۔ پس ہمیں بنو اسرائیل کی سی چال چلنے سے اور کتاب اللہ کے ہوتے ہوئے اس کے احکام سے ادھر ادھر ہونے سے قرآن کریم نے روکا۔ بنو اسرائیل جن کی اس مذموم روش پر چلنے سے ہمیں روکا گیا وہ روش کیا تھی؟ تفسیروں میں صاف موجود ہے۔ تفسیر ابن کثیر ج ۹ ص: ۴۰۰ میں ہے کہ ان کی روش یہ ہو گئی تھی کہ ”اقبلوا على الآراء المختلفة والاقوال الموفقة وقلدوا الرجال في دين الله واتخذوا احوالهم ورهبانهم

(۱) ﴿وَإِنْ هَذَا إِلَّا لِسَخَطٍ﴾ (۱)
(الانعام ۱۵۴/۶)

(۲) الحديد ۱۶/۵۷

اربابا من دون الله“ یعنی انھوں نے کتاب اللہ کو چھوڑ کر بزرگوں کی مختلف رایوں اور ان کے از خود ایجاد کردہ قولوں کی تابعداری شروع کر دی، انھوں نے شرعی مسائل میں اپنے ائمہ کی تقلید کرنی جاری کر لی، اور اپنے علماء اور فقہاء کو سوائے خدا کے رب بنالیا، مسلمانوں کو اس آیت میں اس مذموم طریقے پر چلنے سے روکا گیا لیکن افسوس! کہ مسلمانوں نے اللہ کے نبی ﷺ سے الگ ہونے کے تھوڑے ہی زمانے بعد اسی روش کو اختیار کر لیا، وہی بزرگوں کی رائیں، فقہاء کے اقوال، اماموں کی تقلید انھوں نے بھی شروع کر دی۔

ابن ابی حاتم میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل پر جب کچھ زمانہ گذر گیا اور ان کے دل سخت ہو گئے تو انھوں نے اپنی طرف سے اپنی رائے قیاس سے مسائل نکالے اور انہیں بصورت کتاب لکھ لئے، جن میں سے اکثر کتاب اللہ کے صریح خلاف تھے، پھر انہی مجموعے کو دین سمجھنے لگے اور انہیں کتابوں پر عمل درآمد کرنے لگے بلکہ اوروں سے بھی انہی کے منوانے کے درپے ہو گئے، یہاں تک کہ اکثریت اور جمہوریت اسی پر ہو گئی، محدودے چند اللہ کے خاص بندے ایسے رہ گئے جو وحی خداوندی پر چمٹے رہے تو ان لوگوں نے آپس میں ایک شوریٰ کیا کہ آؤ اپنے مذہب کی تبلیغ اب یہ جبر شروع کر دیں جو اسے مانے وہ ہمارا، جو نہ مانے اس سے اپنا دین منوادیں اور پھر بھی نہ مانے تو قتل کر دیں، چنانچہ ایسا ہی کیا۔

مسلمانو! اللہ عبرت حاصل کرو، آج وہی روش ہم میں آگئی کیا ہدایہ، شرح وقایہ، عالمگیری، کنز، قدوری، درمختار، رد المحتار وغیرہ کے مجموعے خدا کی طرف سے ہیں؟ کیا ان میں رائے قیاس نہیں؟ کیا ان کے اکثر و بیشتر مسائل از خود ایجاد کردہ نہیں؟ کیا آج ان کتابوں کی طرف اوروں کو نہیں بلایا جاتا؟ کیا تقلید اور فقہ کو منوانے کے لئے پوری کوشش نہیں کی جاتی؟ کیا جبر و دباؤ کو کام میں نہیں لایا جاتا؟ اگر سلطنت کی ذرا شہ ہو جائے تو آج ان کے نہ ماننے والوں کا قتل بھی شروع

ہو جائے، لیکن وہاں تو قانون روکتا ہے اس لئے بے بسی ہے، پس میں آپ سے کہوں گا کہ انگوں کی طرح نہ ہو جاؤ اور رسول غیر رسول میں امتیاز کرو۔ اور اے اہل حدیث بھائیو! اگر آپ کو ترک تقلید اور ترک کتب فقہ کے باعث کوئی تکلیف پہونچے تو صبر و سہارے سے برداشت کرو اور کہہ دو۔

برو ایں دام بر مرغِ دگر نہ کہ عنقا را بلند است آشیانہ
رسول اکرم ﷺ نے بنو اسرائیل کے اس تفرقے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے ان کی یہ باتیں نہ مانیں انھوں نے انہیں قتل کر دیا، آروں سے چڑھایا، آگ میں جلایا، لیکن وہ لوگ ان سب عذابوں کو سہہ گئے اور خدا کے عذابوں سے نجات حاصل کر گئے، ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر ج ۹ ص: ۴۰۶، آج ہندوستان میں محمد اللہ ان کے بس میں قتل و غارت تو نہیں لیکن تاہم جو مظالم دین خدا پر قائم رہنے میں برداشت کرنے پڑیں انہیں شوق سے سہ لوجس طرح مدتوں سے سہتے چلے آئے ہو۔

آفت کا نشانہ ہی رہے ہم تو زمیں پر = جو سنگ جفا چرخ سے ٹوٹا سو ہمیں پر سنو! اللہ کے رسول ﷺ کی مبارک زبان سے بشارت سنو، فرماتے ہیں ”من تمسک بستی عند فساد امتی فلہ اجر مائتہ شہید“ (۱) جو شخص اس وقت میری سنت پر جم رہا ہے جس وقت میری اور امت اس سے ہٹی ہوئی ہو اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا، یہ کیوں؟ صرف اس لئے کہ اسے بڑے کچھو کے کھانے پڑیں گے، بڑے طعنے سننے پڑیں گے، بڑے دکھ برداشت کرنے پڑیں گے، کوئی اسے وہابی کہے گا، کوئی لامذہب بتائے گا، کوئی نجات سے محروم قرار دے گا۔

(۱) بیہقی کتاب الزہد بحوالہ مشکوٰۃ ص: ۱۳۰ اس روایت کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف جدا کہا ہے اور اسی مضمون کی دوسری حدیث جسے ابو نعیم نے حلیہ میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے ”المنسک بستی عند فساد امتی لہ اجر شہید“ اس کو بھی ضعیف کہا ہے۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ج ۱ ص: ۳۳۳

گا، کوئی مسجدوں سے روکے گا، کوئی برادری سے خارج کرے گا، غرض اس کے دل میں ایک نہیں کئی کئی ناسور پڑ جائیں گے، دنیا اس کے خلاف ہوگی، مخلوق اس کی ایذا رسانی کے درپے ہوگی، وہ نت نئی مصیبتوں کا شکار ہوگا وہ زبان حال سے پکارتا ہوگا۔

مرے زخم جگر کو دیکھ کر جراح یوں بولے
لگائیں کس جگہ مرہم بھریں کس کس جگہ ٹانکا
بالخصوص ان کے جو حق گو علماء ہونگے ان کے مصائب کا تو اندازہ مشکل ہے، ہر وقت ان کی جان خطرے میں ہوگی، ہر وقت وہ اپنی عزت سے ہاتھ دھوئے ہوئے ہونگے، ہر وقت وہ دشمنوں کے زرخے اور جاہلوں کے پھندے میں ہونگے، چنانچہ یہی ہو رہا ہے ان کی حالت کا صحیح نقشہ یہ ہے۔

ستارے پہ نہیں ہرگز اثر ہے آہ سوزاں کا
کلیجہ بھر گیا ہے آبلوں سے چرخ گرداں کا

اللہ اللہ! آج مسلمانوں کو یہ سمجھانا پڑتا ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرو، اور آپ کے سوا کسی اور کی تقلید کا پھندا اپنے گلے میں نہ ڈالو، حالانکہ مسلمانوں کا تو کلمہ ہی یہی تھا، وہاں تو سوائے خدائے تعالیٰ کی عبادت اور محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے نہ کسی تیسرے شخص کا نام ہے نہ کسی تیسری چیز کا کام، مسلمان تو پیدا ہوتے ہی دنیا کی پہلی منزل میں اسے سنتا ہے اس کے کان میں اذان اور تکبیر کی صدا ڈالی جاتی ہے جس میں نہ کسی امام کا نام نہ کسی امتی یا کسی اور نبی کا، پھر دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے اسی کلمہ کی تلقین کی جاتی ہے، آخرت کی پہلی منزل یعنی قبر میں بھی اسی کا سوال ہوتا ہے کہ من نبیک تیرا نبی کون ہے؟ وہاں یہ نہیں پوچھا جاتا کہ تیرا امام کون ہے؟ کس کی تقلید کی تھی؟ پھر میدان حشر میں سب سے پہلے یہی سوال ہوگا دریافت کیا جائے گا کہ ”ماذا اجبتہ المرسلین“ تم نے پیغمبر کو کیا جواب دیا؟ ان کی تابعداری کہاں تک کی؟

برادران! آپ کے دو ہاتھ ہیں ان دونوں میں دو چیزیں شریعت نے دیدی ہیں ایک میں کلام خدا دوسرے میں کلام رسول اللہ ﷺ، ایک میں خدا کی عبادت دوسرے میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت، اب نہ تیسرا ہاتھ ہے نہ تیسری چیز۔

نہاد اہل حدیث است اتباع سنن = صباے رائے نیابد گذر دریں گلشن دوستو! اس بدیہی امر کے سمجھنے کے لئے بھی کیا کچھ بڑے بڑے دلائل کی ضرورت ہے؟ کہ نبی اور غیر نبی یکساں نہیں ہوتے، امتی اپنے درجہ میں کتنا ہی بڑھا ہوا کیوں نہ ہو، لیکن نبوت کے ادنیٰ درجہ کو بھی نہیں پاسکتا، سنو! اللہ تعالیٰ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے۔ ﴿وَمَا كَانَ لِمُزْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ﴾ (۱) یعنی کسی مومن مرد و عورت کی شان نہیں کہ باوجود فیصلہ خداوندی اور فرمان نبوی کے پھر بھی اسے اختیار باقی رہے۔

اور جگہ ارشاد فرماتا ہے ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (۲) یعنی ہمارے نبی کا خلاف کرنے والے ڈرتے رہا کریں انہیں ضرور کوئی زبردست فتنہ یا دردناک عذاب پہونچے گا

ثابت ہوا کہ قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے ادھر ادھر جھانکنا تا کنا مسلمان کی شان نہیں، بلکہ ایسا کرنا خدا کے عذابوں کو مول لینا اور اپنی جان کو ذلت میں ڈالنا ہے قرآن فرماتا ہے ﴿وَإِنْ تَطِيعُوا تَهْتَدُوا﴾ (۳) اگر تم اس رسول کی پیروی کرو گے تو ہدایت یافتہ بنو گے، اس اطاعت رسول سے باز رہنے والے جہنم میں جلتے بھلتے ہوئے تمنائیں کریں گے اور کہیں گے ﴿يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَ﴾ (۴) اے کاش کہ ہم اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے!

(۱) الاحزاب ۳۶/۳۳ (۲) النور ۲۳/۲۳

(۳) النور ۲۳/۵۳ (۴) الاحزاب ۳۳/۲۶

لیا عقل و دیں سے نہ کچھ کام انہوں نے = کیا دین برحق کو بدنام انہوں نے جناب رسول خدا آنحضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يَكُونَ هُوَ اه تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ" (شرح السنہ) (۱) یعنی اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنی تمام خواہشوں کو میرے فرمان کا تابع دار نہ بنادے، الحمد للہ اہل حدیث کا یہی مذہب ہے وہ علی الاعلان کہتے ہیں۔

ہم اہل حدیث ہیں برادر - ہے قول نبی ﷺ ہمارا رہبر ہر مکر سے پاک و دور ہیں ہم - اور کذب سے بھی نفور ہیں ہم بھاتی نہیں ہم کو حیلہ بازی - آتی نہیں ہم کو جعل سازی برادران! قرآن مجید کا ارشاد ہے ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (۲)

یعنی لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو خدا تمہیں محبوب رکھے گا اور تمہاری خطائیں بھی معاف فرمادے گا۔ وہ بڑی بخششوں اور مہربانیوں والا ہے، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حدیث ہے "لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ" (۳) یعنی تم میں سے کوئی ایمان والا نہیں ہوگا۔ جب تک وہ مجھے اپنے ماں باپ اولاد اور دنیا کے کل لوگوں سے زیادہ نہ چاہے، اس آیت اور حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حُب خدا، بخشش گناہ، ایمان و اسلام، موقوف ہے حُب رسول پر، اب سنئے حُب رسول کس چیز پر موقوف ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے

(۱) بحوالہ مشکوٰۃ ص ۳۰

(۲) آل عمران ۳۱/۳

(۳) بخاری ج ۱ ص ۷ (مکتبہ اشرفیہ دیوبند)

”من احب سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنة“ (۱) یعنی جو شخص میری سنتوں سے محبت رکھے وہ مجھ سے محبت رکھنے والا ہے، اور مجھ سے محبت رکھنے والا جنت میں بھی میرا ساتھی ہوگا، عرب شاعر کے یہ اشعار آپ زر سے لکھنے کے لائق ہیں۔

تعصى الاله وانت تظهر حبه هذا ورى فى القياس بدیع لو كان حبك صادقا لاطعته ان المحب لمن يحب مطيع (۲) یعنی توحید خدا کا دعوے دار تو ہے لیکن تعجب ہے کہ تو اس کی نافرمانیاں کر رہا ہے، اگر تیری محبت سچی ہوتی تو یقیناً تو اس کا فرماں بردار ہوتا، ہر محبت اپنے محبوب کا تابع فرمان ہوتا ہے، پس سچی محبت اتباع ہے، اتباع سنت سے منہ موڑنے والے کی نسبت حضور ﷺ کا ارشاد ہے ”فمن رغب عن سنتی فلیس منی“ (۳) یعنی میری سنتوں سے بے رغبتی کرنے والا میرا امتی نہیں، بلکہ ایک اور حدیث میں ہے ”کل امتی یدخل الجنة الا من ابى قالوا ومن یابى قال من اطاعنى دخل الجنة ومن عصانى فقد ابى“ (بخاری) (۴) یعنی میری تمام امت جنت میں داخل ہوگی مگر جو انکار کرے پوچھا گیا حضور ﷺ انکاری کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو میری تابعداری کرے وہ جنت میں گیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کر دیا پس ایمان موقوف آپ کی محبت پر، اور آپ کی محبت موقوف آپ کی فرمانبرداری پر، جس نے غیروں کی تقلید شروع

(۱) لطف الاحوذی ج ۷ ص: ۳۷۱ ”باب الاخذ بالسنة واجتناب البدعة“ (مکتبہ اشرفیہ دیوبند)

(۲) شعر محمد راق کا ہے پہلے شعر کا دوسرا مصرع اس طرح بھی ہے ”هذا محال فى القياس بدیع“

(۳) بخاری ج ۲ ص: ۷۵۷ کتاب النکاح، الترغیب فی النکاح

(۴) بخاری ج ۲ ص: ۱۰۸۱ کتاب الاعتصام باب قول النبی ﷺ بعثت

کی اس نے اتباع نبوی چھوڑ دی جس نے اتباع چھوڑی اسے محبت نہ رہی جسے محبت نہیں اسے ایمان نہیں جس میں ایمان نہیں وہ جنت کا مستحق نہیں، آپ قرآن کریم پر سرسری نظر ڈالئے تو بھی آپ پر یہ حقیقت بے نقاب ہو جائے گی کہ انبیاء کی تعلیم کو جن لوگوں نے قبول نہیں کیا وہ مقلدین تھے، وحی الہی کو سب سے زیادہ دھکا دینے والی چیز تقلید ہی ہے، سنئے قرآن فرماتا ہے ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَىٰ الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا﴾ (۱) یعنی ان سے کہا جاتا ہے کہ خدا نے جو نازل فرمایا ہے اس کی پیروی کرو تو جواب دیتے ہیں ہمیں وہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا اور جگہ ان کا جواب ان الفاظ میں منقول ہے ”بَلْ نَتَّبِعُ مَا الْفَنَاءَ عَلَيْهِ آبَاءُنَا“ (۲) تمام اگلے لوگ قرآن حدیث کے خلاف کر کے اپنے فعل کی دلیل اسی تقلید کو بتاتے رہے۔

قرآن ان کے اس مذموم فعل کی مذمت ان الفاظ میں ظاہر کرتا ہے ﴿وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا﴾ (۳) خلاف شرع کام کر کے کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے بڑے بھی یہی کرتے رہے خلیل اللہ علیہ صلوات اللہ جب اپنی قوم کو راہ راست کی دعوت دیتے ہیں تو ان کا بھی یہی جواب ہوتا ہے ﴿وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عَابِدِينَ﴾ (۴) ہم نے اپنے بڑوں کو بھی ان ہی کی عبادت کرتے ہوئے پایا، اور آیت میں ان کا جواب ان الفاظ میں مروی ہے ﴿بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَالِكَ يَفْعَلُونَ﴾ (۵) ہم نے اپنے بڑوں کو اسی طرح کرتے دیکھا، حضور ﷺ کے زمانے کے کفار بھی آپ کی تابعداری کے خلاف یہی آلہ استعمال کرتے تھے ﴿بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا﴾ (۶)

(۱) سورہ مائدہ ۱۰۳/۵ (۲) البقرة ۱۷۰/۲

(۳) اعراف ۷۷/۲۸ (۴) الانبیاء ۵۳/۲۱ (۵) الشعراء ۷۳/۲۶

(۶) لقمان ۲۱/۳۱

یعنی ہم اسی کی تابعداری کریں گے جس پر اپنے بڑوں کو پایا اور آیت میں ﴿قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ﴾ (۱) یعنی ہم نے اپنے بزرگوں کو جس مذہب پر پایا ہم تو اسی کی پیروی کریں گے، امت ہود نے بھی اپنے نبی کو یہی جواب دیا تھا ﴿اجْتَنَّا لِنُعْبُدَ اللَّهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَمَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاءُنَا﴾ (۲) یہ ناممکن ہے کہ ہم اپنے باپ دادوں کی چھوڑ تمہاری مان کر اپنے معبودوں سے دست بردار ہو جائیں، اتنا ہی نہیں بلکہ آئیے اب میں آپ کو وہ آیت بھی سناؤں جس سے آپ کو یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی مخالفت ان کی امتوں نے محض اسی تقلید کی بنا پر کی ہے، ارشاد باری ہے ﴿وَكَذَٰلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ﴾ (۳) یعنی ہم نے جس جس بستی میں جس جس رسول کو بھیجا ان سب کو وہاں کے ذی اثر لوگوں نے یہی جواب دیا کہ ہم تو اپنے باپ دادوں کے مذہب پر چلیں گے، جیسا انہیں کرتے دیکھا، کریں گے۔

الغرض اتباع رسول کو پرے پھینکنے کا آلہ جو ہر زمانے کے مخالف رسول لوگ اپنے کام میں لاتے رہے یہی تقلید ہے، اگر تقلید کی مذمت میں صرف یہی آیتیں ہوتیں جب بھی اس کی بدترین حرمت کے ثبوت کے لئے کافی تھیں کہ یہ وہ چیز ہے جو اصل اسلام سے دنیا کو روکتی ہے، اگر تقلید کی مہلک بیماری ان اگلوں میں نہ ہوتی تو وہ اپنے زمانے کے رسولوں کی باتوں سے اور ان کی پاک تعلیم سے یوں بے نیاز نہ ہو جاتے، پھر چہ جائے کہ اس کی بہت سی خرابیاں اور برائیاں اس کے ما سوا بھی بیان ہوئی ہیں یہ یاد رہے کہ صرف باپ دادوں ہی کی تقلید کی برائی نہیں

(۱) الزخرف ۲۲/۲۳

(۲) الاعراف ۷۰/۷۱

(۳) الزخرف ۲۳/۲۴

ہے، بلکہ قرآن نے اور جگہ اسے بھی عیاں اور بیاں کر دیا ہے، فرمان ہے ﴿قَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَ قُنَا وَكُبرَاءَنَا﴾ (۱) یعنی یہ نافرمان قیامت کے دن اپنی گمراہی کا ایک عذر یہ بھی بیان کریں گے کہ ہم نے اپنے پیشواؤں اور بزرگوں کی باتیں مانیں اور آیت کے الفاظ احبار و رہبان ہیں یعنی علماء اور صلحاء، الغرض جس طرح باپ دادوں کی تقلید موجب گمراہی ہے اسی طرح سادات بزرگوں کی اور اسی طرح علماء کرام اور خدا والوں کی بھی، وہ بزرگ گو حق پر ہوں اور راہ یافتہ ہوں، لیکن ان کی تقلید پھر بھی موجب ضلالت رہے گی، اس لئے کہ خود وہ مقلد نہ تھے، محقق تھے اور اس کا اقرار دنیا جہاں کے مقلدوں کو ہے، افسوس! جن کی تقلید فرض و واجب بتائی جائے وہ خود تقلید کو حرام بتائیں، لیکن اس قول میں ان کی تقلید نہ کی جائے، بلکہ ”مدعی ست گواہ چست“ کی طرح دنیا کو دھوکے میں رکھا جائے کہ ہم مقلد ہیں پھر کیا تاڑنے والوں کی نظر سے کوئی بچ بھی سکتا ہے۔

نہ ہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے پسینہ پوچھئے اپنی جہیں سے مقلد دوستو! ذرا بتلاؤ تو جس تقلید کو تم واجب جانتے ہو اور مانتے ہو آیا اس کا وجوب دلیل یعنی قرآن و حدیث سے ثابت ہے؟ اگر ہاں کہو تو تقلید باطل ہے کہ قرآن و حدیث نے اسے واجب کیا نہ کہ تقلید نے اور اگر نا کہو تو تقلید باطل ہے اس لئے کہ جب حجت اور دلیل نہیں تو پھر خون، مال عزت آبرو اس تقلید سے کیوں مباح کر دیا جس پر کوئی دلیل نہیں حالانکہ خدا فرماتا ہے ﴿إِن عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطَانٍ بِهَٰذَا﴾ (۲) یعنی کیا تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل ہے؟ اگر مقلد کی طرف سے جواب ملے کہ گو مجھے ان مسائل کی دلیل معلوم نہیں لیکن اتنا یقیناً جانتا ہوں کہ یہ مسائل یونہی ہیں اس لئے کہ جس امام کی تقلید کرتا ہوں وہ جامع علوم عالم تھا اپنے علم میں لاثانی اور بے مثل تھا، ناممکن ہے کہ خود ان کے پاس بھی

(۱) الاحزاب ۶۷/۳۳

(۲) یونس ۶۸/۱۰

دلیل نہ ہو، انہوں نے غلط فتویٰ دیا ہو گا مجھ پر وہ دلیل ظاہر نہیں ہوئی لیکن میرے امام کے پاس وہ دلیل قطعاً پہنچ چکی ہوگی ورنہ وہ ایسا فتویٰ ہرگز نہ دیتے، تو ہم کہتے ہیں کہ اگر اس بات کو سچ مان لیا جائے تو تیرے امام کا جو استاذ ہے اس کا جو معلم ہے اس کی بات کا ماننا تیرے ذمے اور زیادہ واجب ہے، اس لئے کہ بہت ممکن ہے کہ تیرے امام کے استاد کے پاس وہ دلیل ہو جو تیرے امام کو نہ پہنچی ہو اور اس دلیل کے مطابق اس نے فتویٰ دیا ہو اگر اسے مان لیا جائے تو جھگڑا مٹا کہ ایک سے ایک کی تقلید چھوٹی جائے گی یہاں تک کہ سلسلہ رسول خدا ﷺ تک پہنچ جائے اور یہی ہم اہل حدیث کا مقصد ہے اور اگر اس سے انکار کیا جائے تو پہلا زینہ ہی نہیں رہتا تعجب سا تعجب ہے کہ جو علم میں کم اور مرتبہ میں نیچا ہے اس کی تقلید محض حسن ظن کی بنا پر واجب ہے اور جو اس کا استاد ہے جو علم میں رتبے میں اس سے بڑھ چڑھ کر ہے اس کی تقلید حرام، فی اللجب۔ اور اگر حضرات مقلدین یہ جواب دیں کہ گو میرا امام اپنے استاد سے کم درجہ کا ہے لیکن اس نے اپنے استاد کا کل علم حاصل کیا ہے پھر اور اساتذہ سے بھی سیکھا ہے اور اپنا بھی فہم و ادراک شامل کیا ہے تو بصیرت میں بڑھ گیا ہے اب جو لے گا اور جو چھوڑے گا وہ اپنے کامل علم کی بنا پر، اس لئے میں نے اس کی تقلید کی ہے، تو ہم کہتے ہیں تیرے اس امام کے شاگرد نے تیرے امام کا کلی علم حاصل کر لیا اور اوپر والوں کا بھی اور دوسرے استادوں کا بھی اور خود اپنا فہم و ذکا بھی، پھر تو تجھے چاہئے کہ امام کی تقلید کو خیر باد کہہ کر ان کے شاگرد کی تقلید کو گرہ میں باندھ لے اور یونہی اگر نیچے اترتے آئیں تو تو نے خود تمام اپنے اگلوں کا علم جمع کر لیا ہے، پس تجھے چاہئے کہ تو اپنی تقلید آپ کر اور ہم کہہ دیں۔

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ

خود بیضہ و خود بیضہ گر و خود شدہ چوزہ

اے عاشقان تقلید! آؤ اپنے نبی کی آواز سنو فرماتے ہیں ”من افتی بفتیا بغیر ثبت فانما اثمها علی من افتاه“ (۱) یعنی بغیر دلیل کے جو شخص فتویٰ دے اس کا گناہ اس پر ہے، ظاہر کہ مقلد کے پاس کسی فتوے میں کوئی دلیل نہیں ہوتی اس لئے کہ مقلد تو نام ہی اس کا ہے جو صرف اپنے امام کے قول کو ہی دلیل جانے، پس وہ اپنی پوری عمر میں جس قدر فتوے دے گا اسی قدر گنہ گار ہوگا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”انکم قد حدثتم الناس حتی قيل قال فلان وقال فلان ویتروک کتاب اللہ“ (۲) تم نے فتوے دینے اور مسئلے بیان کرنے شروع کئے جس کا نتیجہ ہوا کہ لوگوں کی زبان پر یہ چڑھ گیا ہے کہ فلاں نے یہ کہا اور فلاں نے یہ کہا، افسوس اس سے کتاب اللہ لوگوں کے ہاتھوں سے چھوٹی جا رہی ہے اس لئے میں اب حکم دیتا ہوں کہ تم میں سے جو کھڑا ہونا چاہے وہ کتاب اللہ کو لے کر اٹھے ورنہ بیٹھا رہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”اما العالم فان اھتدی فلا تقلد وہ دینکم وان افتتن فلا تقطعوا منہ ایاسکم“ (۳) یعنی عالم

(۱) مسند احمد ج ۲ ص: ۳۲۱، پوری حدیث اس طرح ہے ”عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال من قال علی مالہ اقل فلیتوا مقعدہ من النار ومن استشار اخاہ فاشار علیہ بغیر رشده فقد خانہ ومن افتی بفتیا بغیر ثبت فانما اثمها علی من افتاه۔ اور اعلام ج ۲ ص: ۲۶۵ میں ہے ”من افتی الناس بغیر علم لعنتہ ملائکۃ السماء وملائکۃ الارض۔“

(۲) حضرت عمر کا پورا قول اس طرح ہے ”ان حدیثکم شر الحدیث ان کلامکم شر الکلام فانکم قد حدثتم الناس حتی قيل قال فلان وقال فلان ویتروک کتاب اللہ من کان منکم قائما فلیقم بکتاب اللہ والا فلیجلس۔ (اعلام ج ۱ ص: ۲۱۷)

(۳) پورا قول اس طرح ہے ”یامعشر العرب کیف تصنعون بثلاث دلیا تقطع اعنا فکم وزلۃ عالم وجدال منافق بالقرآن فسکتوا فقال اما العالم فان اھتدی فلا تقلد وہ دینکم وان افتتن فلا تقطعوا منہ ایاسکم فان المؤمن یفتن ثم یعوب“

گوراء راست پر ہو مگر تم اس کی تقلید نہ کرو اور اگر وہ کسی فتنہ میں پڑا ہوا ہو تو تم اس سے آس نہ توڑو، حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”فان هتدی فلا تقلدوه دینکم“ (۱) مطلب یہی ہے بلکہ بیہقی کی مرفوع حدیث میں ہے مجھے اپنی امت پر سب سے بڑا ڈر علماء کی لغزش کا ہے (۲) یعنی وہ غلطی کر لیں اور لوگ ان کی تقلید میں پھنس جائیں۔

برادران! ایسے اقوال بے شمار موجود ہیں جو مذمت تقلید پر وارد کئے جاسکتے ہیں اور جن سے رائے کی رائی سے کائی ہو جاتی ہے، لیکن آئیے میں آپ کو ایک حدیث سناؤں۔ ”ابن عبدالبر میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”تعمل هذه الامة برهة بكتاب الله وبرهة بسنة رسول الله ﷺ ثم يعملون بالرأى فاذا فعلوا ذالك فقد ضلوا“ (۳) یعنی ایک زمانہ تک تو میری امت کا عمل قرآن و حدیث پر

(۱) اعلام الموقعین ج ۱ ص ۲۱۶ میں ہے ”عن ابی البحتری قال سلمان کیف انتم عند ثلاث زلة عالم وجدال منافق بالقرآن ودنيا تقطع اعناقكم فاما زلة العالم فان اهتدى فلا تقلدوه دينكم واما مجادلة منافق بالقرآن فان القرآن منار كمنار الطريق فماعدتكم منه فخذوه ومالم تعرفوه فكلوه الى الله واما دنيا تقطع اعناقكم فانظروا الى من هو دونكم ولا تنظروا الى من هو فوقكم“

(۲) وہ حدیث یہ ہے ”قال رسول الله ﷺ ان اشد ما تخوف على امتي ثلاث زلة عالم وجدال منافق بالقرآن ودنيا تقطع اعناقكم (المدخل للبيهقي ص: ۴۴۳ اعلام ص: ۲۱۶) اور صاحب اعلام اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں ”ومن المعلوم ان المخوف في زلة العالم تقليده فيها لا لولا التقليد لم يخف من زلة صنفان من الناس اذا صلحا صلح الناس واذا فسد فسد الناس قيل من هم قال (اعلام ج ۱ ص: ۲۱۶)“

(۳) مستند ابو يعلى بحوالہ كنز العمال ج ۱ ص: ۱۶۱ فی الاعتصام بالكتاب والسنة

رہے گا لیکن اس کے بعد رائے پر عامل بن جائیں گے، جس سے گمراہ ہو جائیں گے۔

دوستو! اللہ کے رسول ﷺ کی اس صاف پیش گوئی اور لوگوں کی قیاسی باتوں کی تقلید کی کھلی مذمت کے بعد بھی کیا کوئی مسلمان ایسا ہے کہ تقلید کو گلے سے چمٹائے رکھے اور ماتھے پر بدنما کلنک کا ٹیکا لگائے رکھے اور پھر خوش رہے؟ حضور ﷺ کی اس سچی پیشین گوئی کے بالکل مطابق ہی واقعہ ہوا کہ بقول حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ چوتھی صدی کے بعد تقلیدی گھن گھر گھر لگ گیا اس وبائی ہوا کا زہریلا گیس مشرق سے مغرب تک پھیل گیا۔ فانا لله وانا اليه راجعون۔ ابن عبدالبر میں ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے خطبہ میں فرماتے ہیں ”اهل الراى اعداء السنن“ (۱) یعنی رائے قیاس والے سنتوں کے دشمن ہوا کرتے ہیں، اس فرمان پر نظر ڈال کر پھر موجودہ زمانے کی روش دیکھو کہ اہل حدیثوں سے ان تقلیدیوں کو کس قدر عداوت ہے؟ کہیں انہیں دشمنان امام کہہ کر لوگوں کو بھڑکاتے ہیں، کبھی منکرین رسول بتا کر لوگوں کو ہٹاتے ہیں، الغرض نت نئی چالیں چل کر اللہ والوں سے اللہ کے بندوں کو دور ڈال رہے ہیں۔

اف کہہ کے دم بخود تراد یونہ ہو گیا۔ دو حرف تھے کہ جس کا اک فسانہ ہو گیا دوستو! اہل حدیث نہ کسی امام کے دشمن، نہ نبی کے منکر، ہاں ان کا اگر قصور ہے تو یہ کہ نبوت کی کرسی پر کسی امام کو نہیں بٹھاتے، عرش خداوندی کسی نبی ولی کے لئے خالی نہیں کراتے، مانتے سب کو ہیں لیکن مراتب کے مطابق، فالحمد للہ۔

(۱) اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۱۹، اسی صفحہ میں ہے حضرت عمر بن الخطاب کہتے تھے، اصحاب الراى اعداء السنن اعیتهم الاحادیث ان يحفظوها وتفلت منهم ان يعوها واستحيوا حين سئلوا ان يقولوا لانعلم فعارضوا السنن برايهم فايأكم ايأهم، اور ایک بار فرمایا ايأكم واصحاب الراى فانهم اعداء السنن اعیتهم الاحادیث ان يحفظوها فقالوا بالرأى فضلوا واضلوا

دوستو! اگر کسی کی تقلید نہ کرنا اس کا نہ ماننا ہے تو تین اماموں کی تقلید اے خفیو! تم نے بھی چھوڑ رکھی ہے، بتلاؤ تم ان کے دشمن ہو، اور اگر باوجود ترک تقلید تم ان کے دوست ہو تو ہم بھی باوجود چاروں کی تقلید نہ کرنے کے چاروں کے ماننے والے ہیں، ہاں یہ ہمارا ایمان ہے کہ جس کی بات موافق شرع ہو جس کا قول قول خدا ہو جس کا لفظ لفظ حق ہو جس کی ایک ایک بات کا ماننا ہم پر فرض ہو، وہ ذات فقط رسول اکرم ﷺ کی ہے اور بس!

کھپ گئی آنکھوں میں کیا جلوہ نمائی تیری

مجھ کو کیا جانے کہ کیا بات خوش آئی تیری

آئیے! میں آپ کو ایک واقعہ سناؤں جس سے روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا کہ پیغمبر خدا ﷺ کی حدیث کے ہوتے ہوئے دوسرے بڑے سے بڑے شخص کی بات کی طرف جھکنا بھی کفر ہے۔

دو شخصوں میں ایک جھگڑا ہے ایک مسلمان ہے دوسرا یہودی یہ دونوں اپنا جھگڑا لے کر دربار نبوی میں حاضر ہوتے ہیں، یہاں سے فیصلہ سرزد ہوتا ہے جو یہودی کے موافق ہوتا ہے اور مسلمان کے خلاف، عدالت محمدی سے باہر نکل کر مسلمان کہنے لگا کہ چلو حضرت عمرؓ کے پاس چلیں اور ان سے بھی اس کا فیصلہ سنیں، جب یہ دونوں حضرت عمر فارق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ کو کل حال معلوم ہوا، یہ بھی سنا کہ دربار محمدی سے فرمان سرزد ہو چکنے کے بعد، حدیث رسول سن لینے کے بعد یہ میرے پاس آئے ہیں، آپ نے فرمایا اچھا تم ٹھہرو میں تم دونوں میں سچا اچھا اور دونوں کا فیصلہ کر دیتا ہوں، پھر آپ گھر میں گئے اور ننگی تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے واپس آئے اور اس مسلمان کا سر بھٹنے کی طرح اڑا دیا، اور فرمایا "هذا قضاء من لم يرض بقضاء رسول الله ﷺ" (۱) یعنی یہی فیصلہ ہے اس کا جو رسول ﷺ کے فیصلہ پر رضامند نہ ہو، حضور ﷺ کے

(۱) تفسیر کبیر اردو ص ۲۷۷ کرزن اسٹیم پریس دہلی

فرمان کے بعد بھی دوسروں کے اقوال ٹٹولے جب یہ خبر رحمۃ اللعالمین ﷺ کو پہنچی تو آپ سخت غصہ ہوئے اور فرمانے لگے عمر اب ایسا دلیر ہو گیا کہ کلمہ گو مسلمانوں کے بھی سر کاٹنے لگا، قریب تھا کہ حضور ﷺ قصاص لینے کا یعنی حضرت عمرؓ کے قتل کا حکم دیدیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ آیت نازل ہوئی (۱) ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِي مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا﴾

(۱) تفسیر ابن کثیر میں یہ واقعہ اس طرح ہے

"اختصم رجلان الى رسول الله ﷺ فقضى بينهما فقال المقضى عليه ردنا الى عمر بن الخطاب فقال رسول الله ﷺ نعم انطلقا عليه فلما اتيا اليه فقال الرجل يا ابن الخطاب قضى لي رسول الله ﷺ على هذا فقال ردنا الى عمر بن الخطاب فردنا اليك فقال اكذلك قال نعم فقال عمر مكا لكما حتى اخرج اليكما فاقضى بينكما فخرج اليهما مشتملا على سيفه فضرب الذي قال ردنا الى عمر فقتله وادبر الآخر فاتى الى رسول الله ﷺ فقال يا رسول الله ﷺ قتل عمر والله صاحبي ولولا اني اعجزته لقتلني فقال رسول الله ﷺ ما كنت اظن ان يجترئ عمر على قتل مومن فانزل الله فلا وربك الآية فهدردم ذلك الرجل وهرى عمر من قتله (تفسير ابن كثير) (عربی) ج ۱ ص: ۳۹۳ (بیروت)

اس آیت کے شان نزول کے سلسلے میں عام طور پر یہی واقعہ بیان کیا جاتا ہے لیکن اس آیت کے نزول کا صحیح سبب وہ واقعہ ہے جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت زبیرؓ کا جو رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے اور ایک آدمی کا کھیت کو سیراب کرنے والے نالے کے پانی پر جھگڑا ہو گیا معاملہ نبی ﷺ تک پہنچا آپ ﷺ نے صورت حال کا جائزہ لے کر جو فیصلہ دیا وہ اتفاق سے حضرت زبیر کے حق میں تھا جس پر دوسرے آدمی نے کہا کہ آپ نے یہ فیصلہ اس لئے کیا ہے کہ وہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی، حدیث کے الفاظ یہ ہیں "خاصم الزبیر رجلا من الانصار في شريجة من الحرة فقال النبي ﷺ اسق يا زبیر ثم ارسل الماء الى جارك فقال الانصاري يا رسول الله ان كان ابن عمك فتلون وجهه ثم قال اسق يا زبیر ثم احبس الماء حتى يرجع الى الجدر ثم ارسل الماء الى جارك واستوعى النبي ﷺ للزبیر حقه في شريجة الحكم حين احفظه الانصاري =

تَسْلِيمًا یعنی تیرے رب کی قسم وہ شخص مومن نہیں جو تیرے حکم کو دل کی خوشی سے گردن جھکا کر قبول نہ کر لیا کرے، چنانچہ یہ خون برباد کیا گیا بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آج سے فاروق کا لقب عطا ہوا "ملاحظہ ہوا بن کثیر ابن جریر وغیرہ" (۱)

مسلمانو! خیال کرو کہ فرمان نبوی حدیث مصطفوی ہوتے ہوئے جو شخص حضرت عمر فاروق جیسے القدر بزرگ صحابی کے قول کو تلاش کرے وہ بے ایمان اور واجب القتل ہو جائے پھر جو شخص باوجود حدیث نبوی کے، امام ابوحنیفہ امام شافعی امام مالک امام احمد کے اقوال کو نہ صرف تلاش کرے بلکہ ان کا ماننا اپنے ذمہ فرض و واجب سمجھے کیا وہ مسلمان رہ سکتا ہے؟ لیکن آہ! آج حضرت عمرؓ جیسے غیور مسلمان ہم کہاں سے ٹولیں؟ آج تو بات بات پر کوئی باپ دادوں کے رسم و رواج پیش کرتا ہے کوئی اپنے پیروں فقیروں کی باتیں لاتا ہے کوئی اماموں اور مجتہدوں کی تقلید کرتا ہے، کوئی ہدایہ اور کنز و قدوری کے فیصلے پراڑتا ہے۔

اسلام کی خوشی کوئی پامال کر گیا - دریائے انبساط چڑھاتھا اتر گیا شیرازہ سکون و تمنا نکھر گیا - وہ دن گذر گئے وہ زمانہ بدل گیا یا الہی ہو امام وقت کا جلدی ظہور - قافلہ اسلام کا بے تاج و بے سر ہو گیا ایسے ہی لوگوں کے حق میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے

= كان اشار عليهما يا امر لهما فيه سعة قال الزبير فما حسب هذه الآيات الانزلت في ذلك فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم (بخاری ج ۲ ص: ۶۶۰ کتاب التفسیر باب قوله فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم، ج ۱ ص: ۳۱۷ کتاب المساقاة باب سكر الانهار، و ص: ۳۷۳ باب اذا اشار الامام بالصلح فابى حكم عليه بالحكم البين، ابن ماجه اشرفی دیوبند ج ۱ ص: ۳ باب تعظیم حدیث رسول اللہ ﷺ والتفليظ على من عارضه

(۱) قرطبی، فتح الباری ج ۵ ص: ۴۸ کتاب المساقاة باب سكر الانهار (مطبوعه مكتبة اشرفيه ديوبند)

"اماتخافون ان تعذبوا اويخسف بكم ان تقولوا قال رسول الله وقال فلان" (دارمی) (۱) یعنی تم جو کہا کرتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا اور فلاں یوں کہتا ہے تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے عذابوں اور اپنے دھنسائے جانے سے نہیں ڈرتے ہو (۲) خود خداوند تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ﴾ (۳) یعنی اے ایمان والو نبی کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو، جیسے آپس میں ایک دوسروں سے اونچی اونچی آوازوں سے بولا کرتے ہو، خبردار میرے نبی کے سامنے یہ بے ادبی نہ کرنا ورنہ تمام نیکیاں غارت ہو جائیں گی، اور پتہ بھی نہ چلے گا۔ اور فرمان ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ (۴) ایمان والو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ سے آگے نہ بڑھو۔

میں بلبل نالان گلزار محمد ہوں - میں نرگس حیران دیدار محمد ہوں جاں سروپہ قمری دے بلبل گل رعنا پر - میں عاشق بے جان رخسار محمد ہوں مقلد دوستو! ذرا بتلاؤ کہ اصل تقلید واجب و فرض ہے یا کم سے کم جائز ہے یہ آپ نے کیسے جانا؟ یا تو تقلید کا واجب ہونا بھی دوسرے کی تقلید سے جانا ہے یا دلائل قرآن و حدیث سے معلوم ہوا ہے، اگر تقلید کا واجب ہونا بھی تقلید اجاتا ہے

(۱) دارمی ج ۱ ص: ۱۲۵ باب ما يتقى من تفسير حديث النبي ﷺ وقول غيره عنده قوله.

(۲) الانصاف ص: ۵۲ میں ہے "وعن قساعة قال حدث ابن سيرين رجلا بحديث عن النبي ﷺ فقال الرجل قال فلان كذا وكذا فقال ابن سيرين احد لك عن النبي ﷺ وتقول قال فلان كذا وكذا.

(۳) الحجرات ۲/۴۹

(۴) الحجرات ۱/۴۹

تو اس اصولی مسئلہ میں تقلید کیوں کی؟ اصولی مسائل میں تقلید تو خود مقلدین بھی جائز نہیں جانتے، پس جن کی تم تقلید کرتے ہو جبکہ وہ خود اصولی مسائل میں تقلید کے قائل نہیں تو تم نے تقلید اس اصولی مسئلہ کو کیوں مانا؟ پھر یہ بھی بتلائیے کہ تقلید واجب ہے اس میں تم نے تقلید کس کی کی؟ اگر چاروں اماموں میں سے کسی کی کی ہے، یوں کہو تو یہ غلط ہو گا کیونکہ چاروں میں سے ایک نے بھی نہیں کہا کہ میری تقلید کرو، دنیا کے پردے پر ان بزرگوں کا کوئی قول ضعیف بھی ایسا نہیں ملتا جس میں انھوں نے امت محمدیہ پر اپنی تقلید فرض و واجب بتلائی ہو، بلکہ ان بزرگوں سے تقلید کی ممانعت و حرمت مروی ہے، جیسے کہ آئندہ آ رہا ہے ان شاء اللہ۔

اور اگر کہو کسی اور کی تقلید سے تمہیں تقلید کی فرضیت معلوم ہوئی، تو ہم پوچھتے ہیں کہ وہ اور بھی مقلد تھا یا مجتہد؟ اور اگر وہ مجتہد تھا تو پھر وہی اعتراض ہے جو پہلے گذرا کہ تقلید اصولی مسئلہ ہے اور اصولی مسئلہ میں تقلید تو مقلد خود نہیں مانتے، پھر یہ بھی غلط ہے کہ کسی مجتہد نے تقلید کو واجب و فرض بتلایا ہو، پھر ہم پوچھتے ہیں کہ جب اتنے بڑے اصولی مسئلہ میں آپ نے ان چاروں اماموں کے علاوہ کسی اور کی تقلید کی تو پھر اسی اور کی تقلید مسائل فروعی میں کیوں چھوڑ دی؟ تعجب ہے کہ اصولی مسئلہ میں تو ایک شخص کو قائل مانا جائے کہ اس کی تقلید فرض ہے پھر اجتہادی چھوٹے چھوٹے فروعی مسائل میں اس کی تقلید کیوں چھوڑی جائے، پھر ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ جس امام کی تقلید کے تم دعویدار ہو جب تم نے دوسرے کی تقلید سے تقلید کی فرضیت کو مانا تو اس اگلے امام کی تقلید کہاں رہی؟ وہ باطل ہو گئی، اور اگر کہو کہ تقلید کی فرضیت کو تم نے دلائل قرآن و حدیث سے معلوم کیا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ جب آپ اتنے بڑے اہم مسئلہ کو قرآن و حدیث سے صحیح طور پر معلوم کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں تو چھوٹے چھوٹے فروعی مسائل کو قرآن و حدیث سے بطور اولیٰ معلوم کر سکتے ہیں، پھر تم نے تمہیں کا بدنما پٹہ اپنے گلے میں کیوں ڈالا؟ تحقیق کا وہ مادہ جو قدرت نے تمہیں عطا فرمایا تھا اسے جس طرح تقلید کی

فرضیت کے معلوم کرنے میں تم نے کام میں لیا دیگر مسائل کے معلوم کرنے میں بھی اسی کو کیوں کام میں نہ لو؟ پھر یہ بھی ہے کہ جب تم نے اصولی مسئلہ اور ایک زبردست معرکہ الآراء اصول اور ایسا شخص مسئلہ اپنے اجتہاد سے معلوم کر لیا تو پھر تم پر اجتہاد کے ہوتے ہوئے تقلید حرام ٹھہری، کیوں کہ تحقیق و تقلید دو متضاد حقیقتیں ہیں، جس طرح انسانیت و بہیمیت دو متحدہ اور متخالف حیثیتیں ہیں ایک کے ساتھ دوسری کا اجتماع محال ہے، پس مجتہد مقلد ہو نہیں سکتا، تم مجتہد ہو کر مقلد کیوں بنے؟ ہاں یہ بھی یاد رہے کہ اگر یوں فرمایا جائے کہ ہمارے نزدیک اصول مسائل میں بھی تقلید جائز ہے، تو پھر ہم یہ پوچھیں گے کہ یہ جواز کیسے معلوم کیا؟ اگر تقلید معلوم کیا ہے تو وہی اعتراض ہے جو پہلے جواب پر تھا، اور اگر کہا جائے کہ اجتہاد تو وہی اعتراض ہے جو اصل تقلید کے وجوب یا جواز کو اجتہاداً معلوم کرنے پر تھا، حالانکہ دراصل ہے بھی یہ غلط، سب کے نزدیک اصولی مسائل میں تقلید باطل ہے اور دراصل یہ جواب خود لا جوابی کا بین ثبوت ہے جس کے بعد کسی مزید بحث کی چنداں ضرورت ہی نہیں رہتی۔

یہی انداز گر ہے اس نگاہ برق آئیں کا - خدا حافظ ہے پھر اپنی متاع صبر و تمکس کا حنفی بھائیو! آؤ میں آپ کے گلے سے اس تقلیدی بدعت کے پٹے کو اتار پھینکوں، سنو! امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کو تم فرض و واجب کہتے ہو ان کی ہر بات کا ماننا اپنے ذمہ ضروری جانتے ہو وہ فرماتے ہیں، لا یحل لاحد ان یفتی بقولنا ما لم یعلم من این قلنا (حکامہ الفقیہ ابو الیث السمرقندی و حکامہ فی خزائن الروایۃ عن السراجیۃ و غیرہا) (۱) یعنی کسی کو حلال نہیں کہ ہمارے قول پر فتویٰ دے جب تک یہ نہ جان لے کہ ہم نے اسے کہاں سے کہا،

(۱) الانصاف فی بیان سبب الاختلاف ص: ۱۰۵ و عقد الجید ص: ۶ امام ابو حنیفہؒ کے اسی سے ملتے جلتے یہ اقوال بھی کتابوں میں مذکور ہیں "حرام علی من لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی (عقد الجید ص: ۶) لاینبی لمن لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی، الانصاف ص: ۱۰۳ =

صاف ثابت ہے کہ امام صاحب فرماتے ہیں لوگو! تم پر حرام ہے میرے قول کے مطابق کہنا جب تک تمہیں اس کی دلیل قرآن و حدیث سے معلوم نہ ہو، اور تقلید کہتے ہیں امام کی بات کو بے دلیل معلوم کئے مان لینے کو، اور امام صاحب اپنی بات کے بے دلیل ماننے کو یعنی اپنی تقلید کرنے کو حرام بتلاتے ہیں، پس ان کی تقلید بھی یہی ہے کہ تقلید چھوڑ دی جائے، بلکہ تقلید کو حرام مانا جائے۔

دوستو! اگر آئین اس لئے آہستہ کہتے ہو کہ بقول تمہارے امام صاحب نے یہی فرمایا ہے رفع الیدین اس لئے نہیں کرتے کہ امام صاحب نے منع فرمایا ہے تو پھر تقلید کیوں کرتے ہو؟ جسے امام صاحب حرام بتلائیں، الغرض تقلید بھی ترک تقلید کو مستلزم ہے، اگر قرآن حدیث کے کہنے سے، اگر ہم اہل حدیثوں کے کہنے سے تقلید امام سے باز نہیں آتے نہ سہی، خود امام کے کہنے سے تو اس سے باز آؤ۔

آہستہ خرام بلکہ مخرام - زیر قدمت ہزار جان است
برادران! اس سوال کا جواب بھی دیانت داری سے دو کہ جس امام کو مجتہد مطلق جان کر، تمام علوم سے واقف مان کر ہر مسئلہ میں اس کے قول کو حق جان کر آپ نے اس کی تقلید اپنے اوپر واجب کر لی، آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ ایسے ہی تھے؟ اگر آپ کو بطور خود اپنی علمی قوت سے یہ بات معلوم ہوئی ہے تو آپ پورے مجتہد ٹھہرے پھر آپ پر تقلید حرام ہو گئی، اور اگر آپ نے یہ بھی تقلید امان لیا ہے تو یہ مسئلہ علمی ہے علم والے علماء اس کو پرکھ سکتے ہیں اور تم اپنے تئیں مقلد کہتے ہو مقلد کو علم سے کیا سروکار، جہل سے علم کی شناخت نہیں ہو سکتی اور اگر آپ کہیں کہ

= فتاویٰ سراجیہ ص: ۱۵۶ میں اس قول کی نسبت امام ابو یوسف و زفر وغیرہ کی جانب کی گئی ہے عبارت اس طرح ہے "و عن ابی یوسف و زفر و غیرہما رحمہم اللہ انہم قالوا لا یحل لاحد ان یتقی بقولنا ما لم یعلم من ابن قلنا، بلکہ عقد الجید ص: ۴۳ میں ہے کہ تمام فقہاء نے اپنی تقلید اور دوسروں کی تقلید سے روکا ہے۔ الفاظ یہ ہیں: فان ہولاء الفقہاء کلہم قد نہوا عن تقلید ہم و تقلید غیر ہم فقد خالفہم من قلد ہم

نہ میں نے اسے تقلیداً مجتہد مانا ہے نہ اجتہاداً، بلکہ اوروں سے میں نے یہی سنا ہے، تو ہم پوچھتے ہیں جن سے آپ نے یہ سنا ہے وہ مجتہد تھے یا مقلد؟ اگر آپ کہیں مجتہد تھے تو ہم پھر کہیں گے کہ ان کا مجتہد ہونا آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ پھر آپ کا وہی جواب ہوگا جو اس سے پہلے تھا اور اس پر ہمارا بھی وہی اعتراض ہوگا جو اس سے پہلے تھا اور پھر ہم یہ بھی کہیں گے کہ تقلید شخصی اس کے منافی ہے، کہ آپ اپنے اصلی امام کی بھی تقلید کریں، اور وہ مجتہد تھا اس بارے میں دوسرے کی تقلید کریں، اور اگر آپ فرمائیں کہ وہ جن سے آپ نے سنا ہے مقلد تھا تو پھر وہ خود اجتہاد سے بے بہرہ تھا، مجتہدوں میں سے کسی کو اعلیٰ اور کسی کو ادنیٰ، کسی کو برحق اور کسی کو بر باطل مان لینے کا اسے کیا اختیار تھا؟ جس طرح تقلید کی وجہ سے آپ علم سے خالی اسی طرح وہ بھی، پھر اس کی بات کو آپ نے کیسے تسلیم کر لی؟

ہاں ضرورت ہے خدا کے لئے نادم ہو جا - کر رہا ہے تیرے اغماض کا شکوہ کوئی
اس سوال کو بھی سوچو، کیا عجب آپ کا نفس اگر اس میں خیر باقی ہے اور تعصب نے دل کو اندھا نہیں کر دیا تو آپ کو خیر کی طرف مائل کر دے، کہ آپ نے کیسے معلوم کر لیا؟ کہ اختلافی مسائل میں آپ کے امام ہی حق و صواب پر ہیں، اور دوسرے امام اور مجتہد جو ان کے خلاف ہیں باطل اور ناصواب پر ہیں؟ اگر آپ فرمائیں میں نے خود تحقیق کر لی ہے تو ہم کہیں گے کہ تقلید کرنے والے کو تحقیق کہاں نصیب؟ بوجہ عدم علم کے تو تقلید کی ضرورت پڑی، پھر تحقیق اور علم اور وہ بھی اتنا کہاں؟ کہ آپ مجتہدین میں حکم بن کر فیصلہ کر سکیں کہ فلاں برحق اور فلاں بر غلط، پھر خیال فرمائیے کہ آپ تابع ہیں متبوع نہیں، یہ کام متبوع کا ہے کہ وہ فیصلہ کرے تابع کا نہیں کیا سچ مچ آپ میں یہ قابلیت ہے کہ آپ اسے فیصلہ کر سکیں؟ کہ امام شافعیؒ امام مالکؒ، امام احمدؒ، تینوں غلط راہ پر ہیں اور امام ابو حنیفہؒ صحیح اور سچے راستے پر ہیں؟ اگر فی الواقع اتنی قابلیت آپ میں ہے تو جن کا

بر باطل اور برحق ہونا آپ سمجھ سکتے ہیں ان کی تقلید آپ خود کیوں کریں؟ جن کے محاکے اور فیصلے آپ کر سکتے ہیں ان کی بات کا بے دلیل ماننا آپ اپنے ذمہ فرض و واجب کیوں جانیں؟ اور اگر آپ فرمائیں کہ ہم نے یہ معلوم ہی نہیں کیا کہ کون حق پر ہیں اور کون ناحق پر؟ تو ہم آپ سے کہیں گے کہ جب حق و ناحق کا علم ہی نہیں تو پھر اسے کیوں مانتے ہیں؟ اس سے بڑھ کر اور ظلم کیا ہوگا کہ ایک انسان انسان ہو کر امور مذہبی حلال حرام جانے، کہے کہ فلاں کام فلاں چیز حلال، فلاں کام فلاں چیز حرام، اور اسے علم ہی نہ ہو کہ فی الواقع یہ حلال یا حرام ہے بھی یا نہیں؟ یہ تو خدا پر اور اس کے رسول ﷺ پر جھوٹ بولنا ہوا، خدا فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ السُّنُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ، إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ﴾ (۱) یعنی اپنی زبانی حلال و حرام کہہ کر خدا پر جھوٹ بہتان نہ باندھو ایسے لوگ نجات سے محروم ہیں۔

اور اگر آپ جواب دیں کہ میں نے اپنے امام کا برسر حق ہونا، ان کے بتلائے ہوئے مسائل کا سچ ہونا تقلید اُجانا ہے تو ہم کہیں گے کہ آپ خود انصاف کیجئے کہ تقلید کرنے والا تو دلیل کا مطالبہ ہی نہیں کرتا، پھر اسے حق و ناحق، صحیح و باطل، جھوٹ سچ کا علم کہاں سے ہو گیا؟ اور بے علمی کی حالت میں یہ فیصلہ کہ تمام امام اور مجتہد غلطی پر ہیں اور صواب پر میرے ہی امام ہیں یہ کس قدر مضحکہ خیز فیصلہ ہے؟ پھر تقلید برحق کے احقاق سے روکنے والی چیز ہے اور جو چیز انسان کو حق سے اور تحقیق حق سے روکے وہ خود غیر پسند نامرضیہ اور باطل چیز ہے، لہذا تقلید دین خدا میں دین کو ہاتھ سے چھیننے والی چیز ثابت ہوگی۔

پھر ہم یہ بھی کہیں گے کہ تمام اہل تقلید اس امر پر متفق ہیں کہ مجتہد سے غلطی بھی ہوتی ہے اور وہ ٹھیک بات تک بھی پہنچتا ہے، جب دونوں امر کا احتمال ہے

تو صرف ایک امر کی طرف جھک جانا اور دوسرے امر سے آنکھیں بند کر لینا کس بے طرح انصاف کے گلے پر کند چھری پھیرنا ہے؟ دنیا کے لوگو! انصاف کی طرف آؤ اور جن کی باتوں میں حق و باطل دونوں کا احتمال ہے انہیں ماننا چھوڑ دو، ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن شرمندگی کے ساتھ بچھتاوا کرنا پڑے بِسْمِ اللَّهِ اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا۔ (۱)

دوستو! آؤ ان کی باتوں کی طرف جو سرا سر حق ہیں جن کی بابت خدائے عالم فرماتا ہے ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ (۲) یعنی ہمارے نبی بغیر ہماری وحی کے کوئی بات شرع میں جاری نہیں کرتے، جن کا ہر قول قول خدا ہے، جن کی ہر حدیث واجب التعمیل قابل تسلیم ہے۔

برسر تقریر تھے کس کے لب جادویاں

تک رہی تھیں بلبلیں منہ گل سراپا گوش تھا

مقلد دوستو! تم جو اپنے امام کے قول کو حق کہہ کر اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہو عمل کرتے ہو، حالانکہ قول امام میں دونوں احتمال ہیں ممکن ہے قرآن و حدیث کے مطابق ہو اور واقعی حق ہو اور ممکن ہے قرآن و حدیث کے خلاف ہو اور بالکل باطل ہو، تم اسے حق جان کر بلا تحقیق اس کے مطابق عمل کرتے ہو اور فتویٰ دیتے ہو، کیونکہ تقلید نے تم سے تحقیق کا منصب چھین لیا ہے، پس آؤ اس حدیث کو سنو اور اللہ سے ڈر جاؤ اور اس اندھی تقلید کو الوداع کہو، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

القضاة ثلاثة قاضيان في النار وقاض في الجنة فالقاضيان اللذان في النار قاض قضى بغير الحق وقاض قضى بالحق وهو لا يعلم انه

الحق والذى فى الجنة قاض قضى بالحق وهو يعلم انه الحق . (۱)
یعنی امور شرعی مسائل دینی کا حق و باطل کا فیصلہ کرنے والے تین قسم کے ہیں جن میں سے دو قسم کے تو جہنمی ہیں اور ایک قسم کے جنتی ہیں، جس نے حق کے بغیر فیصلہ کیا وہ بھی جہنمی ہے، جس نے گو فیصلہ حق اور صحیح کیا لیکن خود اسے علم نہیں وہ بھی جہنمی ہے، جنتی وہ ہے جو علم کے ساتھ حق تک پہنچا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا۔

پس جب کہ آپ مقلد بغیر علم کے کسی مسئلہ کی نسبت فیصلہ کریں کہ یہ حق ہے اور دراصل بھی وہ حق ہی ہو، تاہم آپ خدا کی وعید میں ہیں اور سزا کے مستحق ہیں، پس اللہ اپنے تئیں عذاب خدا سے بچانے کے لئے اس اندھا پن کو ترک کرو، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ تم اپنے امام کے قول کی وجہ سے کسی چیز کو حلال کہو اور دراصل ہو بھی وہ حلال، لیکن تاہم چونکہ تم نے اسے بے دلیل حلال کہی، خدا کے ہاں کا مواخذہ باقی رہا، اور اگر فی الواقع قول امام قول خدا یا قول رسول کے خلاف تھا پھر تو جرم ذیل ہو گیا اور سزا بھی بڑھ گئی اور یہ مسلم ہے کہ امام نبی نہ تھے مجتہد تھے اور ”المجتہد یخطئ ویصیب“ (۲) اصول کا مسئلہ ہے، یعنی مجتہد سے کبھی

(۱) ابوداؤد ج ۲ ص ۵۰۳ کتاب القضاء میں یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ ہے ”عن ابن بريدة عن ابيه عن النبی ﷺ قال القضاة ثلاثة واحد فى الجنة واثنان فى النار فاما الذى فى الجنة فرجل عرف الحق فقضى به ورجل عرف الحق فجار فى الحكم فهو فى النار ورجل قضى للناس على جهل فهو فى النار، اور صحيح الجامع الصغير للشيخ الالبانى میں یوں ہے ”قاضیان فى النار وقاض فى الجنة قاض عرف الحق فقضى به فهو فى الجنة وقاض عرف الحق فجار متعمدا او قضى بغیر علم فهما فى النار“

الفاظ کے اختلاف کے ساتھ یہ روایت بخاری، مسلم، مستدرک حاکم، طبرانی، المدخل للبیہقی، الکامل لابن عدی اور کنز العمال (ج ۶ ص ۴۶) میں بھی ہے۔

(۲) فتاویٰ شامی ج ۱ ص ۱۳۹

غلطی ہو جاتی ہے اور کبھی وہ صحیح بات تک پہنچ جاتا ہے۔

ہاں اسے بھی خیال فرمائیے کہ اگر آپ کہیں ہمارے امام کے کل مسائل حق ہیں تو تینوں اور اماموں کے کل مسائل باطل ہو جائیں گے، قرآن کا فیصلہ ہے ﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ﴾ (۱) حق کے سوا جو ہے وہ گمراہی ہے پھر آپ کا یہ کہنا غلط ہو جائے گا کہ چاروں امام اور چاروں مذاہب برحق ہیں۔

خفی دوستو! اور انصاف پسند بھائیو! ذرا اندھیر نگری کو تو دیکھو کہ آج ان جدید مذاہب نے کس قدر مضبوط جڑیں دنیا کے دلوں میں جمالی ہیں کہ اگر کوئی شخص آمین، رفع الیدین کر کے کہہ دے کہ میں شافعی ہوں شافعی مذاہب میں یہ ہے تو وہ چھوٹ جائے، لیکن اگر آمین رفع الیدین کر کے کہہ دے کہ میں محمدی ہوں میں نے یہ افعال اس لئے کئے ہیں کہ حدیث میں ہیں، رسول اللہ ﷺ نے کئے ہیں، تو اس پر دنیا بھر کی ملامتیں ہونے لگیں۔ وہ برادری سے خارج کر دیا جائے اس سے دشمنی باندھی جائے، اسے ہر طرح سے نقصان پہنچایا جائے اور ذلیل کیا جائے اس پر امام کا دشمن ہونے کی تہمت لگائی جائے، اسے لاندہب کہا جائے، بے دین سمجھا جائے، خفی کہہ کر آرام کی زندگی بسر ہو سکتی ہے، لیکن محمدی ہو کر دنیا میں رہنا مشکل ہو گیا ہے۔ خفیو! غور کرو کسی کی دنیا بگاڑ کر اپنا دین نہ بگاڑو! اللہ ہمیں نیک سمجھ دے اور ہم سب ایک دل ہو کر فرمان رسول کے پیچھے لگ جائیں۔

میں بلبل نالان گلزار محمد ہوں = میں زرگس حیران دیدار محمد ہوں
جاں سرو پہ قمری دے بلبل گل رعنا پر = میں عاشق بے جان رخسار محمد ہوں
مسلمانو! تعلیم اسلام کا خلاف کرنے کے وقت منصب نبوت غیر نبی کو دینے کے وقت اتنا تو سوچو کہ کس کا ساتھ توڑتے ہو اور کس کا ساتھ جوڑتے ہو؟ کیا قیامت کے دن شفاعت عامہ کے لئے نبی کھڑے ہونگے یا امتی؟ کیا امتی امتی زبان سے کہنے والے محمد مصطفیٰ ﷺ ہوں گے یا کوئی مجتہد اور فقیہ؟

گل ہے اگر بدن تو پسینہ گلاب ہے - صل علی وہ جسم رسالت مآب ہے
اگر تقلید ہی پر نجات کا دار و مدار ہے تو بتلاؤ تو صحابہ نے کس کی تقلید کی؟
تابعین کس کے مقلد تھے؟ تبع تابعین کے گلے میں کون سا تقلید کا پھندا تھا؟ خود
چاروں امام کس کے مقلد تھے؟ پھر کیا یہ سب لوگ نجات سے محروم ہیں؟ اگر دین
اسلام میں تقلید کا بھی کوئی حصہ ہوتا تو امت محمدیہ میں جو سب سے افضل تھے
یعنی حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، ان کی تقلید کی جاتی، یا حضرت فاروق
اعظم یا حضرت ذوالنورین یا حضرت علی مرتضیٰ کی امور مذہبی میں تقلید کی جاتی، مگر
نہ کسی نے ان کی تقلید کی نہ خود انھوں نے کسی کو اپنی تقلید کرنے کو فرمایا، پھر آج تم
جوان سے ہزار ہا درجہ کم لوگوں کی تقلید نہ صرف کرتے ہو بلکہ اسے فرض و واجب
جانتے ہو، نجات کا دار و مدار سمجھتے ہو، بتاؤ تو اس ظلم کا جواب خداوند قدوس کے
سامنے کیا دو گے؟ کیا تم نے نہیں سنا کہ اگلے مقلدین کو خدا نے مشرک فرمایا ارشاد
ہوتا ہے ﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ (۱) یعنی
ان لوگوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو خدا بنا لیا تھا رسول اللہ ﷺ فرماتے
ہیں انہیں خدا ماننا بھی تھا کہ جس چیز کو وہ بلا دلیل حلال بتلاتے تھے، وہ اسے صرف
ان کے قول کی وجہ سے حلال جانتے تھے اور ان کی حرام بتلائی ہوئی چیز کو حرام
کہتے تھے (ترمذی ص: ۳۶ ج ۲) (۲) اور جگہ فرمان ہے ﴿وَلَا يَتَّخِذْ بَعْضُنَا
بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ (۳) یعنی خدا کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو رب نہ

(۱) التوبة ۳۱/۹

(۲) عن عدی بن حاتم قال اتیت النبی ﷺ وفی عنقی صلیب من ذهب فقال
یاعدی اطرح عنک ہذا الوثن وسعته ویقرأ فی سورۃ برآۃ اتخلدوا احبارہم
ورہبانہم اربابا من دون اللہ قال اما انہم لم یکنوا یعبدونہم ولکنہم کانوا اذا
احلوا شینا استحلوه واذا حرموا علیہم شینا حرموه (ترمذی ج ۲ ص: ۱۳۰)
(۳) آل عمران ۶۳/۳

بنائیں، خداوند تعالیٰ کا اور جگہ ارشاد ہے ﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ
الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ﴾ (۱) کیا لوگوں نے ایسے شریک خدا مقرر کر رکھے
ہیں جو ان کے لئے وہ باتیں شریعت میں مقرر کر دیں جو خدا نے تعالیٰ کی بتلائی
ہوئی نہ ہوں، مولانا روم مثنوی ج ص: ۲۸۶ میں لکھتے ہیں ”نشايد مقلد را مسلمان
دانستن“ یعنی مقلد کو مسلمان نہ جاننا چاہئے، شیخ سعدی بوستان کے آٹھویں باب
میں لکھتے ہیں۔ (۲)

عبادت بہ تقلید گمراہی است = خنک رہ روئے را کہ آگاہی است
یعنی جو عبادت تقلید کے ساتھ کی جائے گمراہی ہے وہی مسافر مستحق مبارکباد
ہے جو اپنی منزل سے آپ آگاہ ہو، قرآن حکیم کا فرمان ہے ﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ
بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ (۳) جو کتاب اللہ و سنت رسول
اللہ ﷺ پر فیصلہ نہ کرے وہ کافر ہے۔ منافقوں کا ایک وصف کتاب اللہ میں یہ
بھی بیان ہوا ہے کہ ﴿يُرِيدُونَ أَنْ يُتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ﴾ (۴) یعنی وہ
خدا رسول کے سوا اوروں کے فیصلے ماننا چاہتے ہیں اور جگہ فرمان ہے ﴿وَلَبِئْسَ
اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ
وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ﴾ (۵) یعنی وحی خداوندی کے آجانے کے بعد اگر تو نے ان کی
خواہشوں کی پیروی کی تو خدا کے ہاں نہ تو حیرا کوئی دوست ہوگا نہ مددگار۔

اللہ اللہ! آج وہ زمانہ آگیا کہ ہمیں مسلمانوں کو، کلمہ گویوں کو یہ سمجھانے کی
ضرورت پڑی کہ صرف رسول اللہ کی ذات ہی ایسی ہے جن کی ہر بات کا ماننا
امت پر واجب و فرض ہے، جن کی ایک ایک بات خدا کی طرف سے ہے اور اصل
شرع ہے، کوئی اور امام، فقیہ، عالم، مجتہد، محدث، زندہ، مردہ اس مرتبہ کا نہیں۔ آہ

(۱) الشوری ۲۱/۳۲

(۲) بوستان ص: ۲۵۰ حکایت سفر ہندوستان و ضلالت بت پرستان

(۳) المائدة ۵/۳۳ (۴) النساء ۴۰/۳ (۵) البقرة ۱۲۰/۲

وہ زمانہ بھی تھا کہ لوگ نام نبی ﷺ کے ساتھ بڑے بڑے سے کا نام لینا باعث ہلاکت جانتے تھے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حج میں تمتع کیا، تو ایک صاحب فرماتے ہیں خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سے منع فرمایا ہے اور خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اس سے منع فرماتے تھے، حدیث کے مقابلہ میں اتنا سنتے ہی بیساختہ آپ کی زبان سے نکل جاتا ہے۔ "اراهم سیہلکون اقول قال رسول اللہ ﷺ ویقولون قال ابوبکر وعمر" (۱) یعنی میں تو جانتا ہوں کہ یہ لوگ عنقریب تباہ و برباد کر دیئے جائیں گے کہ میں تو ان سے حدیث رسول بیان کرتا ہوں اور یہ اس کے مقابلے میں کہتے ہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یوں کہا اور عمر رضی اللہ عنہ نے یوں کہا۔

۲۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ ایک حدیث رسول بیان فرماتے ہیں ایک صاحب یہ سن کر کہتے ہیں کہ میری رائے میں یہ مسئلہ یوں ہوگا، آپ بے حد غضبناک ہو کر فرماتے ہیں کہ کوئی ہے جو ان کی خبر لے میں تو انہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث سناتا ہوں اور یہ مجھے اپنی رائے بتاتے ہیں خدا کی قسم میں اس جگہ نہ رہوں گا جہاں یہ ہیں۔

۳۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کا واقعہ اور فرمان مروی ہیں (۲)

(۱) مسند احمد ج ۱ ص: ۳۳۷۔ لیکن مسند احمد کے الفاظ یوں ہیں "عن ابن عباس قال تمتع النبی ﷺ فقال عروہ بن الزبیر نہی ابوبکر وعمر عن المتعة فقال ابن عباس ما یقول عروہ قال یقول نہی ابوبکر وعمر عن المتعة فقال ابن عباس اراہم سیہلکون اقول قال النبی ﷺ ویقول نہی ابوبکر وعمر"

(۲) عن ابی السخاری قال ذکر عبادة الصامت ان النبی ﷺ نہی عن درہمین بدرہم فقال فلان ماری بهذا باسا یدا بید فقال عبادة اقول قال النبی ﷺ ویقول لا یری بہا باسا لا یظلمنی وایاک سقف ابداء۔ دارمی ج ۱ ص: ۱۲۹ باب تعجیل عقوبة من بلغ عن النبی ﷺ حدیث فلم یعظمہ ولم یوقرہ۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حدیث سناتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے نہ روکو اس پر ایک صاحب فرماتے ہیں میں تو جانے نہ دوں گا اور وہ کو اپنا اختیار ہے یہ سنتے ہی صحابی رسول ﷺ تلملا اٹھتے ہیں اور فرماتے ہیں تجھ پر خدا کی پھٹکار پڑے تین مرتبہ یہی لفظ کہتے ہیں اور غضبناک ہو کر وہاں سے چل دیتے ہیں (۱)

۵۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حج میں تمتع کرنے کا مسئلہ دریافت کیا جاتا

(۱) ابن ماجہ ج ۱ ص: ۸ میں ہے "عن سالم عن ابن عمر ان رسول اللہ ﷺ قال لا تمتعوا اماء اللہ ان یصلین فی المسجد فقال ابن له انا لنمنعنہن فقال فغضب غضبا شديدا قال احد ثک عن رسول اللہ وتقول انا لنمنعنہن " اور عون المعبود ج ۱ ص: ۲۲۲ میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ ہے "قال عبد اللہ بن عمر قال النبی ﷺ ائذنوا للنساء الى المساجد باللیل فقال ابن له واللہ لا ناذن لهن فیتخذ نہ دغلا واللہ لا فاذن لهن قال فسبه وغضب وقال اقول قال رسول اللہ ﷺ ائذنوا لهن وتقول لا ناذن لهن۔ عبد اللہ بن جبیر نے طبرانی کی روایت میں سب مذکور کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ انھوں نے تین مرتبہ لعنت کی۔ دارمی ج ۱ ص: ۱۲۸ میں اس روایت کے الفاظ یوں ہیں۔ عن سالم عن ابن عمر ان رسول اللہ قال اذا استاذنت احدکم امراته الى المسجد فلا یمنعها فقال فلان ابن عبد اللہ اذا واللہ امنعها فاقبل علیہ ابن عمر فشمته شتمه لم ارہ شتمها احدا قبلہ ثم قال احدثک عن رسول اللہ وتقول اذا واللہ امنعها،

مسلم ج ۱ ص: ۱۶۳ باب خروج النساء الى المساجد میں ہے "ان عبد اللہ بن عمر قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا تمنعوا نساءکم المساجد اذا استاذنکم الیہا قال فقال بلال بن عبد اللہ واللہ لنمنعنہن قال فاقبل علیہ عبد اللہ فسبه سبا سینا ما سمعته سبه مثله قط وقال اخبرک عن رسول اللہ ﷺ وتقول واللہ لنمنعنہن۔ حدیث رسول کے مقابلہ میں اپنی بات کہنے والے لڑکے کے بارے میں مسلم کی ایک روایت میں فزبرہ اور ایک روایت میں "فضرِب فی صدرہ" بھی ہے اسی طرح مسند احمد ج ۲ ص: ۳۳ میں "فلطم صدرہ" ص: ۱۳۰ میں "فسبه" کا لفظ بھی موجود ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کے ان بیٹے کا نام صحیح مسلم کی روایت کے مطابق بلال یا اقد تھا اور مسند احمد میں ان کا نام سالم بتایا گیا ہے

ہے آپ فرماتے ہیں حلال ہے۔ سائل کہتا ہے آپ کے والد خلیفہ کثانی فاروق اعظم اس کو منع کرتے تھے آپ قصہ ہو کر فرماتے ہیں "امر ابی یسع ام امر رسول اللہ ﷺ" یعنی میرے باپ کے حکم کی تابعداری کی جائے گی یا رسول اللہ کے فرمان کی؟ (ملاحظہ ہو ترمذی شریف) (۱)

۶۔ حضرت وکیع رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حج میں اپنی قربانی کا اشعار کیا یعنی اونٹ کی کوہان کے داہنے زخم کر کے خون پونچھ ڈالا تو ایک اہل رائے نے کہا امام ابو حنیفہ اور ان کے استاد اسے مکروہ بتلاتے ہیں (۲) اس پر امام وکیع بہت بگڑے اور فرمایا میں تو کہتا ہوں حضور ﷺ نے اشعار کیا اور تو دوسروں کے نام لیتا ہے تو اس لائق ہے کہ تجھے قید خانے میں ڈال دیا جائے اور جب تک اپنے اس قول سے توبہ نہ کرے نہ نکالا جائے۔ (۳)

صحابہ اور تابعین کے اس قسم کے واقعات بے شمار حدیث و تاریخ کی کتابوں

(۱) عن ابن شہاب ان سالم بن عبد اللہ حدثہ انہ سمع رجلاً من اہل الشام وهو یسأل عبد اللہ بن عمر عن التمتع بالعمرة الى الحج فقال عبد اللہ بن عمر ہی حلال فقال الشامی ان اباک قد نہی عنہا فقال عبد اللہ بن عمر اریبت ان کان ابی نہی عنہا وصنعها رسول اللہ ﷺ امر ابی یسع ام امر رسول اللہ ﷺ فقال الرجل بل امر رسول اللہ ﷺ فقال لقد صنعها رسول اللہ ﷺ

(ترمذی ج ۱ ص: ۱۰۱ باب ماجاء فی التمتع)

(۲) تاریخ بغداد ص: ۳۹۰ میں ہے "اشعر رسول اللہ ﷺ واصحابہ وقال ابو حنیفۃ الاشعار مثلاً" ہدایہ ج ۱ ص: ۲۵۶ باب الاحرام میں ہے والاشعار مکروہ عند ابی حنیفۃ اور حاشیہ میں لکھتے ہیں "وابو حنیفۃ کفرہ هذا الصنع لانه مثله"

(۳) ترمذی ج ۱ ص: ۱۸۰ باب ماجاء فی اشعار البدن میں ہے "قال سمعت ابی السائب یقول کنا عند وکیع فقال لرجل ممن ینظر فی الراۃ اشعر رسول اللہ ویقول ابو حنیفۃ هو مثله قال الرجل فانه قد روى عن ابراهیم النخعی انہ قال الاشعار مثله قال فرأیت وکیعاً غضب شدیداً وقال اقول لک قال رسول اللہ ﷺ وتقول قال ابراهیم ما احقک بان تجلس ثم لا تخرج حتی تنزع عن قولک هذا"

میں مذکور ہیں (۱) لیکن آج ایک نہیں کئی ایک حدیثیں ایک حنفی کے سامنے بیان کر جائے اور ہوں اس کے مذہب کے خلاف، کیا مجال جو کبھی بھی کسی ایک پر عمل کر لے، کسی شافعی کے سامنے اس کے مذہب کے خلاف چاہے جتنی حدیثیں پڑھ دو لیکن ناممکن ہے کہ اس کے کان پر جوں تک رینگ جائے، ہاں تاویلیں کریں گے، تردید کریں گے، توڑ مروڑ کریں گے، سچ و تاب کھائیں گے، غرض کسی نہ کسی طرح حدیث کو نالیں گے۔

یاساعی الاسلام قم وانعه - قد زال عرف وبدا منکر

(۱) چند واقعات ملاحظہ فرمائیں

☆ حدث ابن سیرین رجلاً یحدث عن النبی ﷺ فقال رجل قال فلان کذا وکذا فقال ابن سیرین احدثک عن النبی ﷺ وتقول قال فلان وفلان کذا وکذا لا اکلمک ابداً. (دارمی ج ۱ ص: ۱۲۸ باب تعجیل عقوبۃ من بلغه عن النبی ﷺ حدیث فلم یعظمہ ولم یقرہ.)

☆ رأی عبد اللہ بن مغفل رجلاً من اصحابہ یخذف فقال لا تخذف فان رسول اللہ کان ینہی عن الخذف - او کان یکرہ - وانه لا ینکا بہ عدو ولا یصاد بہ صید ولكنه قد یفقا العین ویکسر السن ثم راہ بعد ذلك یخذف فقال الم اخبرک ان رسول اللہ ﷺ کان ینہی عنہ ثم اراک تخذف واللہ لا اکلمک ابداً. (ایضاً)

☆ عن خراش بن جبیر قال رأیت فی المسجد فتی یخذف فقال له شیخ لا تخذف فانی سمعت رسول اللہ ﷺ نہی عن الخذف ففعل الفتی فظن ان الشیخ لا یفطن له فخذف فقال له الشیخ احدثک الی سمعت رسول اللہ ﷺ ینہی عن الخذف ثم تخذف واللہ لا اشہد لک حنارۃ ولا عودک فی مرض ولا اکلمک ابداً (ایضاً ص: ۱۲۷)

یہ ہے حنفی مذہب کی بہترین کتاب ہدایہ:

دیکھئے ”لکھتے ہیں کہ ایک حدیث میں یوں آیا ہے پھر کہہ دیتے ہیں کہ اس پر عمل شافعی کا ہے (۱) یعنی شافعی مذہب والے اس حدیث پر عامل ہیں ہم حنفی ہیں ہمارے عمل کے لائق یہ حدیث نہیں، دوستو! یہ تیر میر کیسی؟ یہ بتو ارہ کیا؟ کیا نبی ﷺ کی حدیثیں اس درجہ پر رہ گئیں کہ تمہارے امام حکم دیں تو تم مانو؟ اور اگر یوں نہیں ہے بلکہ حدیث کو بغیر اجازت مذہب جدید کے بھی مانتے ہو تو لو اس حدیث کو مانو کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کا نکاح اس مہر پر کیا کہ اس کے خاوند کو جو قرآن یاد ہے وہ اسے یاد کرادے اور صاف فرمادیا ”زوجتکھا بما معک من القرآن“ (بخاری مسلم) (۲) لیکن آپ کے مذہب کا یہ حکم ہے کہ اس طرح نکاح نہیں ہو سکتا مہر میں مال ہونا چاہئے اور وہ بھی کم سے کم دس درہم (۳) دوستو! تم تو بے خبر ہو ذرا اپنے مولویوں کے پاس جاؤ ان سے پوچھو کہ یہ حدیث ہے؟ یقیناً وہ اقرار کریں گے، انکار کریں تو مشکوٰۃ کھول کر کتاب النکاح کے باب الصداق میں سے یہ حدیث دکھا دو، ترجمہ انہیں سے کراؤ، غلط کریں تو ترجمہ والی مشکوٰۃ پیش کرو پھر ان سے کہو کہ کیا حنفی مذہب میں بھی یہ جائز ہے؟ ہم حنفی بھی ایسا کر سکتے ہیں؟ وہ یقیناً انکار کریں گے پس تم اس وقت روایت کو مانو، رائے کو چھوڑو، اگر تمہارے دل میں نبی کی محبت ہے تو ناممکن ہے کہ ان کی حدیث کی محبت نہ ہو، اسی محبت کو یاد دلا کر میں آپ سے کہتا ہوں کہ اس مذہب سے دست بردار ہو جاؤ جس کی پابندی تمہیں حدیث سے دست بردار کر رہی ہے، تم اس تقلید کی

(۱) دیکھئے ہدایہ ج ۱ ص: ۸۷ (مطبع دیوبند)

(۲) بخاری ج ۲ ص: ۷۷۲ کتاب النکاح، مسلم ج ۱ ص: ۳۵۷ باب الصداق وجواز کونہ تعلیم القرآن وخاتم حدید الخ

(۳) ہدایہ ج ۱ ص: ۳۲۳ میں ہے ”واقل المہر عشرة دراهم“

گردن پر چھری پھیر دو جو تم سے حدیث کے گلے پر چھری پھروائے۔

یا ہاتھ توڑے جائیں گے یا کھولیں گے نقاب

سلطان عشق کی یہی فتح و شکست ہے

مہر کی حد بندی جو کی ہے کہ دس درہم سے کم نہ ہو یہ بھی رائے کا رگڑا ہے ورنہ ابو داؤد میں حدیث ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”من اعطی فی صداق امرأته ملاً کفیه سویقاً او تمرّاً فقد استحل“ (۱) یعنی جس نے اپنی بیوی کی مہر میں ایک لپ بھر کر ستویا کھجوریں دیدیں اس نے اسے حلال کر لیا، ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ صرف دو جو تیاں مہر میں دینی کر کے ایک صحابی نے بنو فزارہ کی ایک عورت سے نکاح کیا جسے آپ نے برقرار رکھا، (۲) حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا مسلمان ہوتی ہیں، ابو طلحہ ان کے پاس مانگا (پیغام نکاح) بھیجتے ہیں یہ فرماتی ہیں اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو میں تم سے نکاح کر لوں اور یہی تمہارا اسلام لانا ہی میرا مہر ہے، چنانچہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اسلام میں داخل ہوتے ہیں نکاح ہو جاتا ہے اور اسلام ہی مہر ٹھہرتا ہے ملاحظہ ہونائی شریف۔ (۳)

(۱) ابو داؤد ج ۲ ص ۲۸۷ باب قلة المہر (مکتبہ اشرفیہ دیوبند)

(۲) ترمذی ج ۱ ص: ۲۱۱ میں ہے ان امرأۃ من بنی فزارہ تزوجت علی نعلین فقال رسول اللہ ﷺ ارضیت من نفسک و مالک بنعلین قالت نعم قال فاجازہ

(۳) عن انس قال تزوج ابو طلحہ ام سلیم فكان صداق مابینہما الاسلام اسلمت ام سلیم قبل ابی طلحہ فخطبها فقالت انی قد اسلمت فان اسلمت نکحت فاسلم فكان صداق مابینہما (النسائی ج ۲ ص: ۱۷۰) التزویج علی الاسلام، مشکوٰۃ ص: ۲۷۷ باب الصداق

مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ اگر کسی نے مہر کے طور پر ایک کوڑا دیا تو بھی عورت حلال ہے بلکہ بیلو کی سواک پر بھی نکاح کر سکتا ہے الفاظ یوں ہیں

”لاباس ان يتزوج الرجل ولو بسوط“ (مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص: ۱۷۸)

لوا صدقها سوطاً لحلت به (مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص: ۱۷۹)

يتزوج الرجل ولو بسواک من اراک (مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص: ۱۷۹)

ان صاف اور صحیح روایتوں کے خلاف رائے والوں نے مسئلہ گھڑا اور ان روایتوں کو تو ٹال دیا لیکن پھر رائے کے رگڑے نے اس راہ پر ڈالا جہاں سے رہائی مشکل، یعنی اسلام یا قرآن پر تو مہر بندھ نہیں سکتا، (۱) لیکن ہاں کسی ذمی مرد نے کسی ذمیہ عورت سے نکاح کیا اور شراب یا سورمہر میں مقرر کیا پھر دونوں مسلمان ہو گئے تو بھی مہر یہی رہے گا یعنی سور یا شراب مہر کا دیدے یہی حکم اس وقت بھی ہے جب دونوں میں سے ایک مسلمان ہو جائے، ملاحظہ ہو ہدایہ یوسفی ج ۲ ص: ۳۱۸ (۲)

ناظرین کرام! آئیے میں آپ کو بتاؤں کہ رائے کو ماننے والے کس طرح روایت رد کرتے ہیں یہ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ صحابہ کرام آل حضرت ﷺ کے ساتھ جہاد کرتے تھے زخمی ہوتے تھے اور نمازیں پڑھا کرتے تھے، چنانچہ بخاری شریف پارہ اول باب ”من لم یبر الوضوء“ (۳) میں ہے نبی ﷺ غزوات ذات الرقاع میں تھے وہاں ایک مسلمان صحابی کسی کافر نے تیر مارا جس سے ان کے بدن سے خون اچھل اچھل کر بہنے لگا اور انھوں نے اسی حالت میں نماز ادا کی، حضرت حسن فرماتے ہیں مسلمان برابر اپنے زخموں کی حالت میں نمازیں

نوٹ: یہاں مصنف عبدالرزاق کے اس نسخے کا حوالہ لکھا گیا ہے جس کی تحقیق محدث کبیر حبیب الرحمن اعظمی رحمہ اللہ نے کی ہے، اب تو ان کے معتقدین کا فرض ہے کہ اس مسئلہ کو دل و جان سے مان لیں یہ بھی ان کی تقلید ہی ہے

(۱) ہدایہ ج ۱ ص: ۳۲۷ باب المہر میں ہے ”وان تزوج امرأة علی خد متہ ایامہا منۃ او علی تعلیم القرآن فلہا مہر مثلہا“

(۲) الفاظ یہ ہیں ”فان تزوج الذمی ذمیہ علی خمر او خنزیر ثم اسلم او اسلم احدہما فلہا الخمر والخنزیر“ (ہدایہ ج ۲ ص: ۳۱۸)

(۳) باب من لم یبر الوضوء الا من المخرجین القبل والدبر

ادا کیا کرتے تھے وغیرہ (۱) لیکن حنفی مذہب میں ہے کہ خون ناپاک ہے اگر کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا ناپاک ہو جاتا ہے اور اس حالت میں اگر نماز پڑھے گا تو نماز نہ ہوگی، یہاں تو رائے سے اس روایت کو رد کر دیا شہید کے خون کو جو راہ خد میں بہا ہے جو خدا کو دنیا و مافیہا سے زیادہ پیارا ہے، ناپاک قرار دیا، یہ خون کپڑے پر لگ جائے تو نماز نہ ہوگی، یہ فتویٰ دیا بلکہ فتاویٰ قاضی خاں جو حنفی مذہب کی بہت بڑی معتبر کتاب ہے اس کی جلد اول ص: ۲۱ بر حاشیہ عالمگیری مصری میں ہے (۲) ”ان اصاب دم الشہید ثوب انسان افسدہ“ یعنی اگر شہید کا خون کسی انسان کے کپڑوں میں لگ گیا تو اس کے کپڑے ناپاک ہو گئے، لیکن پھر قیاسی حضرات کا فتویٰ ہے جو اسی قاضی خاں کے اسی صفحہ میں ہے ”اذا نام الکلب علی حصیر المسجد“ (۳) یعنی ایک کتا جس کا جسم پانی میں بھیگا ہوا تھا مسجد کی چٹائی یا بورے پر سو گیا اگر ناپاکی کا اثر بورے یا چٹائی پر نہ پایا جائے تو وہ ناپاک اور نجس نہیں، سنا شہید کے خون کی چھینٹیں ناپاک کتے کے بھیگے ہوئے بدن کی چھینٹیں پاک، شہید کے خون والے کپڑے سے نماز ناجائز، ہاں پیشاب کی باریک چھینٹیوں والے کپڑے پاک، ان سے نماز جائز، چنانچہ حنفی مذہب کی معتبر کتاب مراقی الفلاح مصری جلد اول ص: ۹۰ میں ہے

(۱) یذکر عن جابر ان النبی ﷺ کان فی غزوة ذات الرقاع فرمی رجل بسهم فنزفه الدم فرکع وسجد ومضى فی صلوة وقال الحسن مازال المسلمون یصلون فی جراحاتهم. (بخاری ج ۱ ص: ۲۹ کتاب الوضوء)

(۲) فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص: ۱۱

(۳) پوری عبارت یوں ہے ”اذا نام الکلب علی حصیر المسجد ان کان یاسا لم یتنجس وان کان رطبا ولم یظهر اثر النجاسة فیہ فکذلک (فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص: ۱۱)

وعفی رشاش بول“ (۱) یعنی پیشاب کے باریک چھینٹے کپڑے پر بدن پر خواہ کتنے ہی پڑے ہوئے ہوں یہاں تک کہ کپڑا بدن بھر گیا ہو لیکن پھر بھی کوئی حرج نہیں وہ کپڑا بھی پاک وہ بدن بھی پاک،

برادران! غور کرو کیا یہ قیاسی دفتر آنکھیں بند کر کے عمل کرنے کے قابل ہیں؟ کیا یہ رائے کے روڑے کسی دیر پا اور مضبوط عمارت کے بنانے میں کام آسکتے ہیں؟ دوبارہ غور فرمائیے کہ خون شہداء کی چھینٹیں ناپاک، جن کی پاکی کا بیان حدیث میں موجود، بلکہ رسول اللہ ﷺ فرمائیں قیامت کے روز بھی شہید اسی ادا سے اٹھا یا جائے گا کہ اس کے زخم خون بہا رہے ہوں گے جس خون کی خوشبو مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ ہوگی اور اہل محشر کے دماغوں کو معطر و معنبر کر دے گی (۲) اور ساتھ ہی پیشاب کی باریک چھینٹیں سوئی کے نالے کے برابر کی پاک، گوہ سارے جسم پر یا سارے کپڑے پر اڑی ہوں، ہاں یہ بھی یاد رہے کہ حنفی مذہب کی کتاب درمختار مصری ص: ۲۳۵ جلد اول میں ہے ”وعفی دون ربع“ (۳) یعنی نجاست آلود کپڑا پہن کر نماز ہو جاتی ہے جبکہ وہ نجاست خفیفہ چوتھائی کپڑے سے کم آلودہ کئے ہوئے ہو۔

حنفی بھائیو! یہی وجہ ہے کہ اہل حدیث ان کتابوں کو نہیں مانتے ان کے تمام مسائل کو واجب العمل نہیں جانتے، رائے قیاس کو قرآن و حدیث کا درجہ نہیں

(۱) وعفی رشاش البول ولو مغلظا کرووس الابرو ولو محل ادخال الخیط للضرورة وان امتلأ الشوب والبدن ولا یجب غسله۔ (حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح ص: ۸۱، ۸۲) (مکتبہ اشرفیہ دیوبند)

(۲) عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال والذی نفسی بیدہ لایکلم احد فی سبیل اللہ واللہ اعلم بمن یکلم فی سبیلہ الا جاء یوم القیمۃ واللون لون الدم والریح ریح المسک۔ (بخاری ج ۱ ص: ۳۹۳ کتاب الجہاد باب من یجرح فی سبیل اللہ)

(۳) درمختار ج ۱ ص: ۵۵ مطبوعہ ایچ ایم کمپنی پاکستان

دیتے، اپنے ضمیر کا گلا گھونٹ دینا، اپنی ٹکیل امتیوں کے ہاتھ میں دیدینا پسند نہیں کرتے، وہ ائمہ کرام کو نبوت کے درجہ پر نہیں پہنچاتے، وہ احکام شرع کا دار و مدار صرف قرآن و حدیث پر ہی رکھتے ہیں، اقوال فقہاء کو یہ درجہ نہیں دیتے وہ امتیوں کے رائے قیاس کو حدیث کی اجازت کا محتاج جانتے ہیں، حدیث و قرآن پر عمل کرنے کو کسی امام کی اجازت کا محتاج نہیں جانتے اور اسی کی آپ کو تلقین کرتے اور تعلیم دیتے ہیں یہی اختلاف کا مرکز ہے یہی وہ حد فاصل ہے جس نے ہم مسلمانوں کو تترتین کر دیا ہے اور مختلف راہوں پر ڈال دیا ہے، آج یہی رائے قیاس کے ٹکڑے ہمارے ہاتھوں میں رہ گئے اور ماندہ آسمانی یعنی قرآن و حدیث پر عمل ہم سے چھوٹ گیا، آؤ اماموں کو مانو لیکن اسی درجہ پر جس درجہ کے وہ مالک ہیں، فقہاء کی عزت کرو لیکن اتنی ہی جتنی اجازت ہے۔

دوستو! کیا بات ہے کہ جب ہماری طرف سے یہ سیدھی سی بات کہی جاتی ہے تو کہیں تو آپ ہمیں منکر امام کہتے ہیں، کہیں دشمنان بزرگان دین بتلاتے ہیں، اب اس روش کو چھوڑیے اور راستی کا راستہ اختیار کیجئے۔

کہوں کیا میں تجھ سے کہ کیا چاہتا ہوں۔ جفا ہو چکی اب وفا چاہتا ہوں قسم خدا کی اگر آج حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ زندہ ہوتے اور ان قیاسی دفاتر کو دیکھتے تو ہم اہل حدیثوں کی طرح ان سے دامن جھاڑ لیتے ان کی پوری تردید کرتے اور اعلان کر دیتے کہ ان مسائل کو میری طرف منسوب کرنا شخص جھوٹ ہے اور کھلا افتراء ہے میں ان سے بیزار اور بری الذمہ ہوں، میرا مذہب ان کتابوں کے مسائل کو بتلانا مجھ سے صریح دشمنی کرنا ہے، بیشک بزرگان دین کی شان اس سے بہت اعلیٰ اور بالا ہے کہ وہ قرآن و حدیث کے مسائل کو نہ مانیں ان کے مطابق فتویٰ نہ دیں اور اپنی قیاس سے لاکھوں کروڑوں مسائل بنا کر شریعت میں داخل کر دیں لوگوں کو ان پر عمل کرنے کی ترغیب دیں اور مسلمانوں کو اصل

فرماتا ہے ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ (۱) یعنی ہمارے نبی زبان بھی نہیں ہلاتے جب تک کہ ان کے پاس ہماری طرف سے وحی نہ آجائے اسی لئے ارشاد خداوندی ہے ﴿مَنْ يَطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (۲) یعنی جس نے رسول کی تابعداری کی اس نے خداوند تعالیٰ کی تابعداری کی مسلمانو! سچ بتاؤ کیا کسی اور کے لئے بھی یہ الفاظ تمہیں قرآن میں مل سکتے ہیں ہرگز نہیں بلکہ قرآن پاک نے تو صاف فرمادیا: ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ (۳) یعنی ہر ایک اپنے جھگڑے اور اختلاف کو خدا اور رسول کی طرف لوٹائے یعنی قرآن و حدیث سے حکم منو لے اگر تم میں خدا پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق“ (۴) یعنی خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی فرماں برداری کرنی محض حرام ہے، حنفیہ کا مسلہ اصول ہے کہ ”المجتهد يخطئ ويصيب“ یعنی اماموں اور مجتہدوں سے غلطی بھی ہو جاتی ہے (شامی ص: ۱۳۶) (۵)۔ درمختار جلد اول میں ہے ”مذهبنا صواب يحتمل الخطاء“ (۶) یعنی ہمارا حنفی مذہب صحیح ہے مگر ممکن ہے غلط ہو پس غلطی کا احتمال جس کے کلام میں نہ ہو وہ کلام رسول ہی ہے باقی کوئی مجتہد، امام اس غلطی سے خالی نہیں، اس لئے کوئی واجب الاتباع بھی نہیں سوائے پیغمبر کے، میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان صاف صاف دلائل کے بعد ہمارے بھائی کیوں تقلید پر اڑے ہوئے ہیں بلکہ اس سے روکنے والوں سے دشمنی پیدا کر لیتے ہیں، دوستو! آج نہیں تو کل اپنی حرکت پر آپ کو نادم ہونا پڑے گا۔

(۱) النجم ۵۳/۳-۴

(۲) النساء ۸۰/۴ (۳) النساء ۵۹/۴

(۴) شرح السنة بحوالہ مشکوٰۃ ص ۳۲۱ کتاب الامارة

(۵) شامی ج ۱ ص ۱۳۹

(۶) درمختار ج ۱ ص ۷

لڑنے کو اس نے رات کو غصہ میں لڑ لیا = پر جب وہ اٹھ چلا تو کلیجہ پکڑ لیا برادران! آئیے میں اس موقع پر آپ کو ایک صاف صاف حدیث سناؤ جس سے آپ کو معلوم ہو جائے کہ امام ابوحنیفہؒ کی کل باتیں ماننے اور ان کی تقلید کرنے سے رسول اللہ ﷺ نے صاف ممانعت فرمائی ہے، تاریخ بغداد جو حضرت امام خطیب نے لکھی ہے اس کے ایک جزء میں جس میں صرف امام صاحب کا ذکر ہے اس میں ہے امام محمد بن حمادؒ فرماتے ہیں مجھے منام میں حضور رسول مقبول ﷺ کی زیارت ہوئی تو میں نے آپ سے دریافت کیا ”یا رسول اللہ ماتقول فی النظر فی کلام ابی حنيفة انظر فیہا واعمل علیہا قال لا لالا ثلاث مرات قلت فما تقول فی حدیثک وحدیث اصحابک انظر فیہا واعمل علیہا قال نعم نعم نعم ثلاث مرات“ (۱) یعنی میں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کے کلام کو دیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی آپ کو اجازت دیتے ہیں آپ نے فرمایا نہیں نہیں نہیں، تین بار انکار فرمایا اور روکا میں نے پھر پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی اور آپ کے اصحاب کی حدیثوں کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں کیا میں انہیں دیکھوں اور ان پر عمل کروں آپ نے فرمایا ہاں ہاں ہاں تین مرتبہ اجازت دی۔

دوستو! اس حدیث رسول کو پھر ایک مرتبہ پڑھ جاؤ اور اپنے کلمہ کی لاج رکھ کر انصاف کر لو کہ جس روش پر تم ہو وہ رسول خدا کو پسند ہے یا نہیں خدا کا شکر ہے کہ آج یہ حدیث آپ کے کانوں تک پہنچا کر میں حق تبلیغ سے فارغ ہو رہا ہوں آپ سے امید ہے کہ اس صاف صاف ممانعت کے بعد اب آپ فقہ حنفی کی کتابوں پر اور امام صاحب کے فرمانوں پر اس بے طرح جھکے ہوئے نہ رہیں گے جس طرح آج تک تھے۔

دوستو! آخر خدا سے معاملہ پڑتا ہے، خوب سوچ سمجھ لو، ان کتابوں اور اس تقلید کو چھوڑ دینے سے زیادہ سے زیادہ نقصان آپ کو دنیا میں یہی پہنچ سکتا ہے کہ کوئی دو چار ٹیڑھی ترچھی آپ کو سنا دے، لیکن ان کتابوں اور اس تقلید کے پیچھے لگے رہنے سے خدا کے رسول ﷺ کی حکم عدولی لازم آتی ہے جس کا بڑا خمیازہ اگر اس جہاں میں نہیں تو اس جہاں میں ضرور بھگتنا پڑے گا، ﴿وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا فَإِنَّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (۱) مقصود یہ ہے کہ برائی اور بدی کرنے والا خود تو ڈرے نہیں اور دوسرے جو اس فعل سے بری اور بیزار ہیں ڈریں اس کے کیا معنی؟ حق تو یہ ہے کہ اسے ڈرنا چاہئے جو مجرم ہے نہ اسے جو بے جرم ہے، اللہ ہمیں اپنی نافرمانی اور اپنے رسول کی مخالفت سے نجات دے اور نیک توفیق اور بھلی سمجھ کے ساتھ ضمیر کو آزادی دے۔

الہی دے اثر ایسا میری بیتابی دل میں چلے آئیں کیجئے تھام کر وہ میری محفل میں سنئے جناب! بزرگوں کی، مجتہدوں اور اماموں کی رائے، قیاس، اجتہاد و استنباط اور ان کے اقوال تو کہاں؟ شریعت اسلام میں تو خود پیغمبر خدا ﷺ بھی اپنی طرف سے بغیر وحی الہی کے کچھ فرمائیں تو وہ بھی حجت نہیں، بلکہ خداوند جل و علا فرماتا ہے ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ﴾ (۲) یعنی اگر ہمارے نبی بھی ہمارے اس دین میں وہ باتیں گھڑ کر کہہ دیں جو ہم نے نہیں کہیں تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ کر ان کی رگ جان کاٹ دیں اور تم میں سے کوئی انہیں ہمارے اس عذاب سے نہ بچا سکے۔

قرآن حکیم خود آپ کو حکم دیتا ہے کہ ﴿وَإِنْ أَحْكَمْتُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ﴾ (۳) یعنی لوگوں میں خدا کی اتاری ہوئی وحی سے فیصلے کیا کرو، اور ان کے خواہشات کی پیروی نہ کرو۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا جب آزاد ہوتی ہیں اور بحکم شرع وہ اپنا اگلا نکاح جو مغیث غلام سے تھا توڑ دیتی ہیں اور مغیث کی قابل رحم حالت اور سچی محبت کو دیکھ کر حضور اکرم ﷺ کو رحم آتا ہے اور آپ بریرہ سے سفارش کرتے ہیں کہ اپنا نکاح باقی رکھو تو وہ صاف جواب دیتی ہیں کہ اگر شریعت کا یہ حکم ہے تو مجھے منظور ہے اور اگر جناب اپنی طرف سے فرماتے ہیں تو میرے دل میں مغیث کے لئے کوئی جگہ نہیں، حضور ﷺ فرماتے ہیں نہیں یہ تو میری سفارش ہے شرعاً تمہیں دونوں باتوں میں اختیار ہے وہ فرماتی ہیں، بس پھر مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں (۱)، بلکہ صحیح مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں۔ ”انما انا بشر اذا امرتکم بشیء من امر دینکم فخذوبہ واذا امرتکم بشیء من رائی فانما انا بشر“ (۲) یعنی میں تو تم جیسا انسان ہوں جب میں تمہارے دین کی بات بتلاؤں تو اسے لے لیا کرو، اور جب میں تمہیں اپنی رائے سے کہوں تو میں بھی ایک انسان ہی ہوں۔ یعنی نہ اس کا ماننا تم پر ضروری، نہ اس کا ٹھیک اور درست ہونا ہی ضروری، تعجب ہے کہ جس دین میں نبی کی رائے حجت نہ ہو اس دین والے آج ایک امتی کی رائے کو دلیل اور حجت سمجھنے لگے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”ثم یحدث قوم یقیسون الامور برأیهم فیہدم الاسلام ویثلم“ (۳) یعنی پھر ایسے لوگ

(۱) صحیح بخاری میں یہ واقعہ یوں موجود ہے ”عن ابن عباس ان زوج بریرة کانت غلاما یقال له مغیث کانی انظر الیه بطوف خلفها یبکی ودموعه تسيل علی وجہہ فقال النبی ﷺ لعلاس یا عباس الا تعجب من حب مغیث بریرة ومن حب بریرة مغیث فقال النبی ﷺ لورا جعتیہ قالت یا رسول اللہ تامرئی قال لا یغنی عنک فلاحاجة لی فیہ“

(صحیح بخاری ج ۲ ص: ۷۹۵ کتاب الطلاق باب شقاعة النبی ﷺ)

(۲) صحیح مسلم ج ۲ ص: ۲۶۳ کتاب الفضائل

(۳) اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۲۰

ہونگے کہ دینی مسائل میں قیاس دوڑانے لگیں گے، ان کے ہاتھوں اسلام ٹوٹ جائے گا اور اس میں سوراخ ہو جائیں گے کتاب مدخل بیہقی میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "لا تعملوا برایکم" (۱) یعنی رائے پر عمل ہرگز نہ کرنا، حضرت شعی فرماتے ہیں "ما حدثک ہولاء عن رسول اللہ ﷺ فخذ بہ وما قالوہ برایہم فالقہ فی الحش" (۲) یعنی یہ لوگ جو کچھ خدا کے پیغمبر ﷺ کی حدیثیں پہنچائیں انہیں تو لے لیا کرو اور جو مسائل یہ لوگ اپنی رائے سے بتلائیں انہیں کوڑے کرکٹ میں ڈال دیا کرو۔ اصول فقہ کی معتبر کتاب اصول الشاشی مطبوعہ احسن المطابع ص: ۹۱ سطر ۴ میں ہے "ان العمل بالرای انما یکون عند انعدام دلیل سواہ شرعاً" (۳) یعنی رائے قیاس صرف اسی وقت ہیں جب اور کوئی دلیل شرعی نہ ہو، اور ص: ۸۹ میں ہے "فانہ لا سبیل الی العمل بالرای مع امکان العمل بالنص" (۴) یعنی جب تک قرآن وحدیث پر عمل ممکن ہو رائے قیاس پر عمل حرام ہے۔ (۵)

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار = مت دیکھ کسی کا قول و کردار

(۱) پوری عبارت اس طرح ہے "عن عباد بن الصامت قال سمعت رسول اللہ محمدًا ابًا القاسم (ﷺ) یقول یکون بعدی رجال یعرفونکم ماتنکرون وینکرون ماتعرفون فلا طاعة لمن عصى اللہ ولا تعملوا برایکم (المدخل للبیہقی ص: ۱۸۷ باب ما یذکر من ذم الرای)

(۲) الانصاف ص: ۴۷. دارمی ج ۱ ص: ۷۸ باب فی کراہیۃ اخذ الرای. اعلام ج ۱ ص: ۲۶ میں معنی کا ایک قول اس طرح منقول ہے "ما حاکم بہ ہولاء من اصحاب رسول اللہ ﷺ فخذوہ وما کان من رایہم فاطرحوہ فی الحش" (۳) اصول الشاشی ص: ۸۳ (مطبع دیوبند)

(۴) اصول الشاشی ص: ۸۱
(۵) محمد بن یحییٰ کہتے ہیں میں نے ابو الولید (ہشام بن عبد الملک طایسی) سے سنا ہے انھوں نے ایک مرفوع حدیث بیان کی جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ کی کیا رائے ہے تو انھوں نے کہا "لیس مع النبی ﷺ رای" (المدخل للبیہقی ص: ۲۰۶)

امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے عمال کو لکھتے ہیں: "لا رای لاحد فی کتاب اللہ ولا رای لاحد فی سنة سنہا رسول اللہ ﷺ" (دارمی) (۱) یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ معتبر ہے کسی کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "اتقوا الرای فی دینکم" (۲) یعنی دین میں رائے سے بچتے رہو۔

مسلمانو! کیا بھول گئے؟ حدیث میں بیسیوں واقعات ایسے موجود ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ سے مسائل پوچھے آپ نے صاف جواب دیدیا کہ میرے پاس اس بارے میں کوئی وحی نازل نہیں ہوئی جب وحی الہی آئی آپ نے انہیں وہ مسائل بتادیئے (۳) جب کفار نے بطور امتحان اصحاب کہف کا واقعہ، روح کی حقیقت اور ذوالقرنین کا حال پوچھا تو آپ نے یہی فرمایا، پندرہ دن تک وحی نہیں آئی آپ نے کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ وحی آگئی اب آپ نے انہیں

(۱) "کتب عمر بن عبدالعزیز انہ لا رای لاحد فی کتاب اللہ وانما رای الائمة فیما لم یزل فیہ کتاب ولم تمض بہ سنة من رسول اللہ ﷺ ولا رای لاحد فی سنة سنہا رسول اللہ ﷺ" سنن دارمی ج ۱ ص: ۱۲۵ باب ما یتقی من تفسیر حدیث النبی ﷺ وقول غیرہ عند قوله .

(۲) المدخل للبیہقی ص: ۱۹۰

(۳) صحیح بخاری میں موجود یہ حدیث اس بات پر روشن دلیل ہے "عن عبد اللہ قال بینا انا امشی مع النبی ﷺ فی خرب المدینة وهو یسأل علی عسب معہ فمر بنفر من الیہود فقال بعضهم لبعض سلوه عن الروح فقال بعضهم لا تسالوه لا یجی فیہ بشیء تکرہونہ فقال بعضهم انسالہ فقال رجل منهم فقال یا ابا القاسم ما الروح فسکت فقلت انہ یوحی الیہ فقلت فلما انجلی عنہ فقال ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتوا من العلم الا قلیلا . (بخاری ج ۱ ص: ۲۳ کتاب العلم باب قول اللہ ﷺ وما اوتیتہم من العلم الا قلیلا . ج ۲ کتاب التفسیر باب قوله ویسئلونک عن الروح ص: ۶۸۶)

جواب عنایت فرمایا (۱) اگر سوچ سمجھ کر رائے قیاس کر کے ادھر ادھر نظریں ڈال کر کچھ کہہ دینے کی اجازت ہوتی تو پندرہ دن تک کفار کے مقابلہ میں آپ خاموش نہ رہتے جب اللہ کے پیغمبر ﷺ کو یہ اجازت نہ تھی کہ خدا کے دین میں اپنی طرف سے کچھ کہہ دیں پھر اماموں اور مجتہدوں کو یہ منصب اور یہ رتبہ کیسے مل گیا؟ کہ حلال و حرام کے مسائل وہ رائے قیاس سے بیان کریں؟ اور پھر ہمیں کیسے یہ حق حاصل ہو گیا کہ ان کی باتوں اور ان کے رائے قیاس کے مجموعے کو شرعی چیز سمجھ کر اس کی پابندی اپنے اوپر لازم کر لیں اور ان کی تقلید کو یعنی ان کی ہر بات کے مانتے چلے جانے کو اسلام سمجھ بیٹھیں؟

اثبات تقلید کے موقع پر برادرانِ احناف کی طرف سے عموماً یہ آواز اٹھتی ہے کہ چونکہ قرآن حدیث میں تمام مسائل کا بیان نہیں اس لئے تقلید شخصی کی ضرورت ہے حالانکہ یہ عذر بالکل غلط بلکہ اغلط ہے، قرآن کریم سے زیادہ سچی کتاب اور اللہ عزوجل سے زیادہ سچا اور کون ہوگا؟ کتاب اللہ میں فرمان خدا موجود ہے ﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ (۲) یعنی آج میں نے اپنا دین تم پر کامل کر دیا، رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں ”جو میں نہ کہوں اس کی بابت پوچھو بھی مت“ (اس لئے کہ وہ امر شرع میں سے نہیں) ابن ماجہ (۳) پس جو قرآن و حدیث میں ہے دین، اور جو ان دونوں میں نہیں وہ دین نہیں، وہ دین کی بات بھی نہیں، دین کی باتیں وحی خدا یعنی قرآن و حدیث میں کامل مکمل موجود ہیں، لیکن بالفرض اگر ہم اپنے ان بے خبر بھائیوں کی بات مان بھی لیں تاہم ہم پوچھتے ہیں کہ جن کی تم تقلید کرتے ہو کیا ان سے تمام باتیں مروی ہیں؟ گودہ اس کا جواب اثبات میں دیں لیکن واقعات اور دلائل چیخ چیخ کر پکار رہے ہیں کہ یہ

(۱) مختصر تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص: ۳۰۸ (مطبع بیروت)
(۲) المائدة ۵/۳

(۳) ذرونی مائتہ کتکم (ابن ماجہ ج ۱ ص ۳)

جواب غلط ہے اولاً تو احناف کا یہ اصول کہ جب امام صاحب سے کسی مسئلہ کا حکم نہ ملے تو ان کے شاگردوں کی، اس کے بعد پھر شاگردان شاگرد کی، اور اسی طرح مسلسل مانی جائے، ملاحظہ ہو در مختار: ۳۶ (۱) ثانیاً خود امام صاحب نے بہت سے مسائل کے جواب میں اپنی لاعلمی کا اظہار کیا ہے، اور وہ انکار خفی مذہب کی معتبر کتب، فقہ میں مرقوم ہے، ملاحظہ ہو رد المحتار المعروف بہ شامی شرح در مختار جلد ثالث مطبوعہ دارالکتب مصر ص: ۱۱۸ (۲) جہاں دس مسئلے لکھے ہیں جن کی بابت حضرت امام صاحب نے کھلے لفظوں میں فرمایا ہے کہ میں انہیں نہیں جانتا۔

(۱) در مختار مع شرح رد مختار ج ۱ ص: ۱۷۱ ”بفتی بقول الامام علی

الاطلاق ثم بقول الثانی ثم بقول الثالث ثم بقول زفر والحسن بن زیاد

(ف) ثانی سے مراد امام ابو یوسف اور ثالث سے مراد امام محمد ہیں (شامی ج ۱ ص: ۱۷۱)

(۲) رد مختار ج ۵ ص: ۶۰۸ (مکتبہ زکریا دیوبند)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے

دس مسئلوں

کے متعلق فرمایا کہ میں نہیں جانتا

۱- حضرت امام صاحب سے سوال ہوتا ہے کہ دھرتی مدت کو کہتے ہیں مثلاً کسی نے قسم کھائی میں تجھ سے دھرتی نہ بولوں گا تو کب تک اسے بول چال بند رکھنی پڑے گی؟ آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں۔

۲- آپ سے پوچھا جاتا ہے کہ جو حلال جانور مثلاً گائے بکری بھینس وغیرہ کو پاخانہ کھانے کی عادت ہو جائے، اسی کو کھائے یا اکثر غذا اس کی یہی ہو تو اس کا گوشت کتنے دن تک اسے اس غذا سے روکنے کے بعد پاک ہوگا؟ آپ نے فرمایا مجھے اس کا بھی علم نہیں۔

۳- دریافت ہوتا ہے کہ شریعت میں کتا سدھا ہوا شکار کھیلنے کے قابل کب مانا جاتا ہے؟ جواب ملتا ہے کہ میں اس سے بھی لاعلم ہوں۔

۴- پوچھا جاتا ہے کہ ختنہ کا وقت کیا ہے یعنی بچے کی کتنی عمر میں اس کا ختنہ کرایا جائے؟ فرماتے ہیں مجھے خبر نہیں۔

۵- پوچھا جاتا ہے کہ خنثی جو دونوں سوراخوں سے پیشاب کرتا ہو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ فرماتے ہیں میں اس سے بھی بے خبر ہوں۔

۶- سوال ہوتا ہے کہ اگر گدھا پانی وغیرہ کے برتن میں منہ ڈال دے تو اس پانی سے ہم وضو کر سکتے ہیں یا نہیں؟ آپ فرماتے ہیں میں اس کا بھی کوئی جواب نہیں دے سکتا۔

۷- آپ سے مسئلہ پوچھا جاتا ہے کہ مشرکوں کے چھوٹے بچے جو بلوغت سے پہلے مرجائیں وہ جنت میں جائیں گے یا دوزخ میں؟ فرماتے ہیں ”لا ادری“ میں نہیں جانتا۔

۸- امام ابوحنیفہ سے پوچھا جاتا ہے کہ انبیاء کرام افضل ہیں یا فرشتے؟ یہی جواب ملتا ہے کہ میں اس کا فتویٰ نہیں دے سکتا۔

۹- آپ سے فتویٰ دریافت کیا جاتا ہے کہ مسجد کی دیواروں پر نقش و نگار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ آپ فرماتے ہیں مجھے اس مسئلہ کی تحقیق نہیں۔

۱۰- لوگ آپ سے استفتاء لیتے ہیں کہ جنات کو ان کے نیک اعمال کا بدلہ قیامت والے دن مثل انسانوں کے ملے گا یا نہیں؟ آپ فتویٰ دینے سے یہ کہہ کر رک جاتے ہیں کہ میں نہیں جانتا (۱) سر دست یہ دس مسئلے میں نے نقل کئے ہیں گو اس قسم کے اور مسائل بھی بہت سے ہیں یہاں تک کہ صاحب ہدایہ نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام تجنیس ہے جس کی نسبت شامی مصری جلد اول ص: ۲۳۵ (۲) میں لکھا ہے۔ ”ان هذا الكتاب لبيان ما استنبطه

(۱) شیخ الاسلام ابن ابی شریف نے اسی کو اس طرح نظم کیا ہے

حمل الامام ابی حنیفۃ دینہ ☆ ان قال لا ادری لسمۃ اسئلہ
اطفال اهل الشرک این محلہم ☆ وهل الملائکۃ الکرام مفضلہ
ام النبیاء اللہ؟ ثم اللحم من ☆ جلالة انی یطیب الاکل له
والدھر مع وقت الختان وکبہم ☆ وصف المعلم ای وقت حصه
والحکم فی الخنثی اذا مبال من ☆ فرجیه مع سور الحمار استکله
واجائز نقش الجدار لمسجد ☆ من وقفه ام لم یجز ان یفعله
ویزاد عاشره هل الجنی یسا ☆ ب بطاعة کالانس یوم المسئلہ

ردالمحتار ج ۵ ص: ۶۰۸ (مکتبہ زکریا دیوبند)

(۲) شامی ج ۱ ص: ۵۳۴

المتأخرون ولم ينص عليه المتقدمون“ یعنی اس کتاب میں صرف وہی مسائل ہیں جو پچھلوں نے استنباط کئے ہیں اور جن پر اگلوں کا کوئی فتویٰ نہیں پایا گیا، پس اب ہمارے مقلد بھائی ہمیں بتلائیں کہ وہ اب کیا کریں گے؟ قرآن وحدیث کو تو محض اس غلط خیال کی بنا پر کہ اس میں تمام مسائل نہیں، نا کافی سمجھ کر چھوڑ دیا تھا لیکن اب جبکہ صاف اور واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ جن کی وہ تقلید کرتے ہیں انھوں نے قطعاً اور یقیناً سارے مسائل نہیں بتلائے، تو اب کیا وجہ ہے کہ ان کی تقلید کو بھی رد نہ کر دیا جائے؟

برادران! بھلا غور تو کرو یہ ہو بھی سکتا ہے کہ خدا اپنے دین کو ناقص چھوڑ دے؟ نبی اپنی شریعت کو ناقص چھوڑ دیں؟ اور امتی آ کر اس نقصان کو پورا کریں؟ پھر ساتھ ہی یہ بھی سمجھ لیجئے کہ جن مسائل میں امام صاحبؒ نے فتویٰ نہیں دیئے اپنی لاعلمی ظاہر کی ان میں ان کے مقلدین کو فتوے دینے کا کون سا حق تھا؟ لیکن آپ یقین مانئے کہ ان تمام مسائل میں فقہاء حنفیہ نے فتوے دیئے اور آج ان پر حنفیوں کا عمل ہے پھر تقلید شخصی کہاں گئی؟

میرے دوستو! امام صاحبؒ نہ کہیں اور دوسرے ان کے مقلد ان کے خلاف کہیں تو تم مان لو؟ اور اگر خدا رسول کی بات تمہیں ملے تو تم اس سے کنارہ کش ہو جاؤ؟ یہ کہاں تک انصاف ہے؟ الغرض بہت سے مسائل ایسے ہیں کہ باوجود سوال ہونے کے امام صاحبؒ ان کا جواب نہیں دے سکتے بہت سے مسائل وہ بھی ہیں، جن میں امام صاحبؒ نے فتویٰ دیا لیکن پھر بھی اپنی غلطی معلوم کر کے رجوع کر لیا بلکہ آپ بطور اصول کلی فرماتے ہیں ”انسی قد اری الراى اليوم فاترکہ غدا واری الراى غدا واترکہ بعد غدا“ (جزء تاریخ بغداد للخطیب) (۱) یعنی آج میں اپنی رائے سے ایک مسئلہ بتلاتا ہوں پھر اسے کل

(۱) جزء تاریخ بغداد للخطیب ص: ۴۰۲ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت

چھوڑ دیتا ہوں اور کل بتا کر پھر پرسوں چھوڑ دیتا ہوں (۱) بلکہ اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ہے حضرت حفص بن غیاث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”كنت اجلس الى ابی حنیفة فاسمعه یسأل عن مسئلة فی الیوم الواحد فیفتی فیہا بخمسة اقاویل فلما رأیت ذلک ترکته واقبلت علی الحدیث“ یعنی میں امام صاحب کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا تو یہ رنگ دیکھتا تھا کہ ایک سوال کے جواب میں کبھی کچھ فرماتے کبھی کچھ فرماتے پانچ پانچ مختلف جواب ایک ہی دن میں ایک ہی مسئلہ میں بتلاتے یہ حالت دیکھ کر آخر کو میں توفیقہ حنفیہ کو چھوڑ کر حدیث رسول ﷺ کے پیچھے لگ گیا، الغرض ایک ایک مسئلہ میں کئی کئی اقوال بھی امام صاحب کے ہیں، امام صاحب نے اپنے بہت سے اقوال سے توبہ بھی کی ہے، امام صاحب نے بہت سے مسائل کے جواب میں اپنی لاعلمی بھی ظاہر کی ہے، پھر کوئی وجہ نہیں کہ بے عیب حدیث کو چھوڑ کر امتی کے بے نور کلام کو لیا جائے۔ تاویل مختلف الحدیث لابن قتیبة مصری: ۲۲ میں ہے (۲) کہ ایک مشرقی شخص امام ابوحنیفہ کے پاس آیا اور ایک سال پہلے امام صاحب نے جو فتوے

(۱) امام ابوحنیفہ نے یہ بات امام ابو یوسف سے کہی تھی تاریخ بغداد میں ہے امام زفر کہتے ہیں کہ ایک دن ابوحنیفہ نے ابو یوسف سے کہا ”ویحک یا یعقوب لا تکتب کل ماسمعه عنی فانی قد اری الراى اليوم فاترکہ غدا واری الراى غدا واترکہ بعد غدا اسی صفحہ میں ہے ابو نعیم کہتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہ کو سنا وہ ابو یوسف سے کہہ رہے تھے ”لا تسرو عنی شیئاً فانی واللہ ما ادری مخطی انا ام مصیب“ (ایضاً)

(۲) جاء رجل من اهل المشرق الى ابی حنیفة بكتاب منه بمكة عاما اول فعرضه علیه مما كان یسأل عنه فرجع عن ذلک كله فوضع الر: بل التراب علی راسه ثم قال یا معشر الناس اتیت هذا الرجل عاما اولاً فالتانی بهذا الكتاب فاهرقت به الدماء والنکحت به الفروج ثم رجع عنه العام

(تاویل مختلف الحدیث لابن قتیبة مصری ص ۶۳)

لکھوائے تھے وہ انہیں دکھائے امام صاحب نے فرمایا میں نے ان سب سے اب رجوع کر لیا ہے، اب اس کے حلال کو حرام کہتا ہوں اور اس میں لکھے ہوئے حرام کی حلت کا قائل ہوں، اس شخص نے اپنے سر پر خاک ڈال لی اور لوگوں سے مخاطب ہو کر رنج اور صدمہ سے کہنے لگا "اتبت هذا الرجل عاما ولا فافتانى بهذا الكتاب فاهرق به الدماء وانكحت به الفروج ثم رجع عنه العام" یعنی اگلے سال انہوں نے مجھے یہ فتوے دیئے تھے جن پر میں نے عمل کیا اور خون اور شرمگاہ کو ان فتوؤں کی بنا پر حلال حرام سمجھا، لیکن افسوس کہ اس سال ان تمام فتاویٰ سے یہ ہٹ گئے۔

حضرات! کیا یہ واقعہ آپ کو یہ سبق نہیں دیتا کہ امام صاحب خود اپنی رائے کو حجت نہیں جانتے تھے، جوں جوں حدیث نبوی ملتی جاتی اپنے اگلے اقوال سے رجوع کرتے جاتے، آج اگر وہ زندہ ہوتے اور یہ صحیح حدیثیں ان تک پہنچ جاتیں تو کیا وہ ان کے خلاف کرتے؟ پس آج ان کا نام لے کر خلاف احادیث مسائل ماننا اور انہیں ان کا مذہب قرار دینا یہ دراصل ان کی اپنی منشاء کا بھی خون کرنا ہے۔ پس مسلمانو! غیر معصوم ہستی سے ہٹ کر معصوم ہستی کی طرف آ جاؤ یعنی فقہ سے ہنوعہ حدیث کی طرف آؤ۔

بتاؤ دوستو! الایہ کیا رخہ شریعت میں
کئے افسوس تم نے چار کھڑے ایک ملت میں

ائمہ کرام اور تقلید شخصی

میں تقلید شخصی کی تردید میں کچھ اور دلائل بیان کروں اس سے پہلے مناسب سمجھتا ہوں کہ چاروں ائمہ کے اقوال بیان کر دوں کہ خود ان کا فیصلہ تقلید کی نسبت کیا ہے؟ (۱) حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "انما انا بشر اخطی واصيب فانظروا في رائي فكل ما وافق الكتاب والسنة فخذوه وكل ما لم يوافق فاتركوه"۔ (۲) یعنی میں ایک انسان ہوں کبھی میری بات ٹھیک ہوتی ہے کبھی غلط ہوتی ہے تم میری اس بات کو تولے لو جو کتاب و سنت کے مطابق ہو، اور جو ان میں سے کسی کے خلاف ہو اسے ہرگز نہ مانو۔ آپ فرمایا کرتے تھے "ما من احد الا وما خوذ من كلامه ومردود عليه الا رسول الله ﷺ" (۳) یعنی دنیا میں کوئی ایسا نہیں جس کی بعض باتیں سچی اور درست اور بعض باتیں غلط اور نادرست نہ ہوتی ہوں ان کی اچھی باتیں نہ لے لی جاتی ہوں اور بری باتیں نہ چھوڑ دی جاتی ہوں سوائے رسول خدا ﷺ کے کہ آپ کی تمام باتیں سچی اور اچھی آپ کی تمام باتیں لینے، ماننے، قبول کرنے

(۱) امام شعرانی اپنی کتاب المیزان میں تقلید کی نسبت ائمہ کی رائے یوں لکھتے ہیں "وقد كان الائمة المجتهدون كلهم يحثون اصحابهم على العمل بظاهر الكتاب والسنة ويقولون اذا رايتم كلامنا يخالف ظاهر الكتاب والسنة فاعملوا بالكتاب والسنة واضربوا بكلامنا الحائط" (الميزان ج ۱ ص: ۶۰ مطبوعہ اکل المطابع دہلی)

(۲) جامع العلم ص: ۳۳ . اعلام ج ۱ ص: ۲۶

(۳) عقد الجید ص: ۷۵ المیزان للشعرانی میں یہی بات ان الفاظ کے ساتھ ہے

"وما من احد الا وما خوذ من كلامه ومردود عليه الا صاحب هذه الروضة يعني

به رسول الله ﷺ (الميزان ۱/ ۶۵) یہی نے اس قول کی نسبت عطاء و مجاہد کی جانب بھی

کی ہے، (دیکھئے میزان ج ۱ ص: ۶۱)

اور عمل کرنے کے قابل، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "لا تقلدنی ولا تقلد ن مالک ولا الشافعی ولا الاوزاعی ولا الثوری وخذ من حیث اخذوا" (عقد الجید) (۱) یعنی خبردار ہرگز نہ میری تقلید کرنا نہ مالک کی نہ شافعی کی نہ اوزاعی کی نہ ثوری کی بلکہ جہاں سے یہ بزرگ احکام لیا کرتے تھے وہیں سے تم بھی لیا کرو یعنی صرف قرآن و حدیث سے، آپ کا یہ بھی ارشاد ہے "لیس لاحد مع اللہ ورسولہ کلام" (عقد الجید) (۲) یعنی خدا اور رسول کے کلام کے ہوتے ہوئے کسی کا کلام کوئی چیز نہیں،

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "اذا وجدتم فی کتابی خلاف سنة رسول اللہ فقولوا بسنة رسول اللہ ودعوا ما قلت" (بیہقی) (۳) یعنی جب تم میری کتاب میں سنت رسول اللہ ﷺ کے خلاف کچھ

(۱) عقد الجید ص: ۹ - دیگر کتابوں میں یہ قول اس طرح ہے "وکان الامام احمد رضى الله عنه يقول ليس لاحد مع الله ورسوله كلام وقال ايضا لرجل لا تقلدني ولا تقلد ن مالكا ولا الاوزاعی ولا النخعی ولا غیرهم وخذ الکلام من حیث اخذوا من الكتاب والسنة" حجة الله البالغة ج ۱ ص: ۱۵۷۔ میزان شعرانی ج ۱ ص: ۶۸، عقد الجید ص: ۷۱۔ اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۲۱۹ میں امام احمد کا یہ قول بھی موجود ہے "من قلده فقه الرجل ان يقلد دينه الرجل"۔ میزان شعرانی میں ہے کسی کہنے والے نے امام احمد کے سامنے کہا "السی منی حدیث اشتغلوا بالعلم فقال له الامام احمد قم یا کافر لا تدخل علينا انت بعد اليوم ثم انه التفت الى اصحابه وقال ما قلت ابدا لاحد من الناس لا تدخل داری غیر هذا الناس" (میزان ج ۱ ص: ۶۲)

(۲) عقد الجید ص: ۷۱ مطبوعه دار الفتح الشارقة
(۳) المدخل الى السنن الكبرى للحافظ ابوبکر البيهقي ص: ۲۰۵ - رد مختار میں ہے "روى البيهقي عن الشافعي رضى الله عنه انه قال اني صنفت هذه الكتب فلم آل فيها الصواب ولا بد ان يوجد فيها ما يخالف كتاب الله تعالى وسنة رسوله ﷺ، قال الله تعالى ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافا كثيرا [النساء ۸۲] لما وجدتم فيها ما يخالف كتاب الله وسنة رسوله فاني راجع عنه الى كتاب الله تعالى وسنة رسوله۔ رد مختار ج ۱ ص: ۱۰۵

پاؤ تو میرے قول کی کچھ پرواہ نہ کرو اور سنت نبوی کو مضبوط تھام لو، (۱) آپ نے یہ بھی فرمادیا ہے کہ "اذا صح الحديث فهو مذهبي واذا رأيتم كلامي يخالف الحديث فاعملوا بالحديث واضربوا بكلامي الحائط" (عقد الجید) (۲) یعنی صحیح حدیث میں جو وارد ہوا ہو وہی میرا مذہب ہے جب تم میرے کلام کو حدیث کے خلاف پاؤ تو حدیث پر عمل کرو اور میرے قول کو دیوار پر دے مارو (۳) آپ سے ایک مسئلہ دریافت کیا جاتا ہے آپ اس کے متعلق ایک

(۱) ربیع کہتے ہیں کہ ایک بار امام شافعی نے فرمایا "كل مسألة تكلمت فيها صح الخبر فيها عن النبي ﷺ عند اهل النقل بخلاف ما قلت فانا راجع عنها في حياتي وبعد مماتي" اعلام ج ۱ ص: ۲۵۵۔

علاوہ ازیں امام شافعی کے یہ اقوال بھی کتابوں میں موجود ہے
☆ "اذا صح الحديث عن رسول الله ﷺ فهو اولي ان يوحذ به من غيره" رواه ابونعيم في الحلية ۱۰۷/۹ ☆ اذا وجدتم لرسول الله ﷺ سنة فاتبعوها ولا تلتفتوا الى قول احد ☆ كل ما قلت وكان عن النبي ﷺ خلاف قولي مما يصح فحديث النبي ﷺ اولي ولا تقلدوني ☆ اذا صح الحديث عن رسول الله ﷺ فقلت قولاً فاناراجع عن قولي وقائل بذلك (بحوالہ حاشیہ المدخل للبيهقي دراسة وتحقيق دكتور محمد ضياء الرحمن الاعظمي)۔
(۲) عقد الجید ص: ۶۷

(۳) عقد الجید ص: ۶۷۔ حاکم، بیہقی، بحوالہ حجة الله البالغة ج ۱ ص: ۱۵۷ اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۲۵۳ میں ہے "وتواتر عنه قال اذا صح الحديث فاضربوا بقولي الحائط۔ میزان شعرانی میں یہ قول اس طرح ہے "اذا صح الحديث فهو مذهبي" قال ابن حزم ای صح عنده او عند غيره من الائمة وفي رواية اخرى اذا رأيتم كلامي يخالف كلام رسول الله ﷺ فاعملوا بكلام رسول الله ﷺ واضربوا بكلامي الحائط۔ (الميزان ج ۱ ص: ۶۶) امام شافعی کے نزدیک حدیث کی کیا وقعت تھی اس کا اندازہ آپ کو ان کے اس قول سے بخوبی ہو سکتا ہے کہتے ہیں اذا رأيتم صاحب حديث فكانني رأيت احدا من اصحاب رسول الله ﷺ۔ (الميزان ج ۱ ص: ۶۵) ابوالفلاح حنبلی کا بیان ہے کہ امام شافعی امام احمد بن حنبل سے کہتے تھے "يا ابا عبد الله انت اعلم بالحديث مني فاذا صح الحديث فاعملني حتى اذهب اليه شاميا كان او كوفيا او بصريا"۔ (شذرات الذهب ج ۲ ص: ۱۰)

حدیث سنادیتے ہیں کہ اس حدیث میں اس مسئلہ کا یہ حکم ہے سائل کہتا ہے کیا آپ بھی یونہی فرماتے ہیں امام صاحب کیکپانے لگتے ہیں چہرہ کا رنگ بدل جاتا ہے اور نہایت خفا ہو کر فرماتے ہیں، مجھے کون سی زمین اپنی پیٹھ پر چلنے دے گی؟ اور کون سا آسمان مجھے اپنے سایہ تلے رکھے گا؟ اگر میں حدیث نبوی کے خلاف کہوں خدا کے پیغمبر کا فرمان سر آنکھوں پر ہے (رواہ محمد بن سہ) (۱) دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کیا تو نے مجھے زنا رباندھے ہوئے یا کسی گرجے میں سے نکلے ہوئے دیکھتا ہے؟ (۲) یعنی فرمان رسالت مآب ﷺ کے خلاف کچھ کہوں تو کافر اور نصرانی نہ بن جاؤں؟ اسی طرح آپ کا فرمان ہے کہ اگر میں کوئی حدیث بہ سند صحیح بیان کروں اور پھر اس کے خلاف فتویٰ دوں تو ”اشہد کم ان عقلی قد ذهب“ تم سمجھ لینا کہ میری عقل جاتی رہی (ریج) (۳) بلکہ تقلید کی مذمت بیان فرماتے ہوئے آپ کا ارشاد ہوتا ہے کہ ”مقلد کی مثال ایسی ہی ہے جیسے بیٹائی کے بعد اندھا بن جانا یا روشن چراغ بجھا کر اندھیروں میں مارا مارا

(۱) یقول الربیع بن سلیمان سمعت الشافعی یقول وسالہ رجل عن مسئلة فقال روى عن النبی ﷺ انه قال کذا وکذا فقال له السائل یا ابا عبد اللہ اتقول بهذا فان تعد الشافعی واصغر و حال لونه وقال ویحک ای ارض تقانی وای سماء تظنی اذا رويت عن رسول اللہ ﷺ شينا فلم اقل به نعم علی الراس والعین نعم عی الراس علی العین۔ (اعلام ج ۱ ص: ۲۵۶)

(۲) ارایت فی وسطی ذنارا اترانی خرجت من الكنيسة۔ (اعلام ج ۱ ص: ۲۵۶)
(۳) منی زویت عن رسول اللہ ﷺ حدیثا صحیحا فلم اخذ به فاشہد کم ان عقلی قد ذهب۔ اور ایک بار اسی بات کو یوں بیان کیا ”اذا رويت عن رسول اللہ ﷺ حدیثا ولم اخذ به فاعلموا ان عقلی قد ذهب۔ ایک موقع پر فرمایا ”اجمع الناس علی ان من استانت له سنة عن رسول اللہ لم یکن له ان یدعیها لقول احد من الناس“۔

(اعلام ج ۱ ص: ۵۵-۵۴)

میزان ج ۱ ص: ۶۲ میں ہے امام شافعی کہا کرتے تھے اذا ثبت عن النبی ﷺ بابی هو وامی شیء لم یحل لنا ترکہ۔

پھرنا (منہج امام شعراوی) ان تینوں اماموں کے یہ چند اقوال بیان کر کے میں چاہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بھی اس بارے میں چند اقوال بیان کر دوں کیونکہ ہمارا روئے سخن زیادہ تر حنفیوں سے ہے۔

نالہ خواہم کہ بطرز دگر ایجاد کنم - دست دل گیرم و در کوئے تو فریاد کنم
حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”اذا قلت قولا و کتاب

اللہ یخالفہ فاترکوا قولی بکتاب اللہ فقیل اذا کان خبر الرسول یخالفہ قال اترکوا قولی بخبر الرسول فقیل اذا کان قول الصحابة یخالفہ قال اترکوا قولی بقول الصحابة“ (روضۃ العلماء) (۱) یعنی جب میرا قول کتاب اللہ کے خلاف ہو تو اسے چھوڑ دو لوگوں نے پوچھا جب آپ کا فرمان حدیث رسول کے خلاف ہو فرمایا اس وقت بھی ترک کر دو، پوچھا کیا جب صحابہ کرام کے خلاف ہو فرمایا اس وقت بھی چھوڑ دو، آپ نے فرمایا ”لا ینبغی لمن لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی“ (یواقیت والجواہر) (۲) یعنی جس شخص کو میری دلیل نہ معلوم ہو اسے میرے قول پر فتویٰ نہ دینا چاہئے، اسی طرح آپ سے یہ بھی منقول ہے ”لا یحل لاحد ان یأخذ بقولنا ما لم یعلم من ابن اخذناہ“ (۳) یعنی جب تک کوئی شخص ہمارے اس قول کی سند کتاب اللہ وسنت رسول اللہ سے نہ پائے تب تک اس قول کو لینا، اس پر عمل کرنا اسے حرام ہے، نہایۃ النہایۃ میں حضرت امام صاحب کا یہ زریں مقولہ مروی ہے کہ ”اذا

(۱) بحوالہ عقد الجید ص: ۵۷

(۲) بحوالہ عقد الجید ص: ۶۸۔ حجة اللہ البالغة ج ۱ ص: ۱۵۷، اس کے ساتھ ساتھ یہ اضافہ بھی ہے ”وکان رضی اللہ عنہ اذا فتی یقول هذا رأى النعمان بن ثابت یعنی نفسه وهو احسن ما قدرنا علیه ممن جاء باحسن منه فیهو اولی بالصواب“۔ ملاحظہ ہو عقد الجید ص: ۷۵، وحجۃ اللہ البالغة صفحہ مذکور

(۳) مقدمہ عقد الجید ص: ۶۔ الانصاف میں اس قول کی نسبت امام یوسف وزفر کی جانب اور اعلام ج ۱ ص: ۲۱۵ میں اس قول کی نسبت صرف ابو یوسف کی جانب کی گئی ہے۔ الفاظ یہ ہیں ”لا یحل لاحد ان یقول مقالنا حتی یعلم من ابن قلنا“

صحیح الحدیث فہو مذہبی (۱) یعنی صحیح حدیث سے جو مسئلہ ثابت ہو جائے وہی میرا مذہب ہے، پس آج ابو حنیفہ کی تقلید کا دعویٰ کر کے ان کے صحیح مذہب پر صحت کے ساتھ چلنے والی اہل حدیث جماعت کو امام صاحب کی دشمن جماعت سمجھنا اور ان سے امام صاحب کی مرضی کے خلاف اندھی تقلید منوانے کے درپے ہونا کیسی دل لہانے والی ضد ہے؟

کم سنی ہے تو نزاری ہیں ضدیں بھی انکی - اس پہ پچھلے ہیں کدیم زخم جگر دیکھیں گے حنفی مذہب کی معتبر کتاب درمختار مصری جلد اول ص: ۵۰ میں ہے حضرت امام صاحب نے فرمایا "ان توجه لکم دلیل فقولوا بہ" (۲) یعنی اگر تمہیں کوئی دلیل قرآن و حدیث سے مل جائے تو اسی پر عمل کرو اور اسی پر فتویٰ دیا کرو، شامی کے اسی صفحہ میں ہے (۳) "اذا صح الحدیث و کان علی خلاف المذہب عمل بالحدیث و یكون ذلک مذہبہ ولا یخرج مقلدہ عن کونہ حنفیاً بالعمل بہ فقد صح عنه انه قال اذا صح الحدیث فہو مذہبی وقد حکى ذلک ابن عبد البر عن ابی حنیفہ وغیرہ من الائمة ونقلہ ایضاً الامام الشعرانی عن الائمة الاربعة" یعنی صحیح حدیث جب امام صاحب کے قول کے خلاف ملے تو حنفی مقلد پر فرض ہے کہ امام صاحب کے قول کو چھوڑ دے اور حدیث پر عمل کرے اس سے وہ حنفیت اور تقلید سے خارج نہیں ہوگا (۴) اس لئے کہ امام صاحب نے فرمایا ہے کہ جو کچھ صحیح

(۱) بحوالہ مقدمہ عقد الجید ص: ۶ و شامی ج ۱ ص: ۱۶۷

(۲) ۲ درمختار ج ۱ ص: ۱۴

(۳) شامی ج ۱ ص: ۱۶۷

(۴) امام ابو یوسف نے ایک بار اپنے مسلک کے خلاف حدیث پر عمل کیا ہے جیسا کہ رد المحتار میں ہے "روى عن ابی یوسف انه صلی الجمۃ مغتسلًا من الحمام ثم

المداء للسنن لم یحمل الحث (رد المحتار ج ۱ ص: ۱۷۷)

حدیث میں ہو وہی میرا مذہب ہے، ابن عبد البر نے اسے امام ابو حنیفہ سے اور شعرانی نے اس قول کو چاروں اماموں سے نقل کیا ہے۔

امام صاحب جب کبھی فتویٰ دیتے یا کوئی مسئلہ بیان فرماتے تو ساتھ ساتھ بیان فرما دیا کرتے "ہذا رای النعمان بن ثابت یعنی نفسہ و هو احسن ما قدرنا علیہ فمن جاء باحسن منه فہو اولی بالصواب" (عقد الجید) (۱) یعنی یہ میری رائے جو مقدور بھر کوشش کے بعد ظاہر ہوئی اگر کسی شخص کو اس سے بہتر بات مل جائے تو وہی زیادہ اچھی اور قابل عمل ہے، امام خطیب رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند سے اپنی کتاب تاریخ بغداد میں امام صاحب کے حالات میں لکھتے ہیں کہ آپ نے اپنے شاگرد رشید قاضی ابو یوسف سے فرمایا "لا ترو عنی شیئاً فانی واللہ ما ادری مخطی انام مصیب" (۲) یعنی تم میری روایت سے مسائل نہ بیان کیا کرو خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ میں نے ٹھیک مسئلہ بیان کیا یا غلط بیان کیا ہے، اسی کتاب میں ایک روایت میں سند کے بعد ہے "وبحک یا یعقوب لا تکن کلما سمعتہ منی فانی قد اری الراي اليوم فاسر کہ غدا و اری الراي غدا و اتر کہ بعد غد" (۳) یعنی اے ابو یوسف تم مجھ سے جو کچھ سنو اسے ہرگز نہ لکھو ایک مسئلہ کی بابت میری رائے آج کچھ ہوتی ہے پھر کل اس کے خلاف کچھ اور ہوتی ہے اور کل کی بات پرسوں میں بدل لیا کرتا ہوں، امام صاحب کا یہ پاکیزہ فرمان بھی سنئے فرماتے ہیں "اذا رأیت کلاماً یخالف ظاہر الکتاب والسنة فاعملوا بالکتاب والسنة واضربوا بکامنا الحائط" (میزان شعرانی) (۴) یعنی ہمارے

(۱) عقد الجید ص: ۷۵ حجة الله البالغة ج ۱ ص: ۱۵۷

(۲) تاریخ بغداد ص: ۴۰۲

(۳) تاریخ بغداد ص: ۴۰۲

(۴) میزان الکبریٰ للشعرانی ج ۱ ص: ۶۰

اقوال کو قرآن وحدیث کے خلاف پاؤ تو انہیں دیوار پر دے مارو اور قرآن وحدیث پر عمل کرو آپ فرماتے ہیں ”ایاکم والقول فی دین اللہ بالرأی وعلیکم باتباع السنة فمن خرج عنها ضل“ (فتوحات) (۱) لوگو! خدا کے دین میں رائے قیاس کرنے سے بچو! اور حدیث کی تابعداری میں لگے رہو! اگر سنت رسول ﷺ کی تابعداری چھوڑ دی تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

خفنی بھائیو! جنہیں امام مانا کیا ان کی اتنی عزت بھی دل میں نہیں کہ ان کا ایسا تاکید فرمان بھی آپ لا پرواہی سے چھوڑ دیں۔

زیر دیوار ذرا جھانک کے تم دیکھ تو لو = تا تو ان کرتے ہیں دل تھا مہ کے آپس کیونکر اور یہ بھی فرماتے ہیں ”حرام علی من لم يعرف دلیلی ان یفتی بکلامی“ (میزان شعرانی) (۲) یعنی میری بات کی دلیل قرآن وحدیث سے جسے معلوم نہ ہو اسے میرے کلام پر فتویٰ دینا حرام ہے، ایک مرتبہ ایک شخص کو فتنے میں آتا ہے اور اس کے پاس دانیال کی کتاب ہوتی ہے امام صاحب اس پر اس قدر بگڑتے ہیں کہ قریب تھا اسے قتل کر ڈالیں اور نہایت غصہ کے ساتھ فرماتے ہیں ”اكتتاب ثم غیر القرآن والحديث“ یعنی کبادین خدا میں قرآن وحدیث کے سوا تیسری چیز ملانی چاہتے ہو (میزان شعرانی) (۳) آپ علی الاعلان یہ بھی

(۱) بحوالہ المیزان ج ۱ ص: ۶۳ - قواعد الحدیث ص: ۲۳، لیکن المیزان فتوحات مکیہ کے حوالے سے یہ قول اس طرح ہے ایاکم والقول فی دین اللہ تعالیٰ بالرأی وعلیکم بالرأی وعلیکم باتباع السنة فمن خرج عنها ضل۔

اسی کتاب میں امام شعرانی البوضیف کے بارے میں لکھتے ہیں وکان یقول ایاکم وآراء الرجال ودخل علیہ مرة رجل من اهل الکوفة والحديث یقرأ عنده فقال الرجل دعونا من هذا الحديث فزجره الامام اشد الزجر وقال له لو لالسنة ما فهم احد منا القرآن ثم قال للرجل ما تقول فی لحم الفرد واین دلیلہ من القرآن فافحم الرجل فقال للامام فماتقول انت فیہ فقال لیس هو من بهیمة الانعام - (میزان ج ۱ ص: ۶۳)

(۲) المیزان للشعرانی ج ۱ ص: ۶۳

(۳) ایضاً ص: ۶۳

فرمایا کرتے تھے ”کذب واللہ وافتروی علینا من یقول عنا اننا نقدم القیاس علی النص وهل یحتاج بعد النص الی قیاس“ (۱) جو شخص یہ کہتا ہے کہ ہم قیاس کو صریح قرآن وحدیث پر مقدم کرتے ہیں وہ جھوٹا اور مفتری ہے قرآن وحدیث کی موجودگی میں رائے قیاس کی ضرورت ہی نہیں۔ (۲) فضیل

ابن عیاض فرماتے ہیں ”اذا وردت علیہ مسألة فیہا حدیث صحیح اتبعه وان کان عن الصحابة والتابعین“ یعنی امام صاحب کے پاس جب کوئی مسئلہ آتا اور اس میں صحیح حدیث ہوتی تو آپ اس کی پیروی کرتے ورنہ صحابہ

اور تابعین کی (جزء تاریخ بغداد للخطیب) (۳) امام ابو یوسف سے سوال ہوتا

ہے (۴) کہ امام صاحب نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا یہ مسئلہ کہ لونڈی جب آزاد ہو اور اس کا خاوند غلام ہو تو آزاد ہوتے ہی اس پر طلاق پڑ جائے گی کیوں چھوڑ دیا؟ اور یہ مذہب اختیار کیا کہ نہیں لونڈی کو اس صورت میں اختیار ہے خواہ

اپنا نکاح باقی رکھے خواہ چھوڑ دے تو فرمایا محض اس حدیث کی بنا پر جس میں ہے

”ان بریرۃ حین اعتقت خیرت“ (۵) یعنی بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب آزاد ہوئیں تو انہیں نکاح باقی رکھنے نہ رکھنے کا اختیار دیا گیا (جزء تاریخ بغداد)

(۶) امام صاحب تو اپنے استاد بلکہ صحابی رضی اللہ عنہ کی بات اپنے اوپر حجت نہ

مانیں اور لوگ ان کے مقلد کہلو کر آج ان کی باتیں اپنے اوپر حجت مانیں، افسوس!

اگر یہ الٹی گنگانہ بہتی، اور مسلمان اسی روش پر قائم رہتے تو آج غیروں کی نظر میں مسلمانوں کی بے وقعتی نہ ہوتی۔

(۱) المیزان للشعرانی ج ۱ ص: ۷۱

(۲) وکیع کہتے ہیں کہ امام البوضیف نے فرمایا ”من القیاس قیاس اقبیح من البول فی المسجد (المدخل للبیہقی ص: ۲۰۳)

(۳) تاریخ بغداد للخطیب ص: ۳۳۰

(۴) سوال کرنے والے اعمش ہیں

(۵) ملاحظہ ہو بخاری ج ۱ ص: ۷۳ باب الحرة تحت العبد

(۶) تاریخ بغداد ص: ۲۳۰

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا۔ ہمیں سو گئے داستان کہتے کہتے
امام صاحب اپنا مذہب خود بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں "أخذ بكتاب
الله فما لم يجد في سنة رسول الله ﷺ فان لم يجد في كتاب الله
ولاسنة رسوله ﷺ اخذت بقول اصحابه أخذ بقول من شئت
منهم وادع من شئت منهم ولا اخرج من قولهم الى قول غيرهم
فاما اذا انتهت الامر او جاء الامر الى ابراهيم والشعبي وابن سيرين
والحسن وعطاء وسعيد بن المسيب وعدد رجالا فقوم اجتهدوا
فاجتهد كما اجتهدوا" (جزء تاريخ بغداد ص: ۷۶) (۱) یعنی میں سب
سے پہلے مسئلہ کو کتاب اللہ میں ٹولتا ہوں اور اس کو لیتا ہوں اس میں نہ ملے تو
حدیث رسول ﷺ کو لیتا ہوں، اگر قرآن و حدیث دونوں میں نہیں پاتا ہوں
تو صحابہ کے اقوال پر عمل کرتا ہوں اگر ان میں اختلاف ہو تو جس کے قول کو میں
پسند کرتا ہوں لے لیتا ہوں اور دوسروں کے قول کو چھوڑ دیتا ہوں لیکن اس صورت
میں بھی رائے قیاس نہیں کرتا نہ کسی اور کے قول کو لیتا ہوں اور جب قرآن
و حدیث اور اقوال صحابہ تینوں میں نہ پاؤں تو پھر بھی ابراہیم نخعی اور امام شعبی
اور ابن سیرین اور حسن بصری اور عطاء تابعی اور سعید بن مسیب جیسی جلیل القدر
بزرگ ہستیوں کی تقلید نہیں کرتا (بلکہ انہیں مجتہد جان کر ان کے کلام کو خطا سے
پاک نہ مان کر) میں بھی ان کی طرح اجتہاد کرتا ہوں، امام سیوطی نے خطیب کے
واسطے سے ایہ تہذیب مشکری کا قول نقل کیا ہے کہ انھوں نے خود امام صاحب کی زبانی
سنا کہ آپ نے فرمایا میں حدیث سن کر دوسری طرف نہیں جاتا، جزہ خطیب کے ص
۱۲۱ میں ہے (۲) مزاحم بن زفر نے ایک مرتبہ امام صاحب سے دریافت کیا کہ
حضرت یہ جو فتویٰ دیا کرتے ہیں اور رائے قیاس سے مسائل بتلایا کرتے کیا آپ

(۱) تاریخ بغداد ص: ۳۶۸ المدخل للبيهقي ص: ۲۰۳

(۲) تاریخ بغداد ص: ۳۰۲

کے نزدیک یہ سب حق ہیں؟ آپ نے فرمایا "لعله الباطل الذي لاشك
فيه" شاید یہ سراسر ناحق باطل اور غلط ہی ہوں اور ان کے غلط ہونے میں کوئی شبہ
نہ ہو (۱) اسی کتاب میں ہے کہ ایک شامی آپ سے فقہ دیکھتا تھا جب وہ اپنے
وطن جانے لگا تو آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا میرے یہ قیاسی مسائل اپنے
ساتھ لے جاؤ گے؟ اس نے کہا ضرور آپ نے فرمایا "تحمل شرا كثيرا" تم
بڑی برائی اٹھالے چلے (۲) اسی صفحہ میں ہے آپ نے اپنے ان قیاسی مسائل کی
نسبت فرمایا "عمامة ما احد ثكم به خطأ" یعنی مرے یہ مسائل اکثر خطا ہیں
غلط ہیں۔

عقود الجواہر میں ہے "ومما يروى عنه انه كان يقول ضعيف
الحديث احب الي من آراء الرجال" یعنی امام صاحب سے یہ بھی مروی
ہے کہ ضعیف حدیث بھی میرے نزدیک لوگوں کی رائے سے زیادہ پسندیدہ ہے
(۳) ظفر الامانی ص: ۱۸۳ میں ہے "ما جاء عن رسول الله ﷺ فبا"

(۱) عن مزاحم بن زفر قال قلت لابي حنيفة يا ابا حنيفة هذا الذي لقني والذي
وضعت في كتبك هو الحق الذي لاشك فيه قال فقال والله ما ادري لعله
الباطل الذي لاشك فيه. (تاريخ بغداد ص: ۳۰۲)

(۲) ابضا ص: ۳۰۱

(۳) اعلام الموقعين ج ۱ ص: ۲۷ میں ہے "واصحاب ابى حنيفة رحمه الله
مجمعون على ان مذهب ابى حنيفة ان ضعيف الحديث عنده اولى من القياس
والرأى وعلى ذلك بنى مذهبه."

کجا بات امام احمد بن حنبل کی جانب بھی منسوب ہے "قال عبد الله بن احمد سمعت ابي
بقول الحديث الضعيف احب الي من الرأي فقال عبد الله سألت ابي عن
الرجل يكون يسلد لا يجد فيه الا صاحب حديث لا يعرف صحيحه من مقبوه
واصحاب الرأي فتقول به النازلة فقال ابي يسأل اصحاب الحديث ولا يسأل
اصحاب الرأي ضعيف الحديث اقوى من الرأي. (اعلام ج ۱ ص: ۲۷)
امام مالک نے بھی رائے قیاس سے فتویٰ دینے پر انہوں کا انکبار کیا ہے =

لرأس والعین“ (۱) یعنی حدیث سے جو ثابت ہو وہی سر آنکھوں پر ہے۔

میں نے یہ نسبت تین ائمہ کے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اقوال کچھ زیادہ وارد کئے اس لئے کہ اصل مقصد اور صحیح مخاطب ہمارے حنفی ہی ہیں۔

برادران احناف! اب بتلاؤ خود امام صاحب اپنی باتوں کو بلا دلیل مان لینے کو حرام بتلاتے ہیں لوگوں کو اپنی تقلید سے روکتے ہیں، سب کو قرآن و حدیث پر عمل کرنے اور انہی دو چیزوں کو واجب العمل اور بے خطا ماننے کی تعلیم و تلقین کرتے ہیں پھر تقلید کی حرمت میں آپ کو کیا شک رہ گیا؟ بلکہ میں یوں بھی کہہ سکتا ہوں کہ

= یعنی کہتے ہیں کہ میں مالک بن انس کے مرض الموت میں ان کے پاس گیا اور ان سے سلام کیا پھر میں بیٹھ گیا میں نے دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں میں نے کہا ”یا ابا عبد اللہ ما الذی یبکیک فقال لی یا بنی لعنہ و مالی لا ابکی ومن احق بالبکاء منی واللہ لوددت انی ضربت بکل مسئلة الفیت فیہا بالرأی سوطاً وقد کانت لی السعة فیما قد سقت الیہ ولیتی لم افتر بالرأی“ (ایضاً)

امام شافعی کہتے ہیں ”مثل الذی ینظر فی الرأی ثم یتوب منه مثل المجنون الذی عولج حتی برأ فاعقل ما یکون قد حاج به“ (ایضاً)

اعلام ج ۱ ص ۲۵۴ میں ہے ”قال شداد بن حکیم عن زفر بن ہذیل انا ناخذ بالرأی ما لم نجد الاثر فاذا جاء الاثر ترکنا الرأی واخذنا بالاثر“

اعلام ج ۱ ص ۲۵۴ میں ہے ”ان السلف جمیعہم علی ذم الرأی والقیاس المخالف للکتاب والسنة وانه لا یحل العمل به لافقیا ولا قضی وان الرأی الذی لا یعلم مخالفتہ للکتاب والسنة ولا موافقتہ لغایتہ ان یسوغ العمل به عند الحاجة الیہ من غیر الزام ولا انکار علی مخالفہ“ (اعلام ج ۱ ص ۲۷۷)

(۱) المدخل للبیہقی ص: ۲۰۳، میزان ج ۱ ص: ۷۱ لیکن میزان کے الفاظ یہ ہیں ما جاء عن رسول الله ﷺ فعلى الرأس والعین بابی هو و امی و لیس لنا مخالفتہ۔ اور المدخل ص: ۱۱۱ میں ہے ابن البارک کہتے ہیں میں نے ابو حنیفہ سے فرماتے ہوئے سنا ہے اذا جاء عن النبی ﷺ فعلى الرأس والعین فاذا جاء عن اصحاب النبی ﷺ فاختار من قولهم واذا جاء عن التابعین زاحمتهم۔

مقلد بھی انسان اسی وقت بن سکتا ہے جب غیر مقلد ہو جائے، یا دوسرے لفظوں میں آپ یوں کہہ لیجئے کہ پورا غیر مقلد وہ ہے جو تقلید کرتا ہو کیونکہ تقلید کرنے والے پر ضروری ہے کہ جس کی تقلید کرتا ہے اس کی تمام باتیں ماننا چلا جائے اور ان تمام باتوں میں ایک بات یہ بھی ہے کہ ان کی تقلید نہ کی جائے پس حقیقی غیر مقلد وہ ہے جو تقلید کرتا ہے اس لئے کہ خود اماموں نے اپنی اپنی تقلید حرام کر دی۔

ابو حنیفہ تھے امام باصفا - ہے انھوں نے بے تامل کہہ دیا

قول پر میرے نہیں فتویٰ روا - ہونہ جب تک اصل کے اس کا پتہ امام ابو حنیفہ کے تو شاگرد بھی اس تقلید سے روکتے رہے امام ابو یوسف اور امام زفر

سے مروی ہے ”لا یحل لاحد ان یفتی بقولنا ما لم بعلم من این قلنا“ (۱) یعنی کسی کو جائز نہیں کہ ہمارے قول پر فتویٰ دے جب تک یہ نہ جان لے کہ ہم

نے اسے کہاں سے کہا؟ (۲) امام ابو یوسف اپنی وفات کے وقت کہتے ہیں ”کل ما افتیت به فقد رجعت عنه الا ما وافق الکتاب والسنة“ یعنی میں

نے جتنے فتوے دیئے ہیں ان میں سے جو قرآن و حدیث کے خلاف ہوں میں ان سے رجوع کرتا ہوں، امام صاحب کے دونوں شاگردوں کے مشہور و معروف

شاگرد امام عصام بن یوسف سے سوال ہوتا ہے کہ آپ امام ابو حنیفہ کا خلاف

(۱) المدخل للبیہقی ص: ۲۱۱، حجة الله البالغة ج ۱ ص: ۱۵۸

(۲) حجة الله البالغة ج ۱ ص: ۱۵۵ میں ہے ”الفقهاء کلهم قد نهوا عن تقلید غیرہم فقد خالفہم من قلدہم“

علامہ عز الدین عبدالسلام مقلدین پر تعجب کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”ومن العجب العجیب ان الفقهاء المقلدین یقف احدہم علی ضعف ما خلد امامہ بحیث لا یجد لضعفه مدفعاً وهو مع ذلک یقلدہ فیہ ویترک من شہد الکتاب والسنة والاقبسة الصحیحة لمدہبہم جموداً علی تقلید امامہ بل یتخیل لدفع ظاہر الکتاب والسنة یتاولہا بالتأویلات البعیدة الباطلة تضالاً عن مقلدہ (حجة الله البالغة ج ۱ ص: ۱۵۵)

کیوں کرتے ہیں؟ جواب دیتے ہیں "لایسنا ان نفتی بقوله ما لم نفهم" یعنی ناممکن ہے کہ ہم بغیر سمجھ کے اور نہ تقلید کسی کی کر لیں۔ (۱)

اہل حدیث کا تو ایمان ہے کہ شرعی مسائل میں غلطی سے پاک صرف نبی آخر الزماں کی ذات والا صفات ہے صلی اللہ علیہ وسلم، گو خفی مذہب کی اصولی کتابیں بھی اس میں اہل حدیث کے ساتھ متفق ہیں، کہ "المجتہد یخطئ ویصیب" (۲) یعنی مجتہد سے کبھی غلطی ہو جاتی ہے کبھی وہ سچ بات کہہ گزرتا ہے لیکن آج کل یہ حال ہے کہ جہاں کسی مقلد خفی مذہب سے کہا گیا کہ خفی مذہب کا فلاں مسئلہ غلط ہے اس لئے کہ فلاں حدیث میں یوں ہے تو سب سے پہلا جواب ان کا یہ ہوتا ہے کہ کیا اس حدیث کا علم تمہیں ہے اور ہمارے امام صاحب کونہ تھا؟ پس میں چاہتا ہوں کہ اس فضول جواب کا جواب الجواب آج پوری طرح ہو جائے۔

یا ہاتھ توڑے جائیں گے یا کھولیں گے نقاب
سلطان عشق کی یہی فتح و شکست ہے

خفی بھائیو! ذرا کلیجہ پہ ہاتھ رکھ کر ایمان داری سے بتلاؤ کہ حضرت امام ابو حنیفہ علم و فقہ میں بڑھے ہوئے تھے یا حضرت عمر فاروق خلیفۃ المسلمین امیر المومنین رضی اللہ عنہ؟ میں آپ کی طرف سے یہ جواب دینے میں غالباً حق بجانب ہوں گا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پس آؤ سنو! بہت سے صاف صاف موئے موئے مسائل ایسے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم نے ان میں غلطی کی اور ہمارا آپ کا اتفاق ہے کہ فی الواقع ان مسائل کے دلائل سے حضرت فاروقؓ بے خبر تھے، سنئے!

(۱) قبل لعاصم بن یوسف رحمہ اللہ انک تکثر الخلاف لابی حنیفۃ رحمہ اللہ قال لان اباحنیفۃ رحمہ اللہ اوتی من الفہم ما لم نوت فادرک بفہمہ ما لم ندرك ولا یسنا ان نفتی بقوله ما لم نفہم (حجة اللہ البالغۃ ج ۱ ص: ۱۵۸)
(۲) (المختار المعروف بہ شامی ج ۱ ص: ۱۳۹)

☆ حضرت فاروق کا فرمان تھا کہ جنبی شخص کو جب پانی نہ ملے تو تیمم کر کے نماز پڑھنا جائز نہیں گو مہینہ بھر گزر جائے (۱) حالانکہ قرآن اور حدیث میں صاف موجود ہے کہ ایسے وقت تیمم سے جنبی شخص نماز ادا کر سکتا ہے۔ (۲)

(۱) محلی بالآثار ج ۱ ص: ۳۶۷ میں ہے "کان عمر بن الخطاب وعبداللہ بن مسعود یقولان ان لم یجد الماء لم یصل یعنی الجنب، اسی کتاب اور بخاری ج ۱ ص: ۵۰ میں ہے قال ابن مسعود ان لم یجد الماء شہرا لم یصل۔

مصنف عبدالرزاق میں ہے "عن عبدالرحمن بن ابزی قال جاء رجل من اهل البادية الى عمر بن الخطاب فقال يا امير المؤمنين انا نمكث الشهر والشهرين لانجد الماء قال عمر اما انا فلم اكن لاصلي حتى اجد الماء فقال عمار بن ياسر اما تذكر اذا انا وانت بارض كذا نرعى الابل فتعلم اني اجنبت قال نعم فتمعكت في التراب فذكرت ذلك للنبي صلی اللہ علیہ وسلم فضحك وقال ان كان ليكفيك من ذلك لك الصعيد ان تقول هكذا وضرب بيده الارض ثم نفخها ثم مسح بهما على وجهه وذراعيه الى قريب من نصف الصاع فقال عمر اتق الله يا عمار قال فقال يا عمار فيما لك على من حق يا امير المؤمنين ان شئت لا اذكره ما حييت فقال عمر كلا والله ولكن اوليك من امرك ماتوليت (مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص: ۳۹-۳۳۸)

صحیح مسلم میں ہے "ان رجلا اتى عمر فقال انى اجنبت فلم ماء فقال لاتصل فقال عمار اما تذكر يا امير المؤمنين اذا انا وانت فى سرية فاجنبتا فلم نجد ماء فاما انت فلم تصل واما انا فتمعكت فى التراب وصليت فقال النبى صلی اللہ علیہ وسلم انما كان يكفيك ان تضرب بيدك الارض ثم تنفخ ثم تمسح بهما وجهك وكفيك فقال عمر اتق الله يا عمار فقال ان شئت لم احدث به (مسلم ج ۱ ص: ۱۶۱ باب التيمم)

(۲) قرآن مجید میں ہے "وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لِمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ" (المائدة ۵/۶)

☆ کسی شخص نے کسی دوسرے کی شہادت کی انگلی اور انگوٹھا کاٹ ڈالا تو آپ کا فتویٰ تھا کہ اسے دیت یعنی جرمانہ میں پچیس اونٹ دینے پڑیں گے (۱) حالانکہ حدیث شریف میں صاف موجود ہے کہ ہر انگلی کے بدلے دس دس اونٹ ہیں۔ (۲)

= ایک حدیث میں ہے "عن ابی ذر انہ اتی النبی ﷺ وقد اجنب فدعا النبی ﷺ بماء فاستر واغتسل ثم قال له النبی ﷺ ان الصعید الطیب وضوء المسلم وان لم یجد الماء عشر سنین فاذا وجد الماء فلیمسہ بشرتہ فان ذلک ہو خیر وفی رواۃ قال وکانت جنابہ ابی ذر من جماع"

(مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص: ۲۳۸ باب الرجل یعزب عن الماء)
صحیح بخاری میں ہے "عن ابی رجاء قال حدثنا عمران بن حصین الخزاعی ان رسول اللہ ﷺ رای رجلا لم یصل فی القوم فقال یا فلان ما منعک ان تصلی فی القوم فقال یا رسول اللہ ﷺ اصابنی جنابہ ولاماء قال علیک بالصعید فانه یکفیک (صحیح بخاری ج ۱ ص: ۵۰ باب التیمم)

(۱) حضرت عمرؓ نے یہ کہ شہادت کی انگلی اور انگوٹھا اور انگلی میں پچیس اونٹ دیت کے قائل تھے بلکہ وہ تو بنصر میں لو اور خضر میں چھ کے بھی قائل تھے جیسا کہ مصنف عبدالرزاق کی اس روایت سے صاف واضح ہوتا ہے۔

عن سعید بن المسیب ان عمر جعل فی الابهام خمس عشرة وفی السبابة عشرة وفی الوسطی عشرة وفی البنصر تسعا وفی الخنصر ستا متی وجدنا کتابا کتابا عند آل حزم من رسول اللہ ﷺ ان الاصابع کلها سواء فاخذہ (مصنف عبدالرزاق ج ۹ ص: ۲۸۳ سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص: ۹۳ کتاب الدیات)

ابن مسیب کی دوسری روایت میں یوں ہے "قال قضی عمر بن الخطاب فی الاصابع بقضاء ثم اغیر بکتاب کتبہ النبی ﷺ لآل حزم فی کل اصبع مما هنا لک عشرة من الابل فاخذ بہ وترک امرہ الاول (مصنف عبد الرزاق ج ۹ ص: ۲۸۵)

(۲) سنن نسائی میں ہے "عن ابی موسیٰ قال قضی رسول اللہ ﷺ ان الاصابع سواء عشرة عشر من الابل (نسائی ج ۲ ص: ۲۱۷) (دارمی ج ۲ ص: ۵۵-۵۳ باب دية الاصابع و ابو داؤد ج ۲ ص: ۲۸۶ باب دیات الاعضاء)"

☆ تین مرتبہ کی اجازت طلبی کے بعد واپس نہ چلے جانا چاہئے یہ فتویٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تھا حالانکہ حدیث میں واپسی صاف موجود ہے۔ (۱)
☆ خاوند کی دیت میں سے عورت کو ورثہ نہ ملے گا یہ فتویٰ فاروقی تھا حالانکہ حدیث میں ہے کہ عورت بھی اپنے خاوند کی دیت کی وارث ہوگی۔ (۲)

= سنن کبریٰ للبیہقی میں ہے "عن ابی غطفان ان ابن عباس کان یقول فی الاصابع عشر عشر فارسل مروان الیہ فقال اتفتی فی الاصابع عشر عشر وقد بلغک عن عمر فی الاصابع فقال ابن عباس رحمہ اللہ عمر قول رسول اللہ ﷺ احق ان یتبع من قول عمر (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص: ۹۳ کتاب الدیات) بخاری شریف میں ہے "عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال ہذہ و ہذہ سواء یعنی الخنصر والبنصر (بخاری ج ۱ ص: ۱۰۱۸)

(۱) ترمذی میں ہے "عن ابی سعید قال استاذن ابو موسیٰ علی عمر فقال السلام علیکم اذ دخل فقال عمر واحدة ثم سکت ساعة ثم قال السلام علیکم اذ دخل فقال عمر ثنتان ثم سکت ساعة فقال السلام علیکم اذ دخل فقال عمر ثلاث ثم رجع فقال عمر للبواب ما صنع قال رجع قال علی یہ فلما جاء ہ قال ما هذا الذی صنعت قال السنة قال السنة واللہ لتا تینی علی هذا بیرہان و بیئۃ او لا فعلن بک قال فاتانا ونحن رفقة من الانصار فقال یا معشر الانصار الستم اعلم الناس بحديث رسول اللہ ﷺ الم یقل رسول اللہ ﷺ الاستیذان ثلاث فان اذن لک والا فارجع فجعل القوم یمازحونه قال ابو سعید ثم رفعت راسی الیہ فقلت ما اصابک فی هذا من العقوبة فانا شریکک قال فاتی عمر فاخبرہ بذلک فقال عمر ما کنت علمت بهذا"

(ترمذی ج ۲ ص: ۹۸ باب ماجاء فی الاستیذان ثلاث- بخاری ج ۲ ص: ۹۲۳ کتاب الاستیذان باب التسلیم والاستیذان ثلاثا)

(۲) ترمذی ج ۲ ص: ۲۸۸ باب ماجاء فی میراث المرأة من دية زوجها میں ہے عن سعید بن المسیب قال قال عمر الدية علی العاقلة ولا ترث المرأة من دية زوجها شینا فاخبرہ الضحاک بن سفیان الکلابی ان رسول اللہ ﷺ کتب الیہ ان ورث امرة اشیم الضبابی من دية زوجها

☆ مجوسیوں سے جزیہ لینے کے قائل حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ تھے حالانکہ

حدیث میں یہ موجود ہے۔ (۱)

☆ آپ کا فتویٰ تھا کہ طواف و داع حائضہ عورت سے بھی ساقط نہیں۔ (۲)

حالانکہ حدیث میں اس کی معافی صاف لفظوں میں موجود ہے (۳)

☆ نبیوں کے نام پر نام رکھنا بھی آپ ناجائز بتلاتے تھے (۴) حالانکہ جواز

موجود ہے۔ (۵)

(۱) ترمذی ج ۱ ص: ۲۸۸ باب فی اخذ الجزية من المجوس

(۲) حارث بن عبد اللہ بن اوس کہتے ہیں "اتیت عمر بن الخطاب فسألته عن المرأة تطوف بالبيت يوم النحر ثم تحيض قال لیکن آخر عهدا بالبيت" (ابوداؤد ج ۱ ص: ۲۷۴)

(۳) "عن عائشة ان صفية بنت حسی زوج النبی ﷺ حاضت فذكر ذلك لرسول الله ﷺ فقال احابستنا هي قالوا انها قد افاضت قال فلا اذن. (بخاری شریف ج ۱ ص: ۲۳۷ باب اذا حاضت المرأة بعد ما افاضت، (ترمذی ج ۱ ص: ۱۸۸)

(۴) شرح مسلم للنووی ج ۲ ص: ۲۰۶ میں ہے "کتب عمر الى الكوفة لاتسموا احدا باسم نبي وامر جماعة بالمدينة بتغيير اسماء ابناهم محمد."

(۵) عن ابی موسی قال ولد لی غلام فاتیت به النبی ﷺ فسماه ابراهيم فحنكه بسمرة ودعاه بالبركة ودفعه الی وکان اكبر ولد ابی موسی.

(بخاری ج ۲ ص: ۹۱۵ کتاب الادب)

صحیح مسلم میں ہے "عن جابر بن عبد الله قال ولد لرجل منا غلاما فسماه محمدا فقال له قومه لاندعك تسمى باسم رسول الله ﷺ فانطلق بابنه حامله علی ظهره فاتر به النبی ﷺ فقال یارسول الله ﷺ ولد لی غلام فسميته محمدا فقال لی قومی لاندعك تسمى باسم رسول الله ﷺ فقال رسول الله ﷺ تسموا باسمی ولا تکثروا بکثینی. (مسلم ج ۲ ص: ۲۰۶)

نما ﷺ نے خود اپنے بیٹے کا نام ابراہیم رکھا ہے اور ابو موسیٰ، محمد بن مسلم اور ابو ایوب نام کے صحابہ آپ ﷺ کے دور میں موجود تھے۔

☆ آنحضرت ﷺ کی بیویوں اور بچیوں کے مہر سے زیادہ مہر باندھنے کو آپ

ناجائز جانتے تھے جو قطعاً جائز ہے قرآن سمجھی اور حدیث سے بھی۔ (۱)

☆ طاعون والی جگہ نہ جانا اور وہاں کے لوگوں کا وہاں سے نہ ٹکنا بھی آپ کو

معلوم نہ تھا حالانکہ حدیث میں صاف موجود ہے۔ (۲)

☆ حج تمتع کے آپ قائل نہ تھے حالانکہ حدیث میں اس کی رخصت

موجود ہے۔ (۳)

یہ دس مسئلے ہوئے ابھی تلاش سے ایسے اور مسائل بھی مل سکتے ہیں۔ (۴)

اور یہ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے

ہیں کہ اگر ترازو کے ایک پلڑے میں تمام اہل زمین کا علم رکھا جائے اور دوسرے

پلڑے میں صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم تو تمام روئے زمین والوں کے علم

سے بڑھ جائے گا۔ (۵) پھر بھی ان موٹے موٹے مسائل میں جو روزمرہ کے

(۱) ملاحظہ ہو اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۲۴۹، مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص: ۱۰۸ باب غلاء الصداق، تفسیر ابن کثیر عربی ج ۱ ص: ۳۷۸ (طبع بیروت)

(۲) ملاحظہ ہو بخاری ج ۲ ص: ۸۵۳ کتاب الطب

(۳) ترمذی ج ۱ باب ماجاء فی التمتع

(۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ متعجج کے بھی قائل نہ تھے۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کو

فوت شدہ کہنے کو ناپسند کرتے تھے آپ کو آیت انک میت و انھم میتون اور و ما محمد

الارسل قد خلعت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم یاد نہ تھی

حتی کہ حضرت ابو بکرؓ کے یاد دلانے پر فرمایا "والله كان ما سمعتها قط قبل وقتي هذا"

دادا اور کلالہ کا مسئلہ آپ سے پوشیدہ تھا۔ سو وہی بعض صورتیں آپ کے علم میں نہ تھیں آپ کو یہ معلوم

نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے مکہ میں داخل ہونے کا مطلق وعدہ کیا ہے اور اس کے لئے اسی

سال کو متعین نہیں کیا ہے چنانچہ حدیبیہ والے دن حضور ﷺ سے مکہ شریف میں داخل ہونے پر زور

دے رہے تھے۔ قربانی کر چکنے کے بعد طواف افاضہ سے پہلے خوشبو لگانے پر آپ کو اعتراض تھا۔

(۵) اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۶، المدخل للبيهقي ص: ۱۲۶

ہیں دلائل شرعیہ آپ سے مخفی رہے، (۱) پھر کیا وجہ ہے؟ کہ بعد والوں میں سے کسی شخص کی ہستی ایسی مان لی جائے کہ اس سے شریعت کا کوئی مسئلہ پوشیدہ ہی نہیں۔
”سَقَرُكَ فَلَا تَنْسَى“ (۲) صرف شان رسول ہی ہے۔

ہم اہل حدیث امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی استعداد اور علمی قابلیت کو مانتے ہوئے بھی ہرگز اس کے لیے تیار نہیں کہ انہیں معصوم سمجھ لیں اور مان لیں کہ ان سے مسائل شرعیہ میں کوئی غلطی ہی نہیں ہوئی بہت ممکن ہے کہ صاف اور بے حد کھلا ہوا مسئلہ امام صاحب کو نہ پہنچا ہو اور کسی چھوٹے سے چھوٹے شخص کو پہنچ گیا ہو، بہت ممکن ہے کہ جواب مسئلہ کے وقت صاف آیت قرآنی اور صحیح سنت نبوی خیال میں نہ رہی ہو اور آج ان سے بہت چھوٹے مرتبے والے شخص کے ذہن میں آجائے، پس یہ اصول سر تا پا غلط ہے کہ آج جو حدیث تمہیں مل گئی کیا یہ امام صاحب کو نہیں ملی؟ اور جب یہ اصول غلط ہو تو پھر کسی امتی کے تمام فتوؤں کو شرعی اہل احکام ماننا بالکل خلاف شرع ثابت ہوا، وہو المراد، اور یہ اگر مانا جائے کہ گو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے صحابہ پر تو بعض دلائل ظاہر نہ ہوئے لیکن

(۱) یہ صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جو امت کے عظم ہیں ان پر بھی بعض مسائل مخفی تھے، مثلاً آپ جدہ کے میراث سے بے خبر تھے حتیٰ کہ آپ کو محمد بن مسلمہ اور مغیرہ بن شعبہ نے بتایا۔ آپ ”ان الشہید لادبہ لہ“ سے بھی بے خبر تھے حضرت عمر نے آپ کو بتایا، اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حمل کی اقل مدت بھولے ہوئے تھے ابن عباس نے ان کو قرآن مجید کی آیت وحملہ وفصالہ ثلاثون شهرا اور الولادات برضعن اولادہن حولین کاملین۔ سنا کر یاد دلایا۔ حضرت ابن عباس گدھے کے گوشت کی حرمت سے ناواقف تھے اور ابن مسعودؓ مفوضہ کا حکم نہیں جانتے تھے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہواعلام المؤمنین لابن قیم ج ۱ ص: ۵۰-۲۳۹)

اسی طرح علامہ ابن قیم کا یہ فیصلہ کن قول بھی ملاحظہ فرمائیں: آپ صحابہ کرام کے بارے میں لکھتے ہیں ”فلیس احد منهم الا وقد خفی علیہ بعض ما قضی اللہ ورسولہ بہ“۔
(۲) سورۃ الاعلیٰ ۸۷ آیت ۶

ہمارے امام پر سب ظاہر ہیں تو اس میں صحابہؓ پر بھی انہیں ترجیح دینا لازم آتا ہے اگر مان لیا جائے کہ بعض دلائل امام صاحب پر بھی ظاہر نہ تھے تو مطلع صاف ہے کہ آج اگر امام صاحب کے فرمان کے خلاف فرمان رسول ﷺ مل جائے تو کیوں یہ عذر کیا جائے کہ کیا یہ حدیث امام صاحب کو نہیں ملی؟ ایمان دار کا یہی کام ہے کہ قرآن و حدیث ڈھونڈے اور اسی پر عمل کرے، خواہ اس کے امام نے فتویٰ دیا ہو خواہ نہ دیا ہو؟ خواہ اس کے خلاف فتویٰ دیا ہو ”وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُمِئِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ“ (۱) یعنی مسلم کا یہ کام نہیں کہ قرآن حدیث کے بعد بھی وہ اسی کے مطابق عمل نہ کرے۔

اب اصولاً اس مسئلہ کے طے ہو جانے کے بعد فروغاً دیکھئے کہ.....

سیکڑوں مسائل حنفی مذہب کے آیتوں اور صحیح حدیثوں کے

خلاف کتب فقہ میں موجود ہیں۔

☆ حدیث میں موجود ہے کہ جب تک رکوع سجدے وغیرہ میں کوئی شخص اطمینان نہ

کرے اس کی نماز نہیں ہوتی، (۱) لیکن حنفی مذہب میں نماز ہو جاتی ہے۔ (۲)

☆ حدیث میں صاف موجود ہے کہ نماز اللہ اکبر سے شروع ہوتی ہے۔ (۳)

لیکن حنفی مذہب کا فتویٰ ہے کہ اس کے سوا سے بھی شروع ہو جاتی ہے۔ (۴)

☆ حدیث میں ہے کہ نماز سلام پھیرنے سے ختم ہوتی ہے (۵) لیکن حنفی مذہب

(۱) صحیح بخاری ج ۱ ص: ۱۰۹ میں ہے "عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان

النبی ﷺ دخل المسجد فدخل رجل فصلى ثم جاء فسلم على النبي فرد عليه

النبي السلام فقال ارجع فصل فانك لم تصل فصلى ثم جاء فسلم على النبي

فقال ارجع فصل فانك لم تصل ثلثا فقال والذي بعثك بالحق ما احسن غيره

فعلمني فقال اذا قمت الى الصلوة فكبر ثم اقرأ ماتيسر من القرآن ثم اركع حتى

تطمئن راكعا ثم ارفع حتى تعتدل قائما ثم اسجد حتى تطمئن ساجدا ثم ارفع

حتى تطمئن جالسا.

(۲) ہدایہ ج ۱ ص: ۱۰۶ میں ہے "اما الاستواء قائما فليس بفرض وكذا

الجلسة بين السجدين والطمأنينة في الركوع والسجود.

(۳) ملاحظہ ہو بخاری ج ۱ ص: ۱۰۱ باب ايجاب التكبير وافتتاح الصلوة

(۴) ہدایہ ج ۱ ص: ۱۰۰ میں ہے "فان قال بدل التكبير الله اجل او اعظم او الرحمن

اكبر او لا اله الا الله وغيره من اسماء الله تعالى اجزاء عند ابی حنیفہ و محمد.

(۵) صحیح بخاری ج ۱ ص: ۱۱۶ میں ہے "كان رسول الله ﷺ اذا سلم قام

النساء حين يقضى تسليمه. اور اسی نسخہ میں ہے زبان بن مالک کہتے ہیں صلينا مع

رسول الله ﷺ فسلمنا حين سلم.

کا فتویٰ ہے کہ گوز مار دینے سے بھی نماز پوری ہو جاتی ہے۔ (۱)

☆ ہر عمل میں نیت حدیث کی رو سے شرط ہے (۲) لیکن حنفی مذہب میں وضو غسل

وغیرہ میں شرط نہیں۔ (۳)

☆ حدیث میں ہے کہ اولاد کو جو عطیہ دے اس میں برابری کرے۔ (۴)

لیکن حنفی مذہب کہتا ہے کہ برابری ضروری نہیں۔ (۵)

☆ حدیث میں ہے کہ جس جانور کا دودھ تھن میں روک کر دھوکہ دے کر

پیا جائے اسے لینے والا واپس کر سکتا ہے ساتھ ہی ایک صاع طعام دیدے (۶)

لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ کہتا ہے دودھ کی قیمت دے (۷)

(۱) قدوری ص: ۳۰ میں ہے "وان سبقه الحدث بعد ما قعد قد را لشهد توضحا

وسلم وان تعمده الحدث في هذه الحالة او تكلم او عمل عملا ينافي الصلوة

تمت صلوته.

(۲) حدیث میں ہے "انما الاعمال بالنيات وانما لامری مانوی" (بخاری ج ۱ ص: ۲)

(۳) ہدایہ ج ۱ ص: ۲۰ میں ہے "فالنية في الوضوء سنة عندنا"

(۴) ملاحظہ ہو مسلم ج ۲ ص: ۳۷ کتاب الہبات

(۵) در مختار ج ۲ ص: ۱۶۰ میں ہے "لاباس بتفضيل بعض الاولاد في المحبة

لانها عمل القلب وكذا في العطايا اذا لم يقصد به الاضرار. اور آگے لکھتے ہیں

"ولو وهب في صحته كل المال للولد جاز"

(۶) صحیح بخاری ج ۱ ص: ۲۸۸ کتاب البیوع. میں ہے "قال ابو هريرة

عن النبي لا تصروا الابل والغنم فمن ابتاعها بعد فانه بخير النظرين بعد ان يحلبها

ان شاء ردھا وصاع تمر وقال بعضهم عن ابن سيرين صاعا من طعام.

(۷) اصول الشاشی ص: ۸۵ میں ہے "ترك اصحابنا رواية ابی هريرة في

مسألة المصراة. ملا جیون لکھتے ہیں "فان هذا الحديث مخالف للقياس من كل وجه

فان ضمان العدوانات والبياعات كلها مقدر بالمثل في المثلي وبالقيمة في

ذوات القيم. فضمن اللبن المشروب ينبغي ان يكون باللبن او بالقيمة ولو كان

بالتمر فينبغي ان يقاس بقلة اللبن وكثرته لا انه يجب صاع من التمر البتة قل

اللبن او كثر فذهب مالک والشافعی رحمهما الله الى ظاهر الحديث وابن ابی

ليلى وابو يوسف الى انه ترد قيمة اللبن وابو حنيفة الى انه ليس له ان

يردها ويرجع على البائع بارشها ويمسكها" (نور الانوار ص: ۱۸۳)

☆ ترکجوروں کو خشک کجوروں کے بدلے بیچنا منع ہے (۱) لیکن حنفی مذہب اسے

جائز قرار دیتا ہے۔ (۲)

☆ حدیث میں ہے کہ کھیت کی پیداوار میں حصے مقرر کر کے کئی لوگ شریک

ہو سکتے ہیں۔ (۳) لیکن امام ابوحنیفہ اسے منع کرتے تھے۔ (۴)

☆ حدیث شریف میں ہے کہ مدینہ حرم ہے اس کا شکار منع ہے لیکن حنفی مذہب

مدینہ کو حرم نہیں مانتا اور اس کا شکار جائز بتلاتا ہے۔ (۵)

☆ حدیث میں ہے کہ کھیت کی پیداوار اگر پانچ وسق (تقریباً انیس من

(۱) نہی رسول اللہ عن بیع التمر بالتمر (ابوداؤد ج ۲ ص: ۴۷۷) اور اسی صفحہ میں ہے رسول اللہ ﷺ سے شراء التمر بالرطب کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا کہ کیا جب کجور خشک ہو جاتی ہے تو کم ہو جاتی ہے لوگوں نے کہا ہاں تو آپ نے رد کر دیا۔

(۲) ہدایہ میں ہے "ویجوز بیع الرطب بالتمر مثلاً بمثل عند ابی حنیفة" ہدایہ ج ۳ ص: ۶۳ باب المزابحة

(۳) ان رسول اللہ ﷺ عامل خیر ما ینخرج من ثمر او زرع (مسلم ج ۲ ص: ۱۳) امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں "ان المسلمین فی جمیع الامصار والاعصار منعمرون علی العمل بالمزارعة. وقد صنف ابن خزيمة کتاباً فی جواز المزارعة (ص: ۱۳) علامہ ابن القیم اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۲۸۳ میں لکھتے ہیں "المزارعة فعلها رسول الله وخلفاءه الراشدون."

(۴) ہدایہ ج ۳ ص: ۲۲۳ میں ہے "قال ابو حنیفة المزارعة بالثلث والربع باطلہ"

(۵) قال النبی ﷺ ان ابراهیم حرم مكة وانی حرمت المدينة ما بین لابتيها لا یقطع عظامها ولا یصاد صيدها (مسلم ج ۱ ص: ۴۴۰)

امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں الاحادیث حجة ظاهرة للشافعی ومالك وموافقيهما فی تحریم صید المدينة وشجرها واباح ابو حنیفة ذلك (مسلم مع شرح نووی ج ۱ ص: ۴۴۰) حنفی کی دلیل صرف آپ ﷺ کا یہ قول ہے یا ابا عمیر مافعل النبی ﷺ جس کا شافی جواب محدثین نے دیا ہے ملاحظہ ہو مسلم شرح نووی و اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۲۸۳

انگریزی) سے کم ہو تو اس میں زکوٰۃ نہیں (۱) لیکن حنفی مذہب کہتا ہے کہ اس میں زکوٰۃ ہے (۲)

☆ حدیث شریف میں ہے کہ کم سے کم مہر پر بھی مثلاً لوہے کی انگوٹھی پر بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے (۳) لیکن حنفی مذہب کہتا ہے نہیں ہوتا، (۴)

☆ حدیث شریف میں ہے کہ ریشمی فرش پر نہ بیٹھو (۵) لیکن حنفی مذہب اسے جائز بتلاتا ہے (۶)

☆ حدیث شریف میں ہے کہ وتر ایک رکعت ہے۔ (۷) لیکن حنفی مذہب اسے بھی نہیں مانتا۔ (۸)

☆ حدیث شریف میں ہے کہ فرضوں کی جماعت ہوتے ہوئے نوافل، سنن جائز

(۱) عن ابی سعید الخدری ان رسول الله ﷺ قال لیس فی مادون خمسة اوسق من التمر صدقة (بخاری ج ۱ ص: ۱۹۶ کتاب الزکوٰۃ)

(۲) قال ابو حنیفة فی قلیل ما اخرجته الارض وکثیره العشر سواء سقی سیحا اوسقته السماء (ہدایہ ج ۱ ص: ۲۰۱ باب زکوٰۃ الزروع والثمار)

(۳) بخاری ج ۱ ص: ۷۷۳ باب التزویج علی القرآن وبغیر صداق / مسلم ج ۱ ص: ۴۵۷ باب الصداق وجواز کونه تعلیم القرآن وخاتم حدید الخ

(۴) ہدایہ ج ۱ ص: ۳۰۳ باب المہر میں ہے اقل المہر عشرة دراهم امام نووی لکھتے ہیں قال ابو حنیفة واصحابہ اقله عشرة دراهم

(صحیح مع شرح نووی ج ۱ ص: ۴۵۷)

(۵) عن حذیفة قال نهانا النبی ﷺ ان نشرب فی آنية الذهب والفضة وان ناکل فیها وعن لبس الحریر والدیباج وان نجلس علیہ (بخاری ج ۲ ص: ۲۶۸ کتاب اللباس)

(۶) د رمختار ج ۲ ص: ۲۳۹ میں ہے "ویحل توسده وافتراشه والنوم علیہ"

(۷) کان النبی ﷺ یصلی من اللیل مثنی مثنی ویوتر برکعة

(بخاری ج ۱ ص: ۱۳۶ ابواب الوتر)

(۸) ہدایہ ج ۱ ص: ۱۴۳ میں ہے "الوتر ثلث رکعات لا یفصل بینہن بسلام"

نہیں (۱) لیکن حنفی مذہب اس سنت کا بھی مقابلہ کرتا ہے۔ (۲)
☆ حدیث شریف سے امام کا بھی ”ربنا ولك الحمد“ پڑھنا ثابت ہے
(۳) لیکن حنفی مذہب اس کا بھی قائل نہیں۔ (۴)
☆ حدیث میں ہے عورت میت کے سر کے بالوں کی تین لٹیں کر کے پیچھے کی
طرف ڈال دیں۔ (۵) لیکن حنفی مذہب اسے بھی رد کرتا ہے اور کہتا ہے دو حصے
کر کے سینے پر ڈال دیں۔ (۶)

(۱) ان رسول اللہ ﷺ رای رجلاً وقد اقيمت الصلوة يصلي ركعتين فلما
انصرف رسول الله ﷺ لاث به الناس فقال له رسول الله ﷺ أأصبح
أربعاً أ الصبح أربعاً (بخاری ج ۱ ص: ۹۱ باب اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة
الا المكتوبة)

(۲) ہدایہ ج ۱ ص: ۱۵۱ میں ہے ”ومن صلى ركعة من الظهر ثم اقيمت
يصلي اخرى صيانة لـ مودی عن البطلان ثم يدخل مع القوم احرازاً لفضيلة
الجماعة“

(۳) عن ابی ہریرة رضي الله عنه قال كان النبي ﷺ اذا قال سمع الله لمن
حمده قال اللهم ربنا ولك الحمد (بخاری ج ۱ ص: ۱۰۹ باب ما يقول الامام
ومن خلفه اذا رفع راسه من الركوع)

(۴) ہدایہ ج ۱ ص: ۱۰۶ میں ہے ”ويقول الموتم ربنا ولك الحمد
ولا يقولها الامام عند ابی حنيفة“

(۵) عن ام عطية قالت توليت احدي بنات النبي ﷺ فأتانا النبي فقال
اغسلنها بالسدر وثرا لثاً او خمساً او اكثر من ذلك ان رأيتن ذلك واجعلن
في الآخرة كالقوراوشينا من كالفور فاذا فرغتن فاذهني فلما فرغنا آذنا فالقي
الينا حقوه فضفرنا شعرها لثثة قرون والقيناها خلفها .

(بخاری ج ۱ ص: ۱۲۸، ۱۲۹ باب يلقى شعر المرأة خلفها لثثة قرون)

(۶) ہدایہ ج ۱ ص: ۱۷۹ میں ہے ”ثم يجعل شعرها ضفیرتین علی صدرها
فروق الذرع“

☆ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں شراب کا سرکہ نہ بناؤ (۱) حنفی مذہب کہتا ہے کہ
اسے بناؤ الو۔ (۲)
☆ کسی نعمت کے ملنے پر سجدہ شکر بجالانا سنت ہے۔ (۳) لیکن حنفی مذہب اس کا
قائل نہیں۔ (۴)

یہ ڈیڑھ درجن مو۔ ٹے موٹے روزہ مرہ کے مسائل ہوئے جن میں صریح
حدیثیں مروی ہیں لیکن حنفی مذہب ان کا منکر ہے اور اسی طرح کے اور بھی بہت
سے مسائل ہیں، اب جس کسی مسلمان کے سامنے ان مسائل کے خلاف یہ
حدیثیں پیش کی جائیں اور وہ یہ کہہ کر ٹال دے کہ کیا یہ حدیثیں امام صاحب کو
معلوم نہ تھیں وہ دراصل ایک غیر صحابی کو حضرت عمرؓ جیسے بزرگ توجہ پر فضیلت
دے کر شرعی اصول کو توڑنے والا ہے۔

مانو نہ مانو جان جہاں اختیار ہے۔ ہم نیک و بحضور کو سمجھائے جاتے ہیں
حنفی دوستو! خوب سوچو سمجھو آخردنیا کی کل باتیں اپنے نفع نقصان کی سوچا کرتے
ہو، یہ تو دینی امر ہے جو دنیا کے کل امور سے ہزاروں بلکہ لاکھوں درجہ اہم ہے، ایسا
نہ ہو قیامت کے دن شفیع المذنبین رسول مقبول ﷺ شفاعت کے عوض
اور شکایت کریں اور خدا سے عرض کریں ”وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي

(۱) عن انس ان النبي ﷺ سئل عن الخمر تتخذها خلا قال لا .

(مسلم ج ۲ ص: ۱۶۳ کتاب الاشربة باب تحريم تخليل الخمر .)

(۲) قد وری ص: ۲۲۳ کتاب الاشربة میں ہے ”واذا تخللت الخمر حلت
سواء صارت بنفسها خلا او بشيء طرح فيها ولا يكره تخليلها .

(۳) ان النبي ﷺ بعث عليا الي اليمن فذكر الحد يث قال فكتب علي
باسلامهم فلما قرأ رسول الله الكتاب خر ساجدا شكراً لله على ذلك (رواه
البيهقي واصله في البخاري بحواله بلوغ المرام ص: ۲۶-۲۵ باب

سجود السهو..... والشكر)

(۴) مسلم الثبوت ص: ۲۱ میں ہے شکر المنعم ليس بواجب عقلاً .

اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا (۱) یعنی یہ رسول کہیں گے اے میرے رب میری اس امت نے تیری پاک کتاب قرآن کریم کو چھوڑ رکھا تھا، اس وقت سوا دست حسرت ملنے اور ہاتھ چبانے اور ہائے کرنے کے کچھ نہ بن پڑے گا، قرآن پاک کا ارشاد ہے ﴿وَيَوْمَ يَعْصِي الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا يَا وَيْلَتَى لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فَلَانًا خَلِيلًا﴾ (۲) یعنی اس دن ظالم اپنے ہاتھ چبائے گا اور کہے گا کاش! کہ میں نبی کی راہ پکڑتا (یعنی سنت نبوی کی اتباع کرتا) ہائے ہائے کاش کہ میں فلاں کو دوست نہ بناتا (یعنی اس کی محبت میں آکر اس کی ہر بات کو تسلیم نہ کرتا) قیامت کے دن صاف طور پر یہ مجرم اقرار کریں گے اور کہیں گے ﴿رَبَّنَا آتَاكَ سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلًا﴾ (۳) یعنی اے ہمارے رب ہم اپنے سرداروں اور بڑوں کے پیچھے لگ گئے ان کی مانند رہے اور راہ سے بھٹک گئے اس دن ایسے سب لوگ اپنے بڑوں سے اور وہ بڑے ان چھوٹوں سے دست برداری کر لیں گے قرآن حکیم فرماتا ہے ﴿إِذْ تَبَرَّ الَّذِينَ اتَّبَعُوا مِنِ الَّذِينَ اتَّبَعُوا﴾ (۴) یعنی تابعداری کرنے والے جن کی تابعداری کی جاتی تھی ان سے قیامت والے دن دست بردار ہو جائیں گے۔

مسلمانو! تمہیں پروردگار مخاطب فرماتا ہے ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (۵) یعنی تمہیں جو کچھ میرا پیغمبر دے لے لو اور جس چیز سے وہ تمہیں روکیں تم اس سے رک جاؤ، ایمان داروں کی تو شان یہی ہے ارشاد ہوتا ہے ﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (۶) یعنی ایمان دار کو جب بھی خدا اور اس کے رسول کے حکم کی

- (۱) الفرقان ۳۰/۲۵
(۲) الاحزاب ۶۷/۳۳
(۳) البقرة ۱۶۶/۲
(۴) الفرقان ۲۸-۲۷/۲۵
(۵) الحشر ۵۹/۷
(۶) النور ۵۱/۲۳

طرف بلایا جائے تو اس کا قول یہی ہوتا ہے کہ ہم نے سنا اور مانا یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں، قرآن فرماتا ہے ﴿النَّبِيُّ أَوْلىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ﴾ (۱) یعنی مومنوں کو اللہ کے یہ نبی ان کی جانوں سے بھی زیادہ عزیز ہیں، سورہ توبہ میں ارشاد ہے ﴿وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ﴾ (۲) یعنی کسی کو یہ لائق نہیں کہ اپنی جان کو رسول اللہ ﷺ کی جان سے زیادہ عزیز سمجھے، اندھا دھند تقلید نہ کرنے والوں، بے دلیل نہ ماننے والوں کی رب العالمین اپنے کلام میں کس دھوم سے تعریفیں کرتا ہے فرماتا ہے ﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَئِكَ هُمُ أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾ (۳) جو لوگ باتیں سنتے ہیں پھر ان میں تمیز کر کے بھلی بات پر عمل کرتے ہیں اے نبی ﷺ تم انہیں ہماری جانب سے خوشخبری سنا دو کہ وہ ہدایت پر ہیں اور عقلمند ہیں، مثنوی روم ص: ۱۲۵ دفتر دوم میں ہے۔

گرچہ عقلت سوئے بالامی پرد - مرغ تقلیدت بہ پستی می چرد
یعنی محقق انسان کی تو اپنی عقل کی تیزی سے بلند پروازی ہوتی ہے، لیکن مقلد انسان کی پست ہمتی کی وجہ سے ہمیشہ پستی ہی رہتی ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں حوض کوثر پر چند لوگ میرے پاس میری امت کے آنا چاہیں گے جنہیں فرشتے دھکے دے کر وہاں سے ہٹائیں گے اس وقت میں کہوں گا کہ انہیں آنے دو کیوں روکتے ہو؟ یہ تو میرے امتی ہیں فرشتے کہیں گے آپ کو نہیں معلوم کہ انہوں نے کس طرح آپ کے دین کو بدلاتھا اور کیا کیا نئی باتیں اس میں نکالی تھیں؟ یہ سن کر میں کہوں گا پھر تو انہیں دور پھینکو، انہیں یہاں سے ہٹاؤ، (۴)

- (۱) الاحزاب ۶/۳۳ (۲) التوبة ۱۲۰/۹

- (۳) سورة الزمر ۱۸/۳۹

(۴) عن سهل بن سعد قال قال النبي ﷺ انا فرطكم على الحوض من مر على شرب ومن شرب لم يظم ابدًا ليردن على اقوام اعرفهم ويعرفوني ثم يحال بيني وبينهم قال ابو حازم فسمعتي النعمان بن عياش فقال هكذا سمعت من سهل =

قرآن کریم فرماتا ہے ﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسَنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا﴾ (۱) یعنی خدا کے اور اس کے رسول کے ماننے والے نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین کے ساتھ ہونگے جو بہتر رفقا ہیں، ارشاد ہے ﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (۲) یعنی خدا اور رسول کی اطاعت کرنے والے فائز بہ مرام ہو کر بیشکی والی جنتوں میں جائیں گے، قرآن پاک، خداوند تعالیٰ کی وحی، قرآن و حدیث کے ماننے، اور اس کے سوا کسی اور کی نہ ماننے کی کھلے الفاظ میں منادی کرتا ہے ﴿اتَّبِعُوا مَّا أَنْزَلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ﴾ (۳) اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ چیز قرآن و حدیث کی تابعداری کرو اس کے سوا کسی اور محبوب کی تابعداری میں نہ لگ جانا، جن لوگوں نے ایسا کیا تھا ان کی شفاعت تو کہاں الٹی شکایت اللہ کے

= فقلت نعم فقال اشهد على ابى سعيد الخدرى لسمعته وهو يزید فاقول انهم منى ليقال انك لاتدرى ما احدثوا بعدك فاقول سحقاً سحقاً لمن غير بعدى. (بخاری ج ۲ ص: ۹۷۳ کتاب الحوض . کتاب الفتن ص: ۱۰۳۵).

مسلم ج ۲ ص: ۲۳۹ کتاب الفضائل . مسلم ج ۱ کتاب الطهارة ص: ۱۲۷ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس حدیث کے الفاظ یہ بھی ہیں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "ار د علی یوم القیامۃ رھط من اصحابی فیحلثون عن الحوض فاقول یارب اصحابی فیقول انک لا علم لک بما احدثوا بعدک انھم ارتدوا علی ادبارھم القہقری (بخاری ج ۲ ص: ۹۷۳ کتاب الحوض)

اور ابن ماجہ کے الفاظ تو انتہائی دردناک ہیں، آپ ﷺ فرماتے ہیں الاوانی فرطکم علی الحوض واکالو بکم الامم فلا تسودوا وجہی الاوانی مستقذ انا ساومستقذ منی اناس فاقول یارب اصحابی فیقول انک لاتدری ما احدثوا بعدک (ابن ماجہ کتاب المناک باب الخطبة یوم النحر ج ۲ ص: ۲۱۹ مطبع دیوبند)

(۱) النساء ۶۹/۳ (۲) النساء ۱۳/۴ (۳) الاعراف ۳/۷

رسول ﷺ کے سامنے کریں گے ﴿وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا﴾ (۱) یعنی یہ نبی کہیں گے خدایا میری امت کی اس جماعت نے تیری پاک کتاب چھوڑ رکھی تھی۔

پیغمبر ﷺ صحابہ گرام کو ایک زبردست برزور خطبہ سناتے ہیں جس سے ان کے دل دہل جاتے ہیں آنکھیں بہنے لگتی ہیں، سوال کرتے ہیں حضور ﷺ کہیں آپ ہم سے جدا تو نہیں ہو رہے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو ہمیں کوئی آخری وصیت تو فرماتے جائیے ارشاد ہوتا ہے "اوصیکم بتقوی اللہ والسمع والطاعة" میں تمہیں خدا سے ڈرنے اور (قرآن و حدیث) سننے اور ان پر عمل کرنے کی وصیت کرتا ہوں سنو! میرے بعد بڑے بڑے اختلاف ہونگے بہت سی فرقہ بندیاں ہو جائیں گی، تم اس وقت میری حدیثوں کو مضبوط تھام لینا، انہیں دانتوں سے پکڑ رکھنا، اور میرے (چاروں) خلیفوں کے قدم بہ قدم چلنا، خبردار اس کے بعد جوئی راہیں نکلیں ان میں سے ہرگز کسی کو اختیار نہ کرنا وہ سب کی سب راہیں گمراہی کی ہوگی (ترمذی ابوداؤد) (۲) کیا بصراحت ثابت نہ ہو گیا کہ اس اختلاف کے زمانہ میں ہمیں سنت نبوی تھام رکھنی چاہئے اور خلفاء کی روش کو ہرگز نہیں چھوڑنی چاہئے جس طرح وہ مسائل شرعیہ صرف قرآن و حدیث سے لیا کرتے تھے جس طرح وہ اپنے آپس کے جھگڑے صرف ان دو چیزوں سے مٹایا کرتے تھے اسی طرح آج ہمیں بھی منظور نظر اور راحت دل دہکے صرف قرآن و حدیث ہی کو سمجھنا چاہئے۔

برادران! آئیے میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کی زبانی ممانعت تقلید سناؤں مجمع الزوائد للہیثمی کے ص: ۷۵ میں ہے "عن معاذ رضی اللہ عنہ

(۱) الفرقان ۳۰/۲۵

(۲) ترمذی ج ۲ ص: ۹۶ باب الاخذ بالسنة واجتناب البدعة.

ابوداؤد ص: ۶۳۵ باب فی لزوم السنة

تعالیٰ قال قال النبی ﷺ لا تقلدوا العالم دینکم (رواہ الطبرانی فی الاوسط) (۱) یعنی حضور ﷺ فرماتے ہیں دین میں کسی عالم کی تقلید نہ کرنا، یہی فرمان حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ ملاحظہ ہو مجمع الزوائد ص: ۱۸۰ (۲) اور اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۲۱۷ میں ہے فرماتے ہیں "لا یقلدن احدکم دینہ رجلاً" (۳) یعنی خبردار تم میں سے کوئی بھی امر دین کے بارے میں کسی کی بھی تقلید ہرگز ہرگز نہ کرے اور سنئے میں آپ کو وہ حدیث سناؤں کہ جس کے دل میں ایمان ہو وہ اس حدیث کے سن لینے کے بعد تقلید کی چار دیواری میں ایک منٹ کے لئے بھی نہیں ٹھہر سکتا، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب جمع الجوامع جو حدیث میں ہے اس میں بحوالہ ابن قنطار مروی ہے "عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال النبی ﷺ سیکون فی امتی رجال یدعون الناس الی اقوال امامہم ویرہانہم ویمثلون بہا ویحسدون المسلمین علی التامین خلف الامام الا انہم یہود ہذہ الامۃ ثلاثاً (رواہ ابن القطان و صحیح ابن السکن)

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میری امت میں عنقریب ایسے لوگ ہونگے جو اپنے اماموں اور عالموں کے اقوال ماننے کی لوگوں کو دعوت دیں گے اور خود بھی اپنے بزرگوں کی بتلائی ہوئی باتوں پر عمل و عقیدہ رکھیں گے ان کی اک علامت یہ ہے کہ مسلمان جو اپنے امام کے پیچھے آمین کہتے ہیں یہ انہیں بہت بری لگے گی، یاد رکھو یہ لوگ اس امت کے یہود ہیں یہ لوگ میری امت کے یہودی

(۱) مجمع الزوائد للہیثمی ص: ۱۸۶ (مطبوعہ بیروت)

(۲) پوری عبارت اس طرح ہے "عن عبداللہ بن مسعود قال لا یقلدن احدکم دینہ رجلاً فان آمن آمن وان کفر کفر وان کتم لا بد مقتدین فافتدوا بالمیت فان الحی لا یؤمن علیہ الفتنۃ (ایضاً ص: ۱۸۰)

(۳) اس کے آگے عبارت ہے "ان آمن آمن وان کفر کفر فانه لا اسوة فی الشر"

ہیں یہ لوگ میری امت میں ایسے ہیں جیسے آج کل حضرت موسیٰ کی امت کے یہود۔ (۱) اس حدیث کو امام ابن سکین رحمۃ اللہ علیہ صحیح کہتے ہیں۔
بھائیو! خدا را اس حدیث پر اور غور کرو اور ان علماء کے کہنے میں نہ آؤ جو تمہیں اپنے اپنے اماموں اور درویشوں اور بھلے لوگوں کی تقلید کی طرف بلاتے ہیں اور خود بھی ان کی تقلید کرتے ہیں، بلکہ ان کی ہدایت کو مانو جو تمہیں خدا اور اس کے رسول کی طرف بلاتے ہیں "وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ" (۲) اس سے اچھی بات کسی کی نہیں ہو سکتی جو لوگوں کو خدا کی طرف بلائے، غور کرو اس کی بات ماننے کے قابل ہے جو ابو حنیفہ کی طرف بلائے یا اس کی جو ابو القاسم کی طرف بلائے، ﷺ

روز سنتے ہو جھگڑے غیروں کے - آج میری بھی التجاسن لو!
شفاء قاضی عیاض (۳) جز دوم ص: ۱۴ میں ہے "وقال ﷺ وجیء بکتاب فی کتف کفی بقوم حمقاً او قال ضلالاً ان یرغبوا عما جاء بہ نبیہم الی غیر نبیہم او کتاب غیر کتابہم فنزلت اولم یکفہم ان انزلنا علیک الکتاب یتلی علیہم ان فی ذلک لرحمة و ذکر ی لقوم یومنون" یعنی ایک مرتبہ لوگ ایک شانے پر کچھ لکھا ہوا لے کر حضور ﷺ کے پاس آئے آپ نے اسے اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا یہ بدترین حماقت اور کھلی ضلالت ہے کہ لوگ اپنے نبی کی لالی ہوئی وحی کو چھوڑ کر اس کی باتوں کی

(۱) ابن ماجہ ج ۱ ص: ۶۱ میں بروایت عائشہ ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ما حسد نکم الیہود علی شیء ما حسد نکم علی السلام والتامین - تم سے یہودی لوگ اتنا حسد کسی چیز میں نہیں رکھتے جتنا حسد وہ تمہارے سلام کرنے اور آمین بولنے سے رکھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت میں اتنی زیادتی ہے "فاکثروا من قول آمین" تم لوگ آمین زیادہ کہو۔

(۲) حم السجدة ۳۳/۴۱

(۳) شفاء قاضی عیاض مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان

طرف جھکیں جو ان کا نبی نہیں یا اس کتاب کی طرف توجہ کریں جو اس نبی کی نہیں اور ان کی طرف خدا کی جانب سے نازل شدہ نہیں، اسی وقت خداوند کریم نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ (۱) یعنی ہم نے تجھ پر جو کتاب نازل فرمائی ہے جو ایمان داروں کے لئے سراسر رحمت اور نصیحت ہے جو ان پر برابر تلاوت کی جا رہی ہے کیا یہ انہیں کافی نہیں؟ (جو اور چیزیں ڈھونڈتے پھرتے ہیں) جب حضرت عمر فاروقؓ آپ کے سامنے تورات کے چند اوراق لاتے ہیں اور انہیں پڑھتے ہیں تو آپ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو جاتا ہے اور فرماتے ہیں کیا تم بہک جانا اور گمراہ ہو جانا چاہتے ہو، قسم خدا کی آج اگر صاحب تورات بھی زندہ ہوتے تو انہیں بجز میری تابعداری کے چارہ نہ تھا (۱) (ابن جریر) (۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں ”ایسا کم والاستنان السالرجال“ یعنی لوگوں کی تقلید سے بچتے رہو اور اس سے دور ہو۔ (ابن عبد البر) (۳)

ہماری اس تحریر یا ترک تقلید سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم ائمہ دین بالخصوص ائمہ اربعہ اور دیگر مجتہدین وغیرہ بزرگان دین سے خدا نخواستہ کوئی دشمنی رکھتے ہیں یا ان کی فضیلت کو نہیں مانتے، ہرگز نہیں بلکہ ہم تو خدا کے دوستوں سے دشمنی رکھنے

(۱) المنکبوت ۵۱/۲۹

(۲) سنن دارمی ج ۱ ص ۲۶۱ باب ما ینتفی من تفسیر حدیث النبی

(۳) بحوالہ اعلام الموقعین ج ۱ ص ۳۸۷

(۴) بحوالہ اعلام الموقعین ج ۱ ص ۲۱۷ اس کے عبارت یوں ہے ”وان الرجل یعمل بعمل اهل الجنة ثم ینقلب لعلم الله فیہ فیعمل بعمل اهل النار فیموت وهو من اهل النار وان الرجل یعمل اهل النار فینقلب لعلم الله فیہ فیعمل بعمل اهل الجنة فیموت وهو من اهل الجنة فان کنتم لابد فاعلین وبالاموات لا بالاحیاء“

والے کو ملعون و مردود اور خدا کا دشمن سمجھتے ہیں، ظاہر بات ہے کہ دوست کا دشمن بھی اپنا دشمن ہوتا ہے جو خدا کے دوستوں کا دشمن ہو وہ خدا کا دشمن ہے، بزرگان دین، ائمہ و مجتہدین، فقہاء و محدثین بلکہ کل صلحاء اور اولیاء اللہ کی دوستی کو ہم جزو ایمان جانتے ہیں ہم اپنے تئیں ان بزرگوں کے پاؤں کی خاک کے برابر بھی نہیں سمجھتے، لیکن یہ بھی خیال رہے کہ خود وہ بزرگ رسول خدا ﷺ کی خاک پا کے برابر بھی نہیں، حضور ﷺ کے فرمان کے ہوتے ہوئے اس کے برخلاف ان میں سے کسی کی ماننا تو دراصل ان کو درجہ نبوت دینا اور نبی کی نبوت کو کامل نہ ماننا اور دین خدا کو ناقص جاننا ہے، وہ بزرگ تو خود ہمیں اپنی تقلید کو چھوڑنے اور براہ راست قرآن و حدیث پر عمل کرنے کی بالوضاحت ہدایت کر گئے تو ان کی تقلید کرنا، قرآن و حدیث پر بلا واسطہ عمل نہ کرنا، ان کی تعلیم سے روگردانی کرنا اور انہیں دکھ دینا ہے یہ خیال کس قدر لچر، بیہودہ اور فضول ہے کہ اہل حدیث کو ترک تقلید کی وجہ سے دشمنان امام ٹھہرایا جائے۔

سنو آخر اے حنفی بھائیو! تم بھی تو تین اماموں کی تقلید ترک کئے ہو تو کیا تم ان کے دشمن ہو؟ اگر باوجود ان کی تقلید نہ کرنے کے پھر بھی تم ان کے دشمن نہیں ہو تو اسی طرح اہل حدیث بھی باوجود تقلید نہ کرنے کے بزرگوں کی بزرگی کے قائل ہیں اور ان کے دشمن نہیں، حق تو یہ ہے کہ اماموں کی تعلیم کے سچے عامل اہل حدیث ہی ہیں کہ جو اقوال ان بزرگوں کے مطابق قرآن و حدیث ہوں سر آنکھوں پر اور جو خلاف ہوں وہ ترک۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہی وصیت فرمائی ہے لکھتے ہیں

”دائماً تفریعات فقہیہ را بر کتاب و سنت عرض نمودن آنچه موافق باشند در چیز قبول آوردن والا کالائے بد بر لیش خاوند دادن امت را بر پنج وجه از عرض مجتہدات بر کتاب سنت استغنا حاصل نیست و سخن متقفہ فقہار را کہ تقلید عالے را دستاویز ساختہ تتبع کتاب سنت را ترک کردہ نہ شنیدن و بدیشاں التفات نہ کردن و قربت خدا جستن بہ دوری ازہا“ (وصیت نامہ)

یعنی ہمیشہ فقہ کی جزئیات کو قرآن و حدیث پر پیش کیا کرو جو مطابق ہو قبول کر لو اور جو مخالف ہو چھوڑ دو، امت میں سے کسی کو اس بات سے بے نیازی ہو ہی نہیں سکتی کہ وہ اماموں کے اجتہادات کو کتاب و سنت سے نہ ملائے، ہرگز ان فقہوں کی چکنی چڑی باتوں میں نہ آنا چاہئے جو کسی امام کی تقلید کو سند بنائے ہوئے ہیں بلکہ ان فقہاء کی طرف التفات بھی نہ کرنا چاہئے، بلکہ جس قدر ان سے دوری ہوگی اسی قدر خدا سے نزدیکی حاصل ہوگی، بلکہ اگر انصاف کیا جائے اور واقعات کو سامنے رکھا جائے تو معاملہ ٹھیک ہو جاتا ہے بھلا کیا مجال کہ ایک حنفی، امام شافعی کی بات کو قبول کر لے اور کیا مجال کہ کوئی شافعی امام ابوحنیفہ کی مان لے، اسی طرح حنبلی اور مالکی، مگر اہل حدیث کا مذہب یہ ہے کہ اگر امام ابوحنیفہؒ خدا رسول کی پہنچائیں تو قبول، امام شافعی پہنچائیں تو منظور، امام مالک پہنچائیں تو تسلیم امام احمد پہنچائیں تو تسلیم خم۔ پھر ایک ایسی جماعت پر اماموں کے نہ ماننے یا ان کی دشمنی رکھنے کی تہمت لگانا کس قدر لغو اور مضحکہ خیز حرکت ہے، ان کا جرم ہے تو صرف یہی کہ چاروں اماموں کو مانتے ہیں یہ نہیں کہ ایک کو مانیں اور تین باقی کو چھوڑ دیں۔

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں

کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

دوستو! سنو اگر آپ تقلید کے دعوے میں سچے ہیں تو آج ہی سے قرآن و حدیث سے مسائل لیا کریں کیونکہ جن کی تم تقلید کرتے ہو وہ خود قرآن و حدیث سے مسائل لیا کرتے تھے، پس ان کی تقلید بھی یہی ہے کہ تم ان کی تقلید چھوڑ کر، جس طرح انھوں نے اپنے بڑوں کی تقلید چھوڑی تھی براہ راست قرآن و حدیث سے مسائل لیا کرو جس طرح وہ خود لیتے تھے، صاف بات یہ ہے کہ یا تو وہ محقق تھے یا مقلد، اگر مقلد تھے تو مقلد کی تقلید کیسی؟ اور اگر محقق تھے تو ان کی تقلید بھی یہی ہے کہ تم بھی محقق بنو، مولاروم اپنی مشنوی ج ۲ ص ۱۱۱ میں لکھتے ہیں:

گر تو بے تقلید از واقف شوی بے نشان بے جائے چوں ہاتھ شوی
یعنی اگر تو بغیر تقلید کے اس سے واقف ہو جائے تو تو فرشتہ صفت بن جائے۔
مسلمانو! افسوس صد افسوس؟ آج اگر غیر مسلم اقوام یہ معلوم کر لیں کہ مسلمانوں کے دین میں یہ بات بھی اب داخل ہو گئی ہے، کہ سوائے خدا اور رسول کے دوسروں کی تابعداری کے طوق انھوں نے اپنی گردن میں ڈال لئے ہیں اور کچھ لوگ ایسے مقرر کر لئے ہیں کہ جب تک ان کی سرکار سے اجازت نہ ملے یہ قرآن و حدیث پر عمل نہیں کر سکتے، تو وہ غالباً مسلمانوں کی بربادی پر شادیاں بجا رہے ہیں اور پھولے نہ سمائیں۔

آہ! وہ کیسے خوش ہوتے ہوں گے جب انہیں معلوم ہوتا ہوگا کہ اس زمانے کے مسلمانوں نے اپنی نسبت بھی اپنے نبی کی طرف سے ہٹالی، وہ محمدی نہیں کہلواتے بلکہ حنفی شافعی مالکی حنبلی کہلواتے ہیں، بلکہ محمدی کہلوانے کو وہ لاندہب اور بے دین کہتے ہیں اور اس مہلک مرض میں نہ صرف ان کے عوام اور بڑھے لوگ ہی گرفتار ہیں، بلکہ ان کے علماء اور شمس العلماء اور وہ بھی لوگ اس مرض کے مریض ہیں جو دستار فضیلت سر پر باندھے ہوئے ہیں، مولانا بنے مدارس یہیہ میں درس و تدریس میں مشغول ہیں۔

آہ! مسلمانو! قرآن و حدیث میں کیا نہ تھا جو تمہیں فقہ اور رائے قیاس میں نظر آیا وہ کون سی نورانیت تھی؟ وہ کون سی بھلائی تھی؟ وہ کون سی سمجھداری اور دانشمندی تھی؟ وہ کون سی تھی وہ کون سا نقصان تھا کون سی برائی تھی کون سی نیکی نہ تھی؟ کون سی نورانیت کون سی بزرگی اور فضیلت آپ میں نہ تھی؟ جو تم نے اماموں میں پائی کہ اپنی نسبتیں اپنے پیغمبر سے ہٹا کر ان کی طرف کر لیں۔

نمود روئے تو گل ہائے باغ راچہ کنم - چو آفتاب برآمد چراغ راچہ کنم
آہ! یہودی آج تک اپنے تئیں موسائی کہلوائیں، نصاریٰ آج تک اپنے تئیں

عیسائی کہلوائیں لیکن امت محمدیہ ﷺ اپنے تئیں محمدی نہ کہے بلکہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کہلوائے۔ انا لله وانا الیہ راجعون

یوں تو حنفی مذہب کے اکثر مسائل اور مسائل کے اکثر اصول قرآن و حدیث کے خلاف ہیں بعض اصول تو صرف اس لئے وضع کئے گئے ہیں کہ ان سے احادیث رسول کی معقول مقدار دور از کار بلکہ بیکار محض بنادی جائے، سچ تو یہ ہے کہ ان اصولوں کے رواج نے لوگوں کے دلوں میں سے محبت حدیث اور عظمت حدیث بالکل دور کر دی، آج ان اصولوں کے ماتحت بیسیوں کنز و قدوری تک کی ابتدائی تعلیم والے بھی حدیث کا گلامروڑ نے بیٹھ جاتے ہیں انگوں سے لے کر پچھلوں نے اپنے مسائل کے خلاف حدیثیں پا کر ان اصولوں تلے پناہ لی، جن سے بآسانی وہ اپنے مسائل کے خلاف کی حدیثوں کو رد کر سکیں اور ایسا ہی کیا اور ان از خود تراشیدہ اصول کی وہ عظمت لوگوں کے دلوں میں جمائی کہ آج ان کے خلاف آواز اٹھانا گویا بھڑوں کے چھتے کو چھیڑنا ہے لیکن آخر خاموشی اور مجرمانہ خامشی کب تک؟

نہ تو مالے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے

گھٹ کے مچاؤں یہ مرضی مرے صیاد کی ہے

میں چاہتا ہوں کہ ایک اصول کو نمونے کے طور پر مع چند مسائل ناظرین کے سامنے رکھوں اور ان کے زندہ ضمیر سے اپیل کروں کہ وہ اپنے کلمہ کی لاج رکھ لیں اور ان اصول فقہ کے ماتحت جو امتیوں کے وضع کردہ ہیں، اللہ کے پیغمبر کی حدیثوں کو نہ چھوڑیں، صحیح بخاری کی بالکل صحیح حدیث میں ہے "انما الاعمال بالنیات وانما لامری مانوی" (۱) یعنی تمام تر اعمال کا دار و مدار صرف نیت پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی، اس صحیح اور صاف حدیث کی بنا پر حدیث پر عمل کرنے والے وضو اور غسل

(۱) صحیح بخاری ج ۱ ص ۲

میں بھی نیت کی فرضیت کے قائل ہیں کہ اگر ان میں بھی نیت نہ ہوئی تو نہ وضو ہوگا نہ غسل، مثلاً ایک شخص نیت وضو کے بغیر ہاتھ منہ دھونے بیٹھا اور اس نے پورا وضو کر لیا لیکن اس کی نیت وضو کی نہ تھی تو وضو نہیں ہوا، اسی طرح ایک شخص جس کے ذمہ غسل فرض تھا وہ اپنے کسی کام کے باعث کسی کنویں میں اتر آیا بارش میں بھیگا یا تالاب میں غوطہ لگایا اور پوری طرح نہا چکا مگر اس کی نیت ناپا کی دور کرنے کی نہ تھی تو وہ غسل شرعاً معتبر نہیں، لیکن حنفیوں کے یہاں مسئلہ ہے کہ ان صورتوں میں بھی بلا نیت وضو و غسل ہو جائے گا، وہ نیت کو فرض نہیں مانتے (۱) اس لئے اس حدیث کو ٹالنے کی ضرورت پڑی تو انھوں نے اصول ہی گھڑ لیا کہ قرآن نے وضو میں نیت کا حکم نہیں کیا، اگر ہم نیت کو واجب مان لیں تو یہ قرآن پر زیادتی ہوگی، جو حکم میں نسخ کے ہے اور سنت سے قرآن منسوخ نہیں ہو سکتا، لہذا نیت وضو میں فرض نہیں ہو سکتی، اب اس اصول کے ماتحت اور بھی بہت سے حدیث کے مسائل کو نہایت بے پروائی کے ساتھ رد کر دیا، مثلاً سورۃ فاتحہ کی فرضیت، ارکان نماز میں اطمینان کرنے کی فرضیت، صرف اللہ اکبر سے نماز شروع کرنے کی فرضیت، صرف السلام علیکم کہنے سے نماز ختم کرنے کی فرضیت وغیرہ۔ اب آپ اس اصول کے مطلب تک پہنچئے، اور پھر اس حدیث کو سامنے رکھئے تو آپ پر رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی کی صداقت روز روشن کی طرح کھل جائے گی، ان اصول کا مطلب ہوا کہ جس حدیث سے کتاب اللہ پر زیادتی لازم آئے وہ ماننے اور عمل کرنے کے قابل نہیں، اور صحیح حدیث میں ہے جو سنن میں بیہقی وغیرہ میں

(۱) مدیۃ المصلیٰ میں ہے "واما النیۃ فلیست بشرط فی الوضوء والاغتسال حتی ان الجنۃ اذا انغمس فی الماء جاری اوفی الحوض الکبیر للتبرد او قام فی المطر الشدید وتمضمض واستشق یخرج عن الجنابة" (مدیۃ المصلیٰ ص: ۱۵) اور ہدایہ میں ہے: فالنیۃ فی الوضوء سنة عندنا وعند الشافعی فرض لانه عبادة فلا یصح بدون النیۃ کالتیمم ولنا انه لا یقع قرۃ الا بالنیۃ لکنه یقع مفتاحاً للصلوة. (ہدایہ ج ۱ ص: کتاب الطہارات)

ہے جسے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ حسن کہتے ہیں اور جسے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ صحیح بتلاتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا میں قرآن دیا گیا ہوں اور اسی کے ساتھ اسی جیسی اور چیز دیا گیا ہوں (یعنی حدیث) ایسا نہ ہو کہ تم میں کوئی پیٹ بھرا بآرام لیٹا بیٹھا کہنے لگے کہ صرف قرآن کو تھا مگر اسے میری کوئی حدیث پہنچے تو وہ کہہ دے کہ ہم تو صرف قرآن پر عامل ہیں اس میں جسے حلال پائیں گے حلال کہیں گے جسے حرام پائیں گے حرام کہیں گے، سنو جو میں حرام کر دوں وہ مثل اللہ کے حرام کئے ہوئے کے ہے، دیکھو شہری گدھے اور کچلیوں والے درندے تم پر حرام ہیں، معاہدہ کا گر پڑا مال مال جو تمہیں مل جائے تمہارے لئے حلال نہیں۔ (۱)

(یہاں یہ لطیف نکتہ بھی یاد رہے کہ جو شخص کتاب اللہ کی وجہ سے حدیث کو چھوڑے وہ جب اللہ کے رسول کی زبانی مورد غضب ٹھہرے پھر وہ جو شخص اقوال فقہاء کی وجہ سے حدیث کو چھوڑے وہ کس قدر نامراد اور مغضوب علیہ ٹھہرے گا) پس دراصل اس اصول کے وضع کرنے والے وہ ہیں جن کی خبر اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں دیدی ہے، اب سنئے کہ حدیث و قرآن میں تین طرح کے تعلق ہیں، یا تو حدیث ہر طرح قرآن کے موافق اور برابر ہوگی اور جو حکم اس میں وہی اس میں، یہ تو ہے توارد، یا مراد قرآن اور تفسیر قرآن کے واضح کرنے کے لئے ہوگی، یا یہ کہ اس میں کوئی ایسا حکم بیان ہوگا جس سے قرآن خاموش ہو یا کوئی ممانعت ایسی ہوگی جو قرآن میں نہ ہو۔

پس اول تو یہ مسلمہ خود غلط ہے کہ کوئی حدیث قرآن کے معارض ہو کوئی صحیح حدیث کسی آیت کے معارض نہیں، اب جس حدیث میں کسی مسئلہ کی زیادتی بیان ہوئی ہے وہ اللہ کے رسول ﷺ کا ایک مستقل حکم ہے جس کا ماننا ہمارے ذمے دیا ہی ہے جیسا قرآن کا، اس لئے کہ حضور ﷺ کی اطاعت ہم پر واجب

(۱) ملاحظہ ہو ابوداؤد ج ۲ ص: ۲۹۲ باب فی لزوم السنة ترمذی ج ۲ ص: ۹۵ ابواب العلم

ہے اور آپ کی معصیت حرام ہے بلکہ اگر اس موقع پر حنفیوں کے اس اصول کو مان لیا جائے تو اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ رسول اللہ کی خود کی کوئی مستقل اطاعت ہم پر ضروری نہیں بلکہ آپ کی اطاعت مقید ہے، آپ کا صرف وہی فرمان مانا جاسکتا ہے جو مطابق و موافق قرآن ہو اور جو زائد قرآن ہو وہ ماننے کے لائق نہیں، پھر اس آیت کے کیا معنی ہونگے؟ کہ "مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ" (۱) یعنی جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی حقیقتاً اسی نے خدا کی فرمانبرداری کی، ان اصولوں کو جو لوگ اس طرح مانتے ہیں کہ ان سے ایک ایچ ادھر ادھر سرکنا اپنے نزدیک گویا حرام مطلق سمجھتے ہیں، میں ان سے پوچھتا ہوں کیوں جناب جو عورت کسی کے گھر میں ہو اس کی خالہ اور اس کی پھوپھی سے تم نکاح کرنا حرام بتلاتے ہو یہ کیوں؟ جو رشتے حرام تھے قرآن انہیں ﴿حَرَّمَ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ﴾ (۲) میں بیان فرمادیے اور ان میں یہ دونوں رشتے نہیں پھر تم اپنے اس اصول کے خلاف ان رشتوں کو جو حدیث میں آئے اور جو حدیث بقول تمہارے قرآن پر زیادتی ہے اور جو زیادتی تمہارے نزدیک نسخ ہے اور جو نسخ تمہارے نزدیک جائز نہیں کیوں حرام کہتے ہو؟

اور اگر یہاں اپنا یہ اصول توڑ دیا تو مذکورہ بالا مسائل میں اس اصول پر جم کر فرمان رسول ﷺ کو اس اصول سے کیوں توڑتے ہو؟ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ وضو اور غسل میں بھی نیت فرض ہے؟ کیوں نہیں مانتے کہ سورہ فاتحہ کا نماز میں پڑھنا

(۱) النساء ۸۰/۳

(۲) حَرَّمَ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَاءِكُمْ وَرَبَابُكُمْ أَلَيْسَ فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَاءِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا

فرض ہے؟ کیوں نہیں مانتے کہ بغیر اللہ اکبر کے اور کسی لفظ سے نماز شروع نہیں ہو سکتی؟ کیوں نہیں تسلیم کرتے کہ گوز مار دینے اور ہنس دینے اور بول دینے سے نماز تو ختم نہیں ہوتی؟ بلکہ سلام پھیرنے سے ہی نماز ختم ہوتی ہے اور سنئے! تمہارے اور ہمارے نزدیک رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں، پھر یہاں تمہارا یہ اصول کہاں گیا؟ شفعہ کا مسئلہ بتلاؤ تو قرآن میں کہاں ہے؟ حالت قیام میں رہن رکھنے کا مسئلہ قرآن میں کہاں ہے؟ فرمان ہے ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَى سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهَانٌ مَّقْبُوضَةٌ﴾ (۱) پس جب سفر ہو جب کاتب نہ ملے تب رہن کا جواز ہے لیکن جب سفر نہ ہو جب کاتب موجود ہو پھر بھی رہن کے جواز کا مسئلہ جو صراحتاً زیادتی کتاب اللہ پر ہے تم کیوں مانتے ہو؟ نماز کو قصر کرنے کا حکم قرآن کریم میں خوف کی حالت میں ہے ﴿وَإِذَا عَزَمْتَ فِي الْأَرْضِ فَلْيَسْ عَلَيكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ كُنْتُمْ أَنْ تَفْتِنَ الْذِينَ كَفَرُوا﴾ (۲) یعنی اگر تمہیں سفر میں کفار کا خوف ہو تو نماز کے قصر کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں، پھر تم خوف نہ ہونے کی حالت میں بھی سفر میں نماز کو قصر کرنا کیوں مانتے ہو؟ حائضہ عورت کو نماز اور روزے سے قرآن کی کون سی آیت روکتی ہے؟ رمضان کے روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کرنے والے پر کفارہ قرآن کی کون سی آیت مقرر کرتی ہے؟ اے وتر کو بغیر کسی مضبوط دلیل کے واجب کہنے والو! تم کس طرح اس اصول کے حامی بنے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ تمہیں فقہ کی کسی جزئی کو ٹالنا مشکل ہے اس لئے بعض جزئیات جو خلاف احادیث تھیں انہیں ثابت رکھنے کے لئے اور ان حدیثوں کو رد کرنے کے لئے تم نے یہ اصول گھڑا اور ان حدیثوں کو رد کر دیا، اب اس اصول کے مطابق جو جزئیات فقہ تمہیں ٹوٹی ہوئی نظر آئیں تو تم نے وہاں سے اس اصول کو توڑ دیا، غرض نہ ادھر کے ہوئے نہ ادھر کے

جو کہا اسے بھی نہ کر دکھایا۔

یاروں نے گوانا الحق اس منہ سے بول دیکھا۔

ہیں سرقہ سے غافل سب کو ٹول دیکھا۔

سنو و ستو! کتاب خدا نے تمہیں نماز کا، روزے کا، حج کا، زکوٰۃ کا علم دیا، لیکن ان تمام احکام کی تفصیل کا بیان کرنا اپنے افضل الرسل خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذمہ رکھا، آپ سارا قرآن اول سے آخر تک پڑھ جائے ان احکام کی جزئیات کو کہیں نہ پائیں گے ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ (۱) قرآن کا فرمان ہے یعنی ہم نے تیری طرف ذکر (اس کتاب) کو اس لئے نازل فرمایا کہ جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے اسے تو صاف صاف بیان کر دے، اسی لئے قرآن نے غیر مشروط طور پر ہمیں حکم دیا کہ ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (۲) جو کچھ تم کو یہ رسول دیں، لے لو، اور جس چیز سے یہ روکیں رک جاؤ، اسی کی طرف اشارہ ہے اوپر والی حدیث میں کہ مجھے جہاں قرآن دیا گیا ہے وہیں ایک چیز اس جیسی اور دی گئی ہے یعنی حدیث جو خود بھی وحی تھی مثل کلام اللہ کی وحی کے۔ (۳)

برادران! آپ کو معلوم ہے کہ قرآن میں ورثے کے احکام میں ﴿يُؤْتِيكُمُ اللَّهُ﴾ (۴) وغیرہ آیات موجود ہیں لیکن حدیث اس پر زیادتی کرتی ہے کہ ”لا یرث المسلم الکافر“ (۵) یعنی مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو سکتا اور تمام

(۱) سورة النحل ۱۶/۴۴

(۲) الحشر ۵۹/۷

(۳) حماد بن زید کہتے ہیں ”حرمة احادیث رسول اللہ ﷺ كحرمة كتاب الله تعالى (المدخل للبيهقي ص: ۳۹۲)

(۴) النساء ۴/۱۱

(۵) بخاری ج ۱ ص ۱۰۰۱ کتاب الفرائض / ابو داؤد ص ۳۰۳ کتاب الفرائض باب هل یرث المسلم الکافر۔

امت اس پر متفق ہے، قرآن میں کھلے لفظوں میں موجود ہے کہ ہر چور کے ہاتھ کاٹو۔ (۱) لیکن حدیث کہتی ہے کہ پھل کے چور کے ہاتھ نہ کاٹو، (۲) اگر نیت وضو و غسل موجب نسخ ہو کر ناقابل تسلیم ہے تو بنیذ کھجور سے وضو اس حکم میں کیوں نہ ہو؟ اگر آپ عورت اور اس کی خالہ کو نکاح میں جمع کرنا حدیث کی بنا پر مان سکتے ہیں، تو ایک شاہد اور ایک قسم سے فیصلہ کرنا صحیح حدیث (۳) کی بنا پر کیوں نہیں مان سکتے؟ اگر باوجود قرآن میں وضو کی حالت میں پیروں کے دھونے کا حکم ہونے کے آپ بوجہ حدیث جزا بول پر مسح کر سکتے ہیں تو باوجود سر کے مسح کا حکم ہونے کے پگڑی پر مسح کیوں نہیں کر سکتے (۴) اگر تم ایک غیر ثابت شدہ حدیث (۵) کو سامنے لا کر یہ مسئلہ کہہ سکتے ہو کہ دس درہم سے کم کی چوری میں ہاتھ کاٹنا جائز نہیں، تو پھر کیا وجہ ہے جو تم ایک بالکل صحیح حدیث (۶) کو سامنے رکھ کر یہ مسئلہ نہ کہہ

(۱) وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا . المائدة ۵ / ۳۸

(۲) لا قطع فی لمر ولا کثر ترمذی ج ۱ ص: ۲۶۹

(۳) یہ حدیث ہے "ان رسول اللہ ﷺ قضی بیمن و شاهد . مسلم ج ۲ ص: ۲۳ باب وجوب الحكم بشاهد و یمن .

امام ابو حنیفہ کہتے ہیں لایحکم بشاهد و یمن فی شیء من الاحکام - ملاحظہ ہو مسلم مع النووی کا مذکورہ صفحہ

(۴) حنفیہ کے نزدیک عامہ پر مسح جائز نہیں۔ قدوری ص: ۱۳ میں ہے "لایجوز المسح علی العمامة".

(۵) اشارہ اس حدیث کی جانب ہے "قطع فی مجن قیمته عشرة دراهم" یہ روایت ضعیف ہے۔ امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں "واما ما یحتج به بعض الحنفیة و غیر ہم من رواية جاء قطع فی مجن قیمته عشرة دراهم فہی رواية ضعیفة لایعمل بها لو انفرادت فکیف وہی مخالفة لصریح الاحادیث الصحیحة الصریحة فی التقدير بربع دينار . شرح مسلم للنووی ج ۲ ص: ۶۳ .

(۶) عن عائشة انہا قالت کان فیما انزل من القرآن عشر رضعات معلومات یحرمن ثم نسخن بخمس معلومات فتوفي رسول اللہ ﷺ وہی فیما یقرأ القرآن . مسلم ج ۱ ص: ۳۶۹ الفصل بیان ان خمس رضعات یحرمن .

سکو کہ پانچ مرتبہ دودھ پی لینے سے رضاعت کے احکام صادر ہو جاتے ہیں؟ تعجب ہے تعجب ہے کہ تم اس حدیث پر عمل نہیں کرتے "لایقتل مسلم بکافر" (۱) یعنی کوئی مسلمان کسی کافر کے قتل پر قتل نہیں کیا جاسکتا اور تم کہتے ہو کہ یہ حدیث ظاہر قرآن کے خلاف ہے قرآن میں ہے "وَأَن تَنفُسَ بِالتَّنَفُسِ" (۲) یعنی جان، جان کے بدلے، لیکن پھر تم قرآن کی اس آیت کے ہوتے ہوئے کہ "جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا" (۳) اس حدیث پر عمل نہیں کرتے کہ جس یہودی نے ایک لونڈی کا سر پتھر سے کچل دیا تھا اور آپ نے حکم دیا کہ اس کا سر بھی اسی طرح کچل دیا جائے (۴) تم اس آیت اور اس صاف صحیح اور صریح حدیث کے خلاف کہتے ہو کہ بغیر تلوار کے قصاص دوسری طرح جائز نہیں (۵) کیوں صاحب کیا آپ کا یہ مسئلہ آیت "جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا" کے خلاف نہیں، آخر کیا وجہ ہے کہ جمعہ کا عام حکم قطعی عام فرضیت آیت قرآنی سے ثابت (۶) لیکن تم کہو کہ مصر جامع کے سوا جمعہ جائز نہیں۔ (۷) دوستو! انصاف کرو لہذا انصاف کرو، بخدائے لایزال میں تو اسی نتیجہ پر ہوں کہ

(۱) بخاری ج ۲ ص: ۱۰۲۱ کتاب الدیات

(۲) المائدة ۵ / ۳۵ - قدوری ص: ۲۰۳ کتاب الجنایات میں ہے "والمسلم بالذمی" مسلم کوذی کے بدلے قتل کیا جائے گا

(۳) الشوری ۴۲ / ۳۰ .

(۴) ملاحظہ ہو صحیح مسلم ج ۲ ص: ۵۸ باب ثبوت القصاص فی القتل بالحجر وغیرہ من المحددات .

(۵) قدوری ص: ۲۰۳ کتاب الجنایات میں ہے "لایسوفی القصاص بالسيف"

(۶) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ . الجمعة ۶۲ / ۹

(۷) قدوری ص: ۳۶ میں ہے "لاتصح الجمعة الا فی مصر جامع اوفی مصلی المصر ولا یجوز فی القرى"

در اصل آپ حضرات نے دل میں ٹھان لی ہے کہ فقہ شریف کی کسی جزئی کے خلاف ہرگز نہ کریں گے موافقت قرآن ہو تو فیہا اور مخالفت قرآن ہو تو چہ غم؟

احمد مرسل کی باتوں کی کہاں توقیر ہے = اب تو ہر جا قول مرشد یا طریقہ پیر ہے
اتنا ہی نہیں بلکہ محض قیاس سے قرآن و حدیث کے خلاف بھی مسائل

مانے جا رہے ہیں، عدل کا حکم قرآن میں موجود ہے۔ (۱) حدیث میں آچکا ہے کہ اللہ ہے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو، (۲) لیکن یہاں کہا جاتا ہے کہ

حدیث رسول ﷺ کو محض اس بہانے سے ٹالنے والے کہ یہ قرآن پر زیادتی ہے وہ غور کریں کہ چور کی چوری میں ہاتھ کا کاٹنا قرآن کا مسئلہ ہے (۴)

ہمارے آباء و اجداد کے چین مراد کو سرسبز کرنے والی باد صبا کون سی تھی؟ اور ہماری لہلہاتی کھیتوں کو آج کس ہاد صر نے چر کر دیا ہے؟ اب چین ہے تو گل نہیں اور گل ہے تو بو نہیں اور بو ہے تو دماغ نہیں آہ اب

چین کے تخت پر جس دم شہ گل کا تجمل تھا
ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی ایک شور تھا غل تھا
خزاں کے وقت دیکھا کچھ نہ تھا جز خار گلشن میں
بتاتا باغباں رورو یہاں غنچہ یہاں گل تھا

ہمارے پیشوا سید المرسلین آنحضرت ﷺ جب دنیا میں تشریف لاتے ہیں ساری دنیا پر گھنٹا گھنٹا پھیلنا شروع ہوا ہے نئی نوع آدم تنکوں کی طرح بکھرے ہوئے ہیں، عالم کا نہ نظام ہے نہ انتظام، اتحاد و اتفاق کا نہ نشان ہے نہ نام، حضور ﷺ کا پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ آپ ان خود سر لوگوں کے سروں کو جوڑ دیتے ہیں، ایک پگنڈی پر چلنا سکھا دیتے ہیں، سب کو ایک ہی اصول پر کار بند کرتے ہیں، جب دنیا سے تشریف لے جاتے ہیں اپنے بعد اپنی قائم مقام ایک جماعت چھوڑ کر جاتے ہیں جو بالکل گویا آپ کا نمونہ ہوتی ہے، جن کی تعریفیں قرآن کریم کر رہا ہے ﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ﴾ (۱) آگے بڑھنے والے اور خدا کے لاڈلے رَضِیَ اللہ عَنْہُمْ وَرَضُوا عَنْہُ (۲) خدا ان سے خوش اور یہ رب سے راضی تعلیم نبوی کا سچا فوٹو، رضائے رسول کا پورا نمونہ، لشکر اسلام کی صف اول، مجسمہ اسلام کی روح رواں، چنستان حق کا خوش بو گل، خزانہ ایمان کا انمول موتی، آسمان عدل کا چمکتا تارا یہی پاکباز جماعت تھی، پچھلی نسلوں کے لئے نمونہ خیر، امت کے کھوئے کھرے کی میزان، مسلمانوں کے اصول و فروع کا مرکز انہیں کا پاکیزہ زمانہ تھا، خاتم النبوة

کی زبانی اسی زمانے کو خیر القرون کہا گیا ہے نبی رحمت ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت میں تہتر فرقے ہو جائیں گے جن میں سے بہتر دوزخی ہو گئے اور ایک جنتی لوگ دریافت کرتے ہیں حضور ﷺ وہ جنتی فرقہ کون سا ہے؟ فرماتے ہیں "عائنا علیہ واصحابی" (۱) وہ فرقہ جو اس چیز پر عامل ہو، قابل عمل تقلید اسی کو جانتا ہو جس پر آج میں اور میرے اصحاب ہیں، کتاب شرف اصحاب الحدیث للامام الخطیب البغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ص: ۲۵ میں ہے "عن محمد بن عبد اللہ بن بشر قال رأیت النبی ﷺ فی المنام فقلت من الفرقة الناجية من ثلاث وسبعین فرقة قال انتم یا اصحاب الحدیث" یعنی حضرت محمد بن عبد اللہ بن بشر رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے منام میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی تو میں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ تہتر فرقوں میں سے نجات پانے والا فرقہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اہل الحدیث

ہاں اس موقع پر یہ بھی سن لیجئے کہ ان تمام فرقوں میں سے سب سے بدترین فرقہ کون ہے؟ مجمع الزوائد ص: ۱۷۱ ج ۱ میں ہے "اعظمها فتنۃ علی امتی قوم یقیسون الامور برایہم" (۲) یعنی حضور ﷺ فرماتے ہیں میری امت پر سب سے بڑا فتنہ پھیلانے والا وہ فرقہ ہے جو امور دین میں رائے قیاس کو دخل دے گا اسی لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے "ایاکم واصحاب الراۃ فانہم اعداء السنن" (۳) یعنی رائے قیاس والوں سے بچو یہ لوگ حدیثوں کے اور سنتوں کے دشمن ہوتے ہیں۔

(۱) ترمذی ج ۲ ص ۹۳ باب افتراق هذه الامة (مشکوۃ)

(۲) مجمع الزوائد ج ۱ ص: ۱۷۱ باب فی القیاس والتقلید

(۳) پورا قول اس طرح ہے ایاکم واصحاب الراۃ فانہم اعداء السنن

اعینہم الاحادیث ان یحفظوها فقالوا بالراۃ فضلوا واضلوا (الاعتصام ج ۱

ص: ۱۲۳ - اعلام ج ۱ ص: ۱۹)

ظاہر بات ہے کہ چراغ کی اصلی اور سچی روشنی وہ ہوتی ہے جو اس کے آس پاس ارد گرد ہو، جوں جوں دور ہٹتے جائیں گے روشنی کم ہوتی جائے گی، انسانی آواز کو دیکھئے اس کا صحیح اندازہ وہی ہے جو بولنے والے کے آس پاس قریب قریب سنائی دیتا ہے نہ وہ جو دور دراز جا کر دور والے آدمی کو سنائی دے، ٹھیک اسی طرح بالکل سچا اور اچھا صحیح اور پختہ اسلام وہ ہے جو اس پاکیزہ جماعت کا تھا، جو پیغمبر مدنی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر مسلمان ہوئے تھے جو شمع نبوت کے پروانے اور آسمان اسلام کے ستارے تھے، جو طریقہ ان کا تھا وہ اور تمام طریقوں سے بہترین تھا، جو بات ان بزرگوں نے ایجاد نہ کی بالیقین بعد والے اس کی ایجاد کا کوئی حق نہیں رکھتے، قرآن کہتا ہے ﴿نُكُوْلِهِ مَاتُوْلٰى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ﴾ (۱) ان کا ٹھکانا جہنم ہے جو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کا خلاف کریں حدیث نے صاف کر دیا کہ اختلاف امت کے وقت برحق وہ فرقہ ہے جو بطریق صحابہ صرف وحی خدا کو قابل عمل و عقیدہ مانے ہمارے اسلاف کا یہی طریقہ رہا صدیوں تک مسلمان صرف اس پر ہی عامل رہے لیکن پھر وہ بات ہی نہ رہی۔

وہ دن ہوا ہوئے کہ پسینہ گلاب تھا۔ اب عطر بھی ملیں تو محبت کی بو نہیں میرے مسلمان بھائیو! ذرا ٹھنڈے دل سے اپنے خدا کو یاد رکھ کر اپنا مرنا اور سڑنا، گلنا مد نظر رکھ کر مجھے جواب تو دو کہ کیا صحابہ گرام نے تقلید کی تھی؟ اور اگر نہیں کی تو بتلاؤ وہ مسلمان تھے یا نہیں؟ اور مسلمان تھے تو کامل یا ناقص؟ اور اگر انہیں کامل مسلمان سمجھا جائے اور انسان بغیر تقلید شخصی کے کامل مسلمان ہو سکتا ہو، تو پھر آج تقلید بغیر اسلام کا کون سا حسن مارا جاتا تھا؟

میرے دوستو! آج اگر کہا جائے کہ تقلید کرنے والے ہی فرقہ ناجیہ ہیں مستحق جنت صرف یہی ہیں تو کیا کوئی کہے گا نہیں؟ کہ ائمہ اربعہ کس کے مقلد تھے؟ اور تابعین نے کس کی تقلید کی تھی؟ چار سو برس تک دنیا میں نبوت کو نبی پر ختم

سمجھا جاتا رہا، نہ مقلد تھے نہ تقلید تھی پھر کیا تب تک کے مسلمان فرقہ ناجیہ نہیں؟ کیا وہ سب نعوذ باللہ جہنمی ہیں؟ کیا چاروں امام اور ان کے کل شاگرد، تابعین، صحابہ اور چار سو برس تک کے لوگ سب نعوذ باللہ گمراہ مرے؟

بھائیو! ذرا جواب تو دو۔ قرآن سارا نازل ہو چکا ہے حدیثیں پیغمبر علیہ السلام کی سب بیان ہو چکی ہیں دین اسلام مکمل ہو چکا ہے مگر چاروں اماموں کا وجود بھی نہیں، دوسری صدی میں یہ بزرگ ظہور پاتے ہیں، علم دین حاصل کرتے ہیں، فتاوے دیتے ہیں، اب فرمائیے! کس پر جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے؟ کس آسمان سے، کس کی معرفت، کس پر حکم خداوندی ان بزرگوں کی تقلید کی نسبت اس دوسری صدی نازل ہوا؟ کیونکہ وحی الہی اس سے پیشتر منقطع ہے رسول اللہ ﷺ اس سے پیشتر خدا سے وصال کر چکے ہیں کیا اے دنیا کے لوگو! بتلا سکتے ہو کہ رسول خدا ﷺ اور آپ کے اصحاب کس چیز پر قائم تھے؟ کون سی چیز ان کے پاس قابل عمل و عقیدہ تھی؟ میں تو یہ جانتا ہوں کہ صرف وحی الہی تھی جس کے دو حصے تھے یعنی قرآن و حدیث، آج بھی دراصل حقانیت پر اور اصلی دین پر نجات پانے والا اور عذاب خدا سے بچنے والا وہی فرقہ ہے جو اسی روش پر ہو جو روش صحابہ گرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تھی نہ وہ کسی موجود کی تقلید کرتے تھے نہ معدوم کی، نہ زندہ پرستی تھی نہ مردہ پرستی، بلکہ براہ راست قرآن و حدیث پر عمل کرتے تھے اور بس۔ نہ کسی اور چیز کی حقیقتاً ضرورت ہے نہ وہ محسوس کرتے تھے، کیونکہ قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے اقوال الناس ایسے ہیں جیسے زرد جواہر کے ہوتے ہوئے ٹھیکریاں اور خر مہرے۔

باغ مراچہ حاجت سر و صنوبر است - شمشاد خانہ پر درما از کہ کمتر است
یوں کہنے کو تو خفی حضرات کہتے رہتے ہیں کہ ہم حدیثوں پر ہی عمل کرتے ہیں لیکن اگر دیکھا جائے اور قول کو چھوڑ کر فعل پر نظر ڈالی جائے تو حدیث سے بہت دور نکل گئے ہیں، خیال فرمائیے

☆ حدیث میں ہے۔ "من ادرك ركعة من العصر قبل ان تغرب الشمس فليتم صلوته ومن ادرك ركعة من الصبح قبل ان تطلع الشمس فليتم صلوته" (۱)

یعنی سورج غروب ہونے سے پہلے جو شخص ایک رکعت عصر کی نماز کی پالے وہ اپنی نماز پوری کر لے اور جو شخص سورج طلوع ہونے سے پہلے ایک رکعت صبح کی پالے وہ اپنی نماز پوری کر لے، صبح اور عصر کی نماز کا ایک حکم ایک ہی حدیث میں ایک ساتھ یکساں طور پر اللہ کے رسول فداہ الی دمی ﷺ بیان فرماتے ہیں مگر حنفی مذہب یہ ہے کہ عصر کی نماز تو ہو جائے گی صبح کی نہ ہوگی (۲) قرآن کفار کی کافرانہ روش بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے ﴿أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ﴾ (۳) کیا تم کتاب اللہ کے ایک حصے کو مانتے ہو اور دوسرے حصے کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ قرآن کریم ایمانداروں کو اس کے بالکل برخلاف حکم دیتا ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً﴾ (۴) اے مومنو! اسلام میں پورے پورے آ جاؤ۔ تعجب ہے کہ اس حدیث کے ایک ٹکڑے کو مان کر عصر کی نماز کا یہی حکم دیتے ہیں اور دلیل میں یہی حدیث پیش کرتے ہیں مگر جب دوسرے ٹکڑے کے ماننے کو کہا جائے تو کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں کیا یہ کھلی دلیل نہیں کہ دراصل عمل حدیث پر نہیں مذہب پر ہے؟ اس نے عصر کی نماز جائز کی، یہ بھی جائز کہتے ہیں، اس نے صبح کی نماز ناجائز کی یہ بھی ناجائز کہتے ہیں، ورنہ اگر عصر کی نماز کے جواز کی دلیل یہ حدیث ہوئی

(۱) بخاری ج ۱ ص: ۷۹ باب من ادرك ركعة من العصر قبل الغروب. نسائي

(۲) شرح الوقاية ج ۱ ص: ۱۳۱ كتاب الصلوة میں صلوۃ عصر کے بارے میں ہے فاذا اعترض الفساد بالغروب لا تفسد اور فجر کے بارے میں ہے فاعترض الفساد بالطلوع تفسد.

تو کیا وجہ تھی کہ صبح کی نماز کے جواز کی دلیل یہ نہ ہو؟

☆ بخاری مسلم کی حدیث میں ہے "صلوة الليل مشني مشني فاذا خشي احدكم الصبح صلى ركعة واحدة توتر له ما قد صلى" (۱) یعنی رات کو تہجد پڑھنے والا دو رکعت پڑھتا چلا جائے، جب اسے صبح صادق طلوع ہونے کا ڈر لگے تو ایک رکعت وتر ادا کرے، تاکہ سب نماز طاق ہو جائے۔ اسی طرح صحیحین (۲) کی اور حدیث میں ہے "يوتر بواحدة" آنحضرت ﷺ ایک وتر پڑھا کرتے تھے اسی طرح اور بھی بہت سی بالکل صحیح حدیثیں ایک رکعت وتر پڑھنے کی موجود ہیں، لیکن حنفی مذہب میں ایک رکعت وتر ہے ہی نہیں (۳) وہ ایک رکعت نماز کا قائل ہی نہیں۔ کیا مجال کہ کوئی حنفی ایک رکعت وتر پڑھ لے، کیوں کہ حدیث پر عمل نہیں عمل مذہب پر ہے، فقہ کی جزئی کا ٹلنا گویا ایمان سے ہاتھ دھونا ہے، ہاں حدیثیں ایک چھوڑ ایک ہزار بھی ٹل جائیں کوئی پرواہ نہیں۔

☆ بخاری شریف میں حدیث ہے "وان نجلس عليه" (۴) یعنی رسول اللہ ﷺ نے ریشمی فرش پر بیٹھنا حرام فرمایا لیکن حنفی مذہب نے اسے جائز لکھا ہے (۵)

(۱) بخاری ج ۱ ص: ۱۳۵ ابواب الوتر / مسلم ج ۱ ص: ۲۵۷ باب صلوة الليل النخ

(۲) بخاری ج ۱ ص: ۱۳۶ ابواب الوتر كان النبي ﷺ يصلي من الليل مشني مشني ويوتر بركعة / مسلم ج ۱ ص: ۲۵۷ باب صلوة الليل . اسی باب میں یہ روایت بھی ہے قال رسول الله ﷺ الوتر ركعة من آخر الليل .

(۳) ہدایہ ج ۱ ص: ۱۳۳ میں ہے الوتر ثلث ركعة لا يفصل بينهما بسلام

(۴) عن حذيفة قال نهانا النبي ﷺ ان نشرب في آنية الذهب والفضة وان ناكل فيها وعن لس الحرير والدياج وان نجلس عليه . بخاری ج ۲ ص: ۸۶۸ كتاب اللباس .

(۵) در مختار ج ۲ ص: ۲۳۹ میں ہے "ويحل بتوسده واقتراشه والنوم عليه" / ہدایہ ج ۲ ص: ۳۵۷ میں ہے "لا بأس بتوسده والنوم عليه عند ابی حنيفة

☆ آج جاؤ اور کچھ پوش مولویوں اور دستار بند فاضلوں سے پوچھو سب کہیں گے کہ جائز ہے کیوں؟ اس لئے کہ حنفی مذہب نے جائز کہا ہے کون پوچھے کہ حدیث میں کیا ہے؟ فقہاء کے فیصلوں کے ہوتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں کی قدر و قیمت ہی کیا ہے؟ ریشمی فرش پر بیٹھنا حدیث سے منع ہے لیکن حنفی مذہب میں منع نہیں اس لئے حنفی وہی جو اس فرمان رسول ﷺ کو پردہ کاہ کے برابر بھی وقعت نہ دے۔

☆ صحیح مسلم شریف میں ہے حضور ﷺ سے دریافت کیا گیا ہے کہ شراب کا سرکہ بنالیا جائے؟ آپ نے فرمایا نہیں (۱)، ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے پاس یتیم بچے ہیں جن کے مال میں شراب ہے اور اب شراب حرام ہو گئی ہے تو کیا اس کا سرکہ بنالوں؟ آپ نے فرمایا نہیں (۲) چنانچہ اس نے اس شراب کو بہا دیا یہاں تک کہ پانی کی طرح شراب کا نالہ بہہ نکلا۔ لیکن حنفی مذہب اس حدیث کو نہیں مانتا وہ فتویٰ دیتا ہے کہ شراب کا سرکہ بنالینا جائز ہے (۳) ایک نہیں دو نہیں حنفی مذہب کی کل معتبر کتابیں اس پر متفق ہیں، غور کیجئے اگر عمل بالحدیث کا دعویٰ حنفیوں کا سچا ہوتا تو کیا وجہ تھی کہ وہ اس صاف صریح اور صحیح بیدارغ و بے عیب حکم کا خلاف کر کے اللہ کے نبی کی حدیث کو یوں رد کر دیتے؟ صاف بات ہے کہ مقصود حنفی مذہب پر عمل کرنا ہے نہ کہ حدیث رسول پر۔

(۱) صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۶۳ کتاب الاشریۃ

(۲) اسوداذد ج ۲ ص ۵۱۷ کتاب الاشریۃ / مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۹ و ۱۸۰ و ۲۶۰

(۳) قدوری ص ۲۲۳ کتاب الاشریۃ میں ہے "وإذا تخللت الخمر حلت سواء صارت بنفسها غلاً أو بشيء طرح فیہا ولا یکرہ تخلیلہا۔"

☆ صحیح بخاری مسلم میں حدیث ہے "إذا قال سمع الله لمن حمده قال اللهم ربنا ولك الحمد" (۱) یعنی آنحضرت ﷺ جب سمع اللہ کہتے تو اللہم ربنا ولك الحمد بھی پڑھتے لیکن حنفی مذہب میں ہے کہ امام اسے نہ کہے یعنی امام صرف سمع اللہ کہے اس کے بعد کچھ نہ کہے (۲) حنفی دوستو! کہو یہ حدیث کا ماننا ہے یا نہ ماننا؟

☆ اور سنئے! متفق علیہ حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد ان کے غسل کے وقت حکم دیا کہ ان کے بالوں کی تین لٹیں بنالی جائیں (۳) چنانچہ اس حکم پر عمل بھی کیا گیا لیکن حنفی مذہب کہتا ہے کہ تین لٹیں نہ بنائی جائیں بلکہ دو لٹیں بنا کر آدھوں آدھ بال سینے پر ڈال دیئے جائیں۔ (۴)

کہو حنفی بھائیو! کیا یہ عمل بالحدیث ہے؟ ہرگز نہیں تقلید شخصی اور عمل بالحدیث میں منافاة ہے تقلید ایک زنجیر ہے، ایک لگام ہے، ایک ٹکیل ہے، جو آپ کو سنتوں کی راہ میں آزادی کے ساتھ چلنے دے گی ہی نہیں، پس میری خیر خواہانہ گزارش ہے کہ اللہ اس چکر دار پیچ و خم والے راستے کو چھوڑ دو اور سنت کی صحیح اور صاف روشنی اور واضح راہ پر آ جاؤ (۵) اس ارشاد نبوی کو سامنے رکھو جو ابن ماجہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک سیدھی لکیر کھینچ کر فرمایا خدا کی سیدھی راہ یہی ہے اسی پر چلتے رہو،

(۱) بخاری ج ۱ ص ۱۰۹ باب ما یقول الامام ومن خلقه اذا رفع رأسه من الركوع. مسلم ج ۱ ص ۱۹۰ باب ما یقول اذا رفع رأسه من الركوع.
(۲) ہدایہ ج ۱ ص ۱۰۶ میں ہے "و یقول المؤمن ربنا لك الحمد ولا یقولہا الامام عند ابی حنیفہ"

(۳) بخاری ج ۱ ص ۱۶۸، ۱۶۹

(۴) ہدایہ ج ۱ ص ۱۷۹ میں ہے "ثم یجعل شعرها صغیرتین علی صدرها فوق الدرع۔"

(۵) حدیث پر عمل کرنے کا کیا فائدہ ہے اس کا اندازہ آپ کو اس واقعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے "حکمی عن احمد بن حنبل قال كنت يوماً مع جماعة نحو دواود بن الحارث بن ابي ربيعة

پھر چار لکیریں کھینچ کر اس کے دائیں بائیں کھینچ کر فرمایا خبردار ان راہوں پر نہ چلنا ورنہ راہ حق سے بھٹک جاؤ گے (۱) پس آج جماعت اہل حدیث بھی تم سے تمہاری خیر خواہی کے طور پر کہتی ہے کہ چاروں مذہبوں کو چھوڑ دو اور دین اللہ پر ایک ہو کر چلو میرے بھائیو! حدیث کے ہوتے ہوئے ابو حنیفہ، مالک، شافعی، احمد (اللہ ان بزرگوں پر رحمت نازل فرمائے) کے قول کو ڈھونڈنا اور تلاش کرنا ہی ایمان سے ہاتھ دھونا ہے نہ کہ ان کے خلاف حدیث اقول کو ماننا بھی اپنے ذمے فرض جاننا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ فرمان رسول ﷺ کے بعد جو شخص حضرت عمرؓ کے پاس گیا تھا آپ نے اس کا سر اتار دیا تھا (۲) اعلام الموقعین میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ سے آپ کی خلافت کے زمانہ میں مسئلہ پوچھا کہ ایک عورت نے طواف زیارت کر لیا ہے پھر وہ حیض سے ہو گئی تو کیا وہ طواف رخصت کئے بغیر چلی جاسکتی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں، اس پر سائل نے کہا میں نے آنحضرت ﷺ سے بھی یہ مسئلہ پوچھا تھا تو آپ نے اس کے خلاف فتویٰ دیا تھا یعنی فرمایا تھا کہ وہ چلی جاسکتی ہے، اس پر جناب فاروقؓ بے حد ناراض ہوئے اور غصے کے مارے کھڑے ہو گئے اور گوزالے کر اسے پیٹنا شروع کیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ ا فتویٰ ہوتے ہوئے تو نے مجھ سے فتویٰ کیوں پوچھا؟ (۳)

= فاستعملت الحدیث من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یدخل الحمام الا بسننہ ولم تجرد فرایت تلک اللیلۃ قائلانی یا احمد ابشر فان اللہ قد غفر لک باستعمالک السنۃ وجعلک اماماً یقتدی بک قلت من انت قال جبریل (شفاء قاضی عیاض ج ۲ ص: ۱۳)

(۱) ابن ماجہ ج ۱ ص: ۶ (۲) تفصیل کے لئے دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ نمبر

(۳) اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۲۵۳ / المدخل للبیہقی صفحہ ۱۰۵ . ابوداؤد میں ایک روایت یوں ہے حارث بن عبداللہ بن اوس کہتے ہیں کہ میں عمر بن خطاب کے پاس آیا اور ان سے اس عورت کے بارے میں فتویٰ پوچھا جو یوم الآخر کو طواف کے بعد حائضہ ہو جائے انہوں نے کہا لیکن آخر عہد ہا بلبیت قال فقال الحارث کذلک افتا نسی رسول اللہ ﷺ قال فقال عمر اربت عن ید یک سألتنی عن شیء سألت عنہ رسول اللہ لکیما اختلف . (ابوداؤد ج ۱ ص: ۲۷۳ کتاب المناسک)

پس مسلمانو! خدا را اپنے اسلام کو سنبھالو حدیث رسول کو پا کر پھر کسی اور کے قول کی طرف نظر بھی نہ اٹھاؤ۔

میں چاہتا ہوں کہ اسی قسم کی اور چند حدیثیں لکھ دوں، تاکہ ایک طرف تو یہ واضح ہو جائے کہ تقلید اور عمل بالحدیث یہ دو مختلف بلکہ متضاد حقیقتیں ہیں، اور دوسری جانب ان بھولے بھالے بھائیوں کو بھی معلوم ہو جائے جنہیں یہ پھسکی دی جاتی ہے کہ حنفی مذہب کا کوئی مسئلہ حدیث کے خلاف نہیں، مجھے خدا کی ذات سے امید ہے کہ جب ان بھائیوں کو صراحتاً معلوم ہو جائے گا کہ حنفی بن کرفقہ کی کتابوں پر آنکھیں بند کر کے عمل کرنے سے اللہ کے رسول معصوم ﷺ کی صحیح احادیث پر عمل ہم سے چھوٹ جاتا ہے بلکہ دراصل ان احادیث سے گویا انکار لازم آتا ہے تو وہ فوراً اس راہ سے ہٹ جائیں گے اور اس طریق عمل پر مبنیوں سے قائم ہو جائیں گے جسے زبان رسول ﷺ نے بتلایا تھا، جو زبان اس وقت تک نہیں ہلتی تھی جب تک کہ خدائے عالم کی طرف سے وحی نہ آجائے۔

☆ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ نبی ﷺ نے وضو کیا "فمسح بनावیہ وعلی العمامۃ" (۱) اور آپ نے اپنی پیشانی کے اوپر کے بالوں پر اور عمامہ پر مسح کیا۔ حنفی مذہب کا اس مسئلہ میں عجب رنگ ہے وہ اس حدیث کو صحیح مانتا ہے قابل عمل جانتا ہے اس سے استدلال کرتا ہے، اس سے مسئلہ لیتا ہے لیکن آدھی حدیث اس کے خلاف ہے اس لئے اسے چھوٹا ہی نہیں،

یعنی حنفی مذہب میں ہے کہ چوتھائی سر کا مسح فرض ہے (۲) اس کو ثابت کرنے کے لئے تو وہ جھاویاں ڈال کر اس حدیث کو لیتا ہے کیونکہ اس میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے ناصیہ پر مسح کیا وہ ناصیہ کے معنی کسی طرح پاؤں سر کر کے اپنے اس مسئلہ کو

(۱) صحیح مسلم ج ۱ ص: ۱۳۳

(۲) ہدایہ ج ۱ ص: ۱۷ میں ہے "المفروض فی مسح الرأس مقدار الناصیہ وهو ربع الرأس ."

تو اس حدیث سے ثابت کر لیتے ہیں، اب رہا اس کا دوسرا ٹکڑا یعنی آپ نے پگڑی کا مسح کیا اسے دیکھا اور ناک بھوں چڑھائی، بھلا کیا مجال جو ایک حنفی بھی اپنے عمامے پر مسح کر لے، آپ ایک ایک کو ایک ایک لاکھ مرتبہ سنائیے کہ جناب رسول خدا ﷺ نے اپنے عمامے پر مسح کیا ہے لیکن حنفی وہی ہے جو فقہاء کے اس فیصلے کو ہاتھوں سے نہیں بلکہ دانتوں سے تھام لے کہ ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے لیکن میں تو کبھی اس حدیث کو مان کر نہیں دوں گا، اور سب سے بڑھ کر تو یہ لطف ہے کہ اسی حدیث کے نصف حصے پر ایمان ہے اس سے خواہ مخواہ دھینگا مشتی کر کے لغت عرب کا خلاف کر کے پاؤں سر مراد لیتے ہیں اور ایک ایسا مشکل مسئلہ ثابت کرتے ہیں جس پر کوئی عمل بھی نہ کر سکے، یعنی ہر وضو کے وقت کون سا پیمانہ لائے گا جس سے سر ناپے، پھر ٹھیک پاؤں پر مسح کر کے حنفی ہو کر فرضیت سے سبکدوش ہو۔

اگر حدیث کا مسئلہ جان کر چوتھائی سر کے مسح کے قائل ہوتے تو حدیث کا مسئلہ جان کر عمامہ پر مسح کرنے کے بھی قائل ہوتے لیکن نہیں دراصل عمل فقہ پر ہے، حنفی مذہب پر ہے، اس نے کہا کہ ناصیہ کا مسح فرض تو یہ بھی کہتے ہیں فرض، اس نے کہا کہ عمامہ پر مسح کرنا ناجائز (۱) تو یہ بھی کہتے ہیں ناجائز، تعجب ہے کہ ایک ہی حدیث ایک ہی سند سے ایک ساتھ مروی، اس کے ایک جملے کا اقرار دوسرے کا انکار، اقرار بھی دراصل زبانی ہی زبانی ہے ورنہ ناصیہ کے معنی کسی لغت میں چوتھائی سر کے نہیں ہیں۔

☆ سنن اربعہ وغیرہ میں حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو محمد ذرہ رضی اللہ عنہ کو اذان کے انیس کلمے سکھائے اور اقامت کے سترہ کلمے بتلائے۔ (۲) حنفی مذہب نے یہاں بھی عجب عجب چکر لگائے ہیں وہ اس حدیث کے آخری حصہ کو مانتا ہے لیکن اول حصے سے ہاتھ جھاڑ کر پیچھے ہٹ جاتا ہے یعنی

(۱) شرح وقایہ ج ۱ ص: ۱۰۲ باب المسح علی الخفین میں ہے ولا علی العمامۃ (۲) ترمذی ج ۱ ص: ۳۸ باب ماجاء فی ترجیع الاذان

تکبیر کے کلمات تو وہ بھی سترہ بتلاتا ہے لیکن اذان کے کلمات اس سے بھی گھٹا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ صرف پندرہ ہیں، آج آل انڈیا حنفی مذہب یہی ہے کہ اذان میں صرف پندرہ کلمات کہنے چاہئیں، (۱) انیس ہرگز نہ کہیں بھلا کیا مجال جو اس آل انڈیا اجماع کے خلاف کوئی حنفی کہہ دے گو آپ اسے چیخ چیخ کر یہ حدیث ایک مرتبہ نہیں بار بار سناویں۔

برادران! آخر یہ کیا بات ہے کہ حدیث ایک، راوی ایک، مرتبہ ایک، بالکل صاف لیکن آدھے آدھے حصے پر آپ کا عمل ہو اور آدھے حصے کے آپ منکر ہوں۔ آپ اپنے نبی ﷺ کی پوری بات کو کیوں نہ مانیں؟ حدیث سن کر آپ کی گردن کیوں نہ جھک جائے؟ وہ امتی ہی کیا جس کے دل میں قول رسول کی عزت تمام دنیا کے اقوال سے زیادہ نہ ہو؟ سمجھئے تو سہی کہ آپ کلمہ محمد ﷺ کا پڑھتے ہیں نہ کہ ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کا، پھر عمل کے وقت مسئلے کے ماننے کے وقت آپ محمد ﷺ کو چھوڑ کر ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو کیوں پکڑیں؟

دوستو! جس کا کھاؤ اسی کا گاؤ جس کا کلمہ پڑھتے ہو اسی کی باتوں پر عمل بھی کرو، اہل حدیث تمہیں امتیوں سے ہٹا کر نبی کی طرف لے جاتے ہیں، آپ کیوں پھل رہے ہیں، کیوں اڑ رہے ہیں، شوق سے راہ بدل دو اور اپنے نبی ﷺ کی طرف ذوق سے دوڑ کر جاؤ، خیال فرمائیے! ایک ہی حدیث ہے کہ مجھے نبی ﷺ نے اذان کے انیس کلمے سکھائے یعنی چار مرتبہ ”اللہ اکبر“ دو مرتبہ ”اشھد ان لا الہ الا اللہ“ پھر دو مرتبہ ”اشھد ان محمدا رسول اللہ“ پھر لوٹ کر ان دو کلموں کو دو دو مرتبہ اور، تو بارہ ہو گئے پھر حی علی الصلوٰۃ دو مرتبہ ”حی علی الفلاح“ دو مرتبہ پھر ”اللہ اکبر“ دو مرتبہ پھر ”لا الہ الا اللہ“ ایک مرتبہ یہ کل انیس کلمے ہو گئے لیکن حنفی مذہب ترجیع کی اس اذان کو نہیں مانتا وہ اس مسئلہ پر عمل

(۱) ہدایہ ج ۱ ص: ۸۷ باب الاذان میں ہے ”ولا ترجیع فیہ وهو ان یرجع فیرفع مع صوتہ بالشہادتین بعد ما خفض بہما“

کرنے کی اجازت نہیں دیتا کیا مجال جو کسی حنفی مسجد سے حنفی موزن اس طرح اذان کہہ دے، اور پھر دوسرے جملے عمل کرنے میں بھی عجب حال ہے یعنی ایک اور حدیث میں ہے ”امر بلال ان یشفع الاذان وان یوتر الاقامة“ (بخاری مسلم) (۱) یعنی حضرت بلال کو حکم فرما دیا تھا کہ وہ اذان کے کلمات دوہرے کہیں اور اقامت کے کلمات اکہرے کہیں، پس حنفی مذہب اس حدیث پر عمل کرنے سے بھی امت کو روکتا ہے (۲) یہ شرف صرف اہل حدیث کو ہے کہ وہ دونوں حدیثوں پر عامل ہیں۔ یعنی اکہری اقامت کے، بموجب اس حدیث کے بھی قائل ہیں اور دوسری اقامت کے بھی، بموجب حدیث مندرجہ بالا قائل ہیں، اگر کوئی مذہبی زنجیر ان کے پاؤں میں بھی ہوتی تو یہ ہر حدیث پر کبھی عمل نہیں کر سکتے تھے۔ بحمد اللہ یہ اس قید سے آزاد ہیں اور کل من عند ربنا کہہ کہہ کر ہر حدیث رسول ﷺ پر عامل ہیں اور یہی دعوت دنیا کو دے رہے ہیں۔

دوستو! اگر کوئی شخص اس امت میں ایسا ہو سکتا تھا کہ اس کے فرمان کو شرعی حکم سمجھ کر اس کا خلاف نہ کیا جائے تو اس لائق سب سے زیادہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے لیکن اس افضل امت کا خلاف باوجود ان کی خلافت و پادشاہت کے وہ شخص کرتا ہے جو امت میں ان کے بعد کا درجہ رکھتا ہے اور اس طرح یہ دونوں بزرگ امت محمد کو سبق دے جاتے ہیں کہ دیکھو بعد از رسول ﷺ کوئی ایسا نہیں کہ اس کی تمام باتیں احکام شرع کا درجہ رکھیں، اس کے بتلائے ہوئے ایک ایک مسئلہ کے ماننے کے ہم مکلف ہوں، حضور ﷺ کے وصال کے بعد خلافت صدیقی میں جی لوگ مرتد ہو جاتے ہیں جب انہیں لشکر اسلام مغلوب کر لیتا ہے

(۱) بخاری ج ۱ ص: ۸۵ کتاب الاذان / مسلم ج ۱ ص: ۱۶۳ باب بدء الاذان

(۲) ہدایہ ج ۱ ص: ۸۷ باب الاذان میں ہے ”والاقامة مثل الاذان الا انه یزید فیہا بعد الفلاح قد قامت الصلوة مرتین اور اسی صفحہ میں ہے ”ولا ترجع فیہ“

توان کے بچوں کو حضرت صدیق اکبرؓ لوٹدی غلام بنانے کا حکم دیتے ہیں لیکن حضرت عمرؓ اسے تسلیم نہیں کرتے اور خلافت کے اس فیصلے کو نہیں مانتے، (۱) اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے انتقال کے وقت خلافت پر خلیفہ کو نامزد کرتے ہیں لیکن حضرت عمرؓ ایسا نہیں کرتے بلکہ فرما دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا نہیں کیا، (۲) پس یہی اصل اسلام ہے کہ قول و فعل رسول اللہ ﷺ کا درجہ کسی اور کے قول و فعل کو نہ دیا جائے۔

بھائیو! تم اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ کیا کسی فقیہ یا مجتہد یا امام یا محدث پر وحی الہی نازل ہوتی ہے؟ کیا کسی امتی کی اطاعت خدا نے ہم پر واجب کی ہے؟ کیا کوئی فقیہ خطا اور غلطی سے معصوم ہے؟ جب نہیں تو پھر کیا اندھیر ہے کہ امتیوں کی اطاعت بلکہ تقلید آج ہم نے اپنے ذمہ فرض کر لی، اور جس ذات مطہر میں یہ کل اوصاف تھے، جو خدا کے امین تھے، جن پر بار بار جبریل علیہ السلام آیا کرتے تھے، جو خطا اور غلطی سے معصوم تھے، جن کی اطاعت خدا نے ہم پر فرض کی تھی ان سے کنارہ کش ہو گئے یہاں تک کہ آج محمدی کہلوانا بھی ہم پسند نہیں کرتے بلکہ حنفی، شافعی جب تک نہ کہلوائیں چین نہیں پڑتا۔

چار ہی دن میں نہ رکھا بلبل و گل کا نشان

کھا گئی صیاد و گلچس کی نظر گلزار کو

ساتھ ہی یہ بھی یاد رہے کہ ابوحنیفہ کنیت کے بیس مشہور امام گذرے ہیں جو سب کے سب اپنے زمانے میں امام مانے گئے ہیں اور آج تک وہ امام ابوحنیفہ کے مشہور لقب سے معروف ہیں، کتب تاریخ و سیر میں ان کے حالات موجود ہیں۔ پس فقہ حنفیہ کی کتابوں میں ”هذا عند ابی حنیفة“ اور قال ابوحنیفہ اور

(۱) اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۲۳۳

(۲) مسلم ج ۲ ص: ۱۲۰ میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان لا یتخلف فان

النبی لم یتخلف۔

مذہب ابی حنیفہ یا عند الامام وغیرہ کے لفظ سے کون سے امام ابوحنیفہ مراد ہیں یہ بھی محقق نہیں، رہا لقب امام اعظم تو یہ بھی کوئی رجسٹری شدہ تو ہے نہیں ہر امام کے پیرو اپنے امام کو امام اعظم مان سکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں اور لکھ سکتے ہیں، پھر ان میں بعض وہ بھی ہیں جن کی کنیت ابوحنیفہ ہے اور نام نعمان ہے یعنی کنیت اور نام دونوں میں میل جول اور اتحاد ہے اور بعض خاص کوفے کے بھی ہیں، پس وقتہ حنفیہ کی کتابوں میں خدا جانے ان میں ابوحنیفہ میں سے کس ابوحنیفہ کے فتوے اور مسئلے درج ہیں؟ مسائل فقہیہ کو جس وقت دیکھا جاتا ہے ہمارا جی تو نہیں مانتا کہ انہیں امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوئی رحمۃ اللہ علیہ کے مسائل کہیں، حنفی حضرات ہی جانتے ہیں۔ اب میں آپ کو بیس ابوحنیفہ کے نام مع حوالہ کتب بتلاتا ہوں۔

ایک نہیں! بیس ابوحنیفہ

- ۱- ابوحنیفہ - (زاد المعاد جلد ۲ ص: ۲۵) فتح ۱۹ (۱) یہ بڑے پائے کے امام ہیں ان کے بہت سے متبعین ہیں ۲۸۲ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے، یہ لغت عرب کے ناقد اور زبردست طبیب تھے فراء اور خفش اور ابن مارس جیسے لوگ ان کے قریب ہیں اور انہیں امام مانتے ہیں ان کا نام احمد بن راود ہے۔
- ان کی بعض مشہور تصانیف کے نام یہ ہیں کتاب القبلۃ، کتاب الوصایا۔ کتاب الجبر والتقابلہ، یہ دینور کے رہنے والے ہیں۔
- ۲- ابوحنیفہ - یہ تیسرے طبقہ کے محدثین میں سے ہیں کوفے کے رہنے والے ہیں، عبدالاکرم کے والد ہیں (تقریب التہذیب ص: ۴۱۷) (۲)
- ۳- ابوحنیفہ - یہ خالد بن یوسف حنفی کے شاگرد ہیں قبیلہ واسط میں سے ہیں (میزان الاعتدال ص: ۶۰ و ص: ۳۷۳)

(۱) زاد المعاد ج ۳ ص ۶۸ مطبوعہ دار الفرقان کویت

(۲) تقریب التہذیب ص ۶۳۵ [یہ مجہول ہیں]

۴- ابوحنیفہ - نام نعمان ہے کنیت ابوحنیفہ ہے ان کے والد کا نام ابو عبد اللہ مغفور ہے، یہ ان بڑے بڑے اماموں میں سے ہیں جن کی طرف مسلمانوں کی انگلیاں اٹھتی ہیں (ابن خلکان ج ۲ ص: ۱۹۹)

- ۵- ابوحنیفہ - یہ خوارزم کے مشہور امام ہیں (قالہ الطحاوی)
- ۶- ابوحنیفہ - یہ حضرت مغیرہ بن مقسم کے استاد ہیں جبیر بن مطعم کے انتقال میں یہ موجود تھے محدثین میں سے ہیں (میزان ۶۴۳) (۱)
- ۷- ابوحنیفہ - یہ سلیمان کے شاگرد ہیں ان کے مشہور شاگرد کا نام عبدالکریم ہے ان کا ذکر میزان الاعتدال کے ص: ۱۷۱ پر ہے۔
- ۸- ابوحنیفہ - یہ سماک بن فضل کے لڑکے ہیں اور حضرت امام شافعی کے استاد ہیں (مسند امام شافعی ص: ۱۴۳) (۲)

- ۹- ابوحنیفہ - یہ بیان کے لڑکے ہیں سابق الحاج کا انہیں خطاب ملا تھا اپنے زمانے کے بڑے فاضل امام تھے۔ (کتاب الکئی والاسماء)
- ۱۰- ابوحنیفہ - ان کا نام احمد بن مصدق تھا یہ غیشاپور کے رہنے والے تھے اور امام فقہ تھے (ابن نجار)
- ۱۱- ابوحنیفہ - ان کے والد کا نام ماہان تھا یہ واسطی ہیں ان کی امامت مشہور ہے (کتاب الکئی والاسماء)
- ۱۲- ابوحنیفہ - یہ بہت بڑے فقیہ گذرے ہیں زیلیعی ہیں بڑے عالم فاضل تھے اور بہت ادیب اور فصیح اللسان تھے ان کا نام عبدالکریم تھا۔
- ۱۳- ابوحنیفہ - یہ عدوی ہیں ان کا نام سلیمان بن حبان ہے اسماعیل بن عیاش محدث کے استاد ہیں اور مشہور امام ہیں (کتاب الکئی)

(۱) میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۵۵

(۲) کتاب الکئی والاسماء للشیخ العلامة ابی بشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی

۱۴- ابوحنیفہ - یہ صغیر کے لقب سے ملقب تھے بڑے فاضل شخص گذرے ہیں
(روح الایمان)

۱۵- ابوحنیفہ - ان کا نام جعفر بن احمد تھا اپنے وقت کے امام تھے (روح الایمان)
۱۶- ابوحنیفہ - یہ خطیبی ہیں ان کا نام محمد بن عبید اللہ بن علی ہے (روح الایمان)
۱۷- ابوحنیفہ - ان کا نام عبید اللہ بن ابراہیم ہے یہ ثانی ابوحنیفہ کہے جاتے تھے
بہت بڑے فقیہ تھے (روح الایمان)

۱۸- ابوحنیفہ - ان کا نام بکر بن محمد ہے انہیں ابوحنیفہ صفر کہا کرتے تھے فقہ کے
بہت بڑے امام اور ماہر تھے (روح الایمان)

۱۹- ابوحنیفہ - یہ شیعوں کے امام تھے اور شیعہ مذہب کے زبردست اہل قلم تھے
بہت سی کتابیں انہوں نے تصنیف کی ہیں (السلل والنخل)

۲۰- ابوحنیفہ - ان کا نام نعمان بن ثابت ہے کوفے میں اہل رائے کے امام تھے
(تقریب ۱۵۶) (۱)

بستان المحدثین ص: ۸۸ میں ہے کہ امام اعظم لقب کے ایک بزرگ
آدمی تھے دمشق اصل وطن تھا بڑے خوش شکل، خوش لباس، خوش گو، خوش خوار اعلیٰ
پائے کے علامہ اور مصنف تھے پس لقب امام اعظم بھی مخصوص نہ رہا۔

ناظرین یہ ہے نقشہ آپ کے سامنے، اب ایک شخص جو صرف ابوحنیفہ
نام سن کر ہی دم بخود ہو جانے والا ہو وہ غور تو کرے کہ کس ابوحنیفہ کا کلام مجھے لوگ
پہنچا رہے ہیں؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ کہا جائے ﴿مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا
أَسْمَاءُ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ﴾ (۲)
یعنی نام کی پکار وہ چیز ہے جس پر کوئی دلیل نہیں پس آپ ایسے وہم میں کیوں
پڑیں۔ اور سنت کیوں چھوڑیں؟

(۱) تقریب التہذیب ص: ۶۳۵
(۲) یوسف ۱۲/۳۰

مسلک سنت پہ اے سالک چلا جا بے دھڑک
جنت الفردوس کو سیدھی گئی ہے یہ سڑک

اب میں آپ کو چند واقعات سناؤں جن سے روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا
کہ زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں بالعموم اور زمانہ خلفاء میں
بالخصوص صرف قرآن و حدیث ہی پر دین کا دار و مدار سمجھا جاتا تھا، صرف فرمان
خداوندی و فرمان نبوی مسلمانوں کے تمام اختلافات کا فیصلہ کن مانا جاتا تھا، صحابہ
میں آپس میں علم و فضل زہد و تقویٰ وغیرہ کے اعتبار سے اگرچہ تفریق تھی مگر باوجود
اس کے کوئی کسی کا مقلد نہ تھا، اس لفظ سے بھی یاران محمد نا آشنا تھے، اللہ اللہ!
خدا جانے پھر ایسا پاکیزہ زمانہ کب آئے گا؟ اور کون خوش نصیب لوگ اس مبارک
وقت کو دیکھیں گے کہ مسلمانوں کی تمام اور نسبتیں کٹ جائیں صرف نسبت محمدی
باقی رہ جائے۔

غنیے چنیں گے پھر اے خالق گلشن کب تک؟
خشک پتوں کے سنوں نالہ و شیون کب تک؟

سب سے پہلا اور سب سے بڑا اختلاف جو اس امت میں پڑتا ہے وہ
خلافت کا جھگڑا ہے، سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار اور مہاجرین کا مجمع کثیر جمع ہے
خلیفہ کا انتخاب ہو رہا ہے لوگوں کی مختلف رائیں ہیں جتنی زبانیں اتنی باتیں،
انصاریوں کا پرزور مطالبہ ہے کہ امیر ہم میں سے ہو، تو تو میں میں تک کی نوبت
آ جاتی ہے قریب ہے کہ باہم نا چاتی ہو جائے، اتنے میں صدیق اکبر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے ”الا ئمة من قریش“
(۱) امامت ہمیشہ قریش میں ہی رہے گی، بس حضور ﷺ کا نام اور آپ کی
حدیث سنت ہی سارا اختلاف رفع ہو جاتا ہے انصار اپنے دعوے سے دست بردار
ہو جاتے ہیں اور خلافت قریشیوں کو سونپ دی جاتی ہے،

(۱) بخاری ج ۲ ص: ۱۰۹۶

زماں بعد اختلاف پڑتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو کس جگہ دفنائیں کوئی کہتا ہے مکہ میں جہاں آپ پیدا ہوئے، کوئی مسجد تجویز کرتا ہے، کوئی بقیع قبرستان کوئی بیت المقدس، اس اختلاف کا فیصلہ بھی حدیث سے ہی ہوتا ہے، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے ”ما من نبی یقبض الا دفن تحت مضجعہ“ (۱) کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو وہیں قبض کرتا ہے جہاں دفن کرنا منظور ہو۔

جگر گوشہ رسول حضرت فاطمہ بتولؑ ورثے کا دعویٰ کرتی ہیں اور اصحاب بھی موافقت کرتے ہیں آخر جب حدیث سنتے ہیں کہ ”نحن معشر الانبیاء لانورث ماترکناہ فہو صدقۃ“ (ابوداؤد) (۲) یعنی انبیاء کا ورثہ نہیں بٹا کرتا، وہ جو کچھ چھوڑیں ساری امت پر صدقہ ہوتا ہے فوراً سب دست بردار ہو جاتے ہیں، اور جھگڑے کا فیصلہ ہو جاتا ہے، مندرجہ بالا چند واقعات سے آپ کو واضح ہو گیا ہوگا کہ خلیفہ اول کے زمانہ میں صحابہؓ کے اختلافات کو مٹانے کا آلہ صرف یہی حدیث رسول مقبول کی تھی، نہ کسی کی رائے نہ قیاس، خود خلیفہ کو بھی اختیار نہیں کہ من سمجھوتی کر کے رائے قیاس سے جو چاہیں کہہ دے۔ بلکہ شفاء قاضی عیاض جلد دوم ص: ۱۴ میں ہے ”انسی اخشی ان ترک شیشا من امرہ ان از یغ“۔ یعنی مجھے ڈر ہے کہ اگر حضور ﷺ کے فرمان میں سے کچھ بھی چھوڑ دوں گا تو بہک جاؤں گا۔ **دادی** کے ورثہ کا مقدمہ آتا ہے صاف کہہ دیتے ہیں کہ مجھے عدالت عالیہ کا کوئی فیصلہ یاد نہیں میں

(۱) طبقات ابن سعد ج ۴ ص: ۱۰۶۔ لیکن الفاظ یہ ہیں مامات نبی الادفن حیث یقبض ولی رواۃ ماتوفی اللہ نبیاً الادفن حیث یقبض روحہ۔

ص: ۲۹۸ کتاب الجنائز میں ہے ما قبض اللہ نبیاً الا فی الموضع الذی یحب ان یدفن فیہ۔

(۲) بخاری ج ۲ ص: ۹۹۵ کتاب الفرائض باب قول النبی ﷺ لانورث ماترکنا صدقۃ۔

کیسے فیصلہ کر دوں؟ ظہر کی نماز پڑھا کر خلیفہ لوگوں سے سوال کرتا ہے حضرت مغیرہ بن شعبہ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں ”اعطنا ہا رسول اللہ ﷺ سداً“ حضرت محمد بن مسلمہ بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں، اب اکبریٰ فیصلہ بھی اس کے مطابق صادر ہوتا ہے، (۱) یعنی چھٹا حصہ دلوا یا جاتا ہے، الغرض اس پاک زمانہ میں کلمہ شریف کی عزت قائم تھی جس کا کلمہ پڑھتے تھے اسی کے حکم کو ناطق سمجھتے تھے نہ کہ اوروں کے۔

بہادر منہ سے جو کہتے ہیں پورا کر دکھاتے ہیں

سمندر چیرتے ہیں کوہ سے دریا بہاتے ہیں

آئیے! اور زمانہ فاروقی کو ملاحظہ فرمائیے شام کی طرف مسلمان مجاہدوں کے لشکر سیلاب کی طرح بڑھ رہے ہیں، ایک شہر میں جانا ہے لیکن وہاں طاعون ہے مشورہ ہوتا ہے کہ جائیں یا نہ جائیں مشورے میں اختلاف رائے ہوتا ہے اور کسی فیصلہ کن امر تک نہیں پہنچ سکتے، بڑے بڑے بزرگ صحابیوں کی رائیں ٹکراتی ہیں، بالآخر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ آتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے اس شہر میں نہ جاؤ جہاں طاعون ہے اور جس شہر میں تم ہو اور طاعون آجائے تو وہاں سے بھاگو بھی مت (بخاری) (۲) بس سب کی گردنیں جھک جاتی ہیں سارا اختلاف دور ہو جاتا ہے اور لشکر اسلام وہاں سے واپس مڑتا ہے، منبر پر خطبہ پڑھتے ہوئے مسئلہ بیان کرتے ہیں کہ عورتوں کے مہر زیادہ لمبے چوڑے مقرر نہ کیا کرو ایک بڑھیا اٹھ کر قرآن کی ایک آیت تلاوت کر دیتی ہے (۳) امیر المومنین تأسف کرتے ہوئے زانوں پر ہاتھ مارنے لگتے ہیں، اور کہتے ہیں اللہ اللہ! سب لوگ عمر سے زیادہ سمجھدار ہیں

(۱) ابوداؤد ص: ۲۰۱ کتاب الفرائض

(۲) بخاری ج ۲ ص: ۸۵۳ کتاب الطب

(۳) وہ آیت یہ ہے ”وَ اِنْ اَرَدْتُمْ اَسْبَاحَ زَوْجٍ مَّکَانَ زَوْجٍ وَ اَتَيْتُمْ اِحَدَهُنَّ فَنِطْرًا فَلَا تَحْذَرُوا مِنْہُمْ سُنْیَا اَنَا خَلَدُوْهُ بِہُنَّ اَنَا وَ اَلْمَا مِیْنَا“

یہاں تک کہ عورتیں بھی، پھر اپنی بات سے بازگشت کرتے ہیں (ابن جبہ) (۱)
کعبہ اللہ میں جا کر بیٹھ گئے ہیں، اور فرماتے ہیں آج یہاں کا کل خزانہ مسلمانوں
پر تقسیم کر کے ہی ہوں گا واروغہ کہتا ہے کہ واللہ تم تقسیم نہیں کر سکتے فرماتے
ہیں کیوں؟ کہتا ہے اس لئے کہ رسول خدا ﷺ نے یہ نہیں کیا جھٹ کھڑے
ہو جاتے ہیں کہ یہ ٹھیک کہتا ہے۔ (۲) الغرض خود خلیفہ کا سر بھی حدیث رسول کے
سامنے جھک جاتا تھا اور ماتحت بھی حدیث کے ثمار تھے۔

نہ نالے گرم پیدا کر نہ آہیں سرد پیدا کر

کھڑے ہوں جو حمایت میں تیری وہ مرد پیدا کر

حضرت عثمان کا زمانہ ہے اعلان ہو گیا ہے کہ حج میں تمتع کوئی نہ کرے
حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ صحابہ کی ایک بڑی جماعت کھڑی
ہو جاتی ہے اور سامنے آ کر کہتی ہے ہم نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ تمتع کیا تم منع
کرنے والے کون؟ گواہ رہو ہم سب تمتع کرتے ہیں (نسائی) (۳) بلکہ شفا قاضی
عیاض میں ہے کہ آپ نے فرمایا "لم اکن ادع سنة رسول الله ﷺ
بقول احد من الناس" یعنی ناممکن ہے کہ ہم کسی کے کہنے سے سنت رسول
چھوڑ دیں۔ (۴)

حضرت علیؑ اور حضرت معاویہ کے درمیان جو صلحنامہ مرتب ہوتا ہے اس

(۱) مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص: ۱۰۸ باب غلاء الصد اق / تفسیر ابن

کثیر عربی ج ۱ ص: ۳۶۹ / اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۲۴۹

(۲) بخاری ج ۱ ص: ۲۱۷ باب کسوة الکعبہ

(۳) نسائی ج ۲ ص: ۱۱ / مسلم ج ۱ ص: ۴۰۲

(۴) اسی کتاب میں یہ اقوال بھی ملاحظہ فرمائیں "قال علی الا انی لست بنبی

ولا یوحی الی ولکنی اعمل بکتاب اللہ وسنة نبیہ محمد ما استطعت .

قال ابن مسعود "القصد فی السنة خیر من الاجتهاد فی البدعة .

قال ابن عمر صلاة السفر رکعتان من خالف السنة کفر .

میں لکھا جاتا ہے "ان یقضیا بما فی کتاب اللہ تعالیٰ وما لم یجد فی
کتاب اللہ قضیا بما یجد ان فی السنة" ہر فیصلہ کتاب اللہ اور اس میں نہ
ہو تو سنت رسول اللہ سے ہونا چاہئے۔ (ابن قتیہ) (۱)

مندرجہ بالا نقشہ آپ کے سامنے ہے جو آپ کو صاف صاف بتلا رہا ہے
کہ خود چاروں خلفاء بھی اپنی رائے اور اپنی بات دوسروں پر حجت نہ جانتے تھے نہ
دوسرے اپنے اوپر، ان کے فتاوے نافذ نہ تھے، اختلاف ہوتے تھے باہدگر بحثیں
ہوتی تھیں آخر فیصلے حدیث سے ہوتے تھے حدیث آئی اور بادشاہ اور ماتحت
سب خاموش ہو گئے۔

نقاب الثا صبا نے جبکہ اس کے روئے تاباں کا

جھجک کر ابر کی چادر میں منہ خورشید نے ڈھانکا

حضرات! نہ صرف چاروں خلیفہ ہی قرآن وحدیث کو اس وقعت اور اہمیت کی
نگاہ سے دیکھتے تھے بلکہ کل کے کل صحابہ اور سارے تابعین کا یہی حال تھا، امام
شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ان العلماء من الصحابة والتابعین لم
یزل شانہم انہم یطلبون الحدیث فی المسئلة فاذا لم یجدوا
تمسکوا بسنوع آخر من الاستدلال ثم اذا ظهر علیہم الحدیث
بعد رجعوا من اجتہادہم الی الحدیث (الانصاف ص: ۹) (۲) یعنی کل
صحابہ بلکہ تابعین ذی علم مسئلہ کو حدیث شریف میں ٹوٹے اگر نہ پاتے تو استدلال
سے بھی کام لیتے مگر جب حدیث شریف مل جاتی تو اپنے قول سے رجوع کرتے
اور حدیث کے مطابق فیصلہ کرتے" یہی اصول تمام محدثین اور فقہاء میں مستعمل
رہا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ دہلوی، الانصاف ص ۱۲ میں لکھتے ہیں "وکان عندہم

(۱) بحوالہ طبری ج ۵ ص: ۵۳

(۲) الانصاف ص: ۳۳

انہ اذا وجد فی المسئلة قرآن ناطق فلا يجوز التحول منه الى غيره
فاذا لم يجدوا في كتاب الله اخذوا بسنة رسول الله ﷺ (۱)
ترجمہ: جملہ محدثین کا یہ اصول تھا کہ شرعی مسئلہ کو اول کتاب اللہ سے ثانیاً حدیث
رسول سے لیا جائے ان کے ہوتے ہوئے تیسری چیز کی طرف رجوع نہیں کرتے
تھے، شاہ صاحب کی ایک آب زر سے لکھنے کے قابل بات ہے، گوش دل سے
سنئے! آپ عقد الجید میں فرماتے ہیں ”لم یزل الناس یسألون من اتفق
من العلماء من غیر تقييد بمذهب ولا انكار على احد من السائلين
الى ان ظهرت هذه المذاهب ومتعصبوها من المقلدين فان احد
هم يتبع امامه مع بعد مذهبه عن الادلة مقلداً له فيما قال فكانه نبی
ارسل اليه هذا نأى عن الحق وبعد عن الصواب لا يرضى به احد
من اولی الالباب“ (۲) یعنی ان مذاہب اربعہ اور متعصب مقلدوں کے ظاہر
ہونے سے پہلے تمام دنیائے اسلام کا یہی قاعدہ تھا کہ جس عالم سے موقع پڑا
مسئلہ دینی دریافت کر لیا۔ اور اس کی بتلائی ہوئی قرآن و حدیث کی دلیل پر عمل
کر لیا کسی خاص مذہب یا کسی مخصوص عالم کے وہ پابند نہ تھے لیکن افسوس اس
زمانے کے متعصب مقلدوں نے تو گویا اپنے اپنے اماموں کو نبی مان لیا ہے،
اگرچہ ائمہ کا قول حدیث و قرآن سے کوسوں دور کیوں نہ ہو مگر ان کی گردنوں میں
سے تقلید کی پھانسی نہیں نکلتی، بھلا اس گمراہی اور حق سے دوری کو کوئی عقلمند پسند کر سکتا
ہے؟ انتہی - مولانا روم مثنوی جلد دوم ص: ۱۱۱ میں لکھتے ہیں

لوحد گر باشد مقلد در حدیث جز طمع نہ بود مراد آں خبیث
یعنی مقلد حدیث کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں نوحہ کرنے والا ہوتا ہے سوائے
لا لچ کے اس کی کوئی غرض نہیں ہوتی۔ آہ یہی وطیرہ زمانہ جاہلیت کے لوگوں کا تھا

جس کا نقشہ قرآن کریم کھینچ رہا ہے ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا﴾ (۱) یعنی جب انہیں قرآن و حدیث کی
تابع داری کرنے کو کہا جاتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ ہم سے اپنے بڑوں کی تقلید
نہیں چھوڑی جاسکتی، اسی لئے اور جگہ اسی کتاب کے ص: ۴۰ میں شاہ صاحب
موصوف فرماتے ہیں ”لا سبب لمخالفة حدیث النبی ﷺ الا نفاق
خفی او حتمق جلی“ (۲) یعنی تقلید پر جم کر احادیث کو چھوڑ دینا پوشیدہ نفاق
اور کھلی حماقت ہے امام سندى حنفی حاشیہ ابن ماجہ میں لکھتے ہیں ”ان اتباع السنة
یعم تمام الامۃ ولا یختص بالمجتهد عن المقلد“ (۳) یعنی اتباع
سنت مجتہد مقلد سب پر فرض ہے یہ نہیں کہ مجتہد پر فرض ہو اور مقلد پر نہ ہو بلکہ کل
امت نبی کی تابع داری کے شرعاً مکلف ہیں۔

برادران! غور کیجئے کہ جو ان بزرگوں نے کہا، جو ہمارے اسلاف کا مذہب تھا
آج وہی مذہب خدا کے فضل سے اہل حدیث کا ہے جس چیز کی طرف یہ جملہ
حضرات دعوت دیتے رہے جس چیز پر یہ کل بزرگ عمل کرتے رہے اسی چیز کی
طرف دعوت اہل حدیث دیتے ہیں اور اسی پر عامل ہیں پھر ان سے خواہ مخواہ کا
بغض و بیر آپ کیوں باندھیں؟ اور برے القاب سے انہیں ملقب کیوں کریں؟

زہد و صوفی ہمہ سرمست گذشتند و گذشت

قصہ ما است کہ در کوچہ و بازار بماند

علامہ ابن الہمام حنفی مصنف فتح القدیر شرح ہدایہ فرماتے ہیں ”فلو التزم مذہباً
معیناً“ الخ یعنی اگر کوئی شخص ایک ہی مذہب کی تقلید اپنے ذمے لازم کر لے، مثلاً
حنفی، شافعی وغیرہ تو میرے دل بھاتی اور من مانی بات تو یہ ہے کہ اسے یہ لازم

نہیں۔ سید بادشاہ حنفی شارح تحریر فرماتے ہیں ”وقیل لایلزم وهو الاصح۔“ یعنی جو شخص کسی ایک مذہب کی پابندی اپنے ذمے لازم کرے تو زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ پابندی لازم نہ ہوگی اس لئے کہ خدا اور رسول نے ان چاروں اماموں میں سے کسی کی تقلید کو واجب نہیں کیا، علامہ ابن امیر الحاج حنفی تحریر شرح تحریر میں فرماتے ہیں ”لم یوجب اللہ ورسولہ علی احد ان یتمذہب بمذہب رجل من الائمة فیقلدہ فی کل مایاتی ویذر غیرہ الخ“ یعنی اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کسی پر واجب نہیں کی کہ وہ سب کو چھوڑ کر اسی ایک کی تمام باتیں ماننا چلا جائے، بحر العلوم مولانا عبدالعلی شرح سلم میں فرماتے ہیں ”فایجابہ تشریع جدید الخ“ یعنی ایک ہی مذہب کے مان لینے کا وجوب اور ایک ہی امام کی تقلید کو واجب جان لینے کا مسئلہ یہ لوگوں کی اپنی طرف سے گھڑی ہوئی شریعت ہے، خدا اور اس کے رسول کی بات نہیں، حافظ الفقہ اخوند حبیب اللہ حنفی مغتتم الحصول میں لکھتے ہیں، ”فکان اجماعا علی ان التزام مذہب معین غیر لازم الخ“ یعنی تقلید شخصی کے واجب نہ ہونے پر امت کا اجماع ہے، مولانا اکمل صاحب حنفی تقریر الاصول میں فرماتے ہیں، ”لایلزم احدا ان یتمذہب بمذہب احد من الائمة الخ“ یعنی کسی شخص پر کسی ایک ہی امام کا مذہب ماننا ضروری نہیں، دیکھو صحابہ کرام اگر کسی وقت ابو بکر و عمر سے کوئی مسئلہ پوچھ لیتے تو دوسرے وقت ابو حریرہ اور معاذ سے بھی دریافت کر لیتے، پس ایک مجتہد کی تقلید کو واجب سمجھ لینا اجماع کے خلاف ہے۔ ملا حسن شرعیہ الی حنفی عقد الفرید میں لکھتے ہیں ”لیس علی الانسان التزام مذہب معین الخ“ یعنی ایک ہی مقرر مذہب پر چمٹ جانا انسان پر ضروری نہیں، بلکہ ہر شخص کو جائز ہے کہ اپنے مذہب کے خلاف دوسرے مجتہد کے قول پر (جو زیادہ صحیح ہو) عمل کرے۔

سید محمد امین صاحب حنفی شارح در مختار شامی میں فرماتے ہیں

”العامی لامذہب لہ“ (۱) یعنی عام لوگوں کا کوئی مذہب نہیں اس سے پہلے آپ نے اس کی بھی تصریح کی ہے کہ مذہب معین کا التزام ٹھیک نہیں، علامہ عابدی سندی حنفی فرماتے ہیں ”وجوب تقلید مجتہد معین لاحجة علیہ لامن جهة الشریعة و لامن جهة العقل“ یعنی کسی مقرر و معین مجتہد کی تقلید کے واجب ہونے کی کوئی دلیل نہیں نہ شرعی نہ عقلی۔ **فتاویٰ خانیہ** سے جو حنفی مذہب فقہ کی ایک معتبر کتاب ہے شیخ عبدالحق صاحب دہلوی حنفی اپنی کتاب تحصیل التعرف میں نقل فرماتے ہیں ”لایجب تقلید امام بعینہ“ یعنی کسی ایک امام کی تقلید واجب نہیں۔ مولانا بحر العلوم عبدالعلی لکھنوی حنفی شرح تحریر میں فرماتے ہیں ”تخصیص العمل بفتویٰ مجتہد دون مجتہد تحکم لایلتفت الیہ بل هو تغیر لحکم الشارع من دون برہان و حجر رحمة اللہ الواسعة“ یعنی ایک ہی مجتہد کو مقرر کر لینا کہ جو یہ کہے گا ہم مانیں گے یہ نری دھینگا مشتی ہے اس کی طرف توجہ بھی نہ کرنی چاہئے بلکہ ایسا ماننا دراصل شارع کے حکم کو بے دلیل بدلنا اور خدا کی وسیع رحمت کو تنگ کر لینا ہے، ناظرین! مولانا کی اس عبارت کو دوبارہ پڑھ جائیے یہ حنفی مذہب کے وہ علامہ ہیں جن کے پائے کے لوگ اس مذہب میں بہت کم ہیں بلکہ اب تو ہیں ہی نہیں، یہ تقلید شخصی کو حرام، شرک اور کفر کہتے ہیں کیونکہ حکم شریعت کو بدلنا کھلا کفر ہے اور ساتھ ہی تقلید شخصی کو بے دلیل اور بے جان چیز مانتے ہیں اور آپ سے بھی منوار ہے ہیں۔

ناظرین! یہ حضرات تو غیر مقلد نہیں یہ تو وہ بزرگ ہستیاں ہیں جن کی بزرگی خود آپ کو بھی مسلم ہے خدا کرے ان کی یہ جچی باتیں اور چچی تلی نصیحتیں آپ کے دل پر بھی اثر کریں۔

بلبلوا کچھ تو اثر پیدا کرو فریاد میں = چاہئے منقار چنگی لے دل صیاد میں
یہی نہیں کہ تقلید دین میں آفت برپا کرتی ہے بلکہ دنیا کو بھی برباد کر کے چھوڑتی
ہے، محدث حجاز امام فالح بن محمد بن رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب انجح المساعی
میں تقلید کی مذمت کرتے ہوئے ص: ۴۰ پر لکھتے ہیں "والحاصل انه قد
جرب علی ممر الاعصار ان محلات کثر فیہ مقلدۃ المذاهب لا بد
ان یحول امرہ الی البدع والدمار ووقوعہ بآخرة فی قبضة
الفجرة الکفار" یعنی مدت ہائے دراز کے تجربے سے یہ ثابت ہو گئی ہے کہ
جس جگہ ان مذاہب کے مقلدوں کی کثرت ہو جاتی ہے وہاں طرح طرح کی
بدعتیں دین میں پھیل جاتی ہیں اور نئی نئی باتیں ایجاد ہو جاتی ہیں اور پھر آپس میں
نا اتفاقی، مار پیٹ، جنگ و جدل کی نوبت آ جاتی ہے آخر یہ ہوتا ہے کہ دین کی تباہی
کے بعد ملک کا بھی ستیاناس ہو جاتا ہے اور وہ جگہ بد بخت کفار کے قبضے میں چلی
جاتی ہے، پس تقلید دین

دنیا کا خسران ہے، حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں "من خالف
السنة کفر" یعنی مخالف سنت کافر ہے (شفاء قاضی عیاض جلد دوم ص: ۱۲)
قرآن کا فرمان ہے ﴿وَاطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فْتَفَشَلُوا
وَلَذَٰ هَبْ رَبُّكُمْ﴾ (۱) یعنی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس
میں کھینچا تانی نہ کرو جس سے تم بے ہمت ہو جاؤ اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے، یہ
آیت بھی صاف بتا رہی ہے کہ جب خدا رسول کی اطاعت چھوڑ دی جائے گی ہر
ہر فرقہ اپنی اپنی طرف کھینچنے لگے گا اس وقت مسلمان پست ہمت ہو جائیں گے
گر جائیں گے اور دشمنوں کے دل سے ان کا رعب اٹھ جائے گا۔

حجۃ الہند شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا زریں مقولہ ان کی تصنیف عقد الجید میں یہ بھی

ہے "فان بلغنا حدیث من الرسول المعصوم الذی فرض اللہ علینا
طاعته بسند صالح یدل علی خلاف مذہبہ وترکنا حدیثہ واتبعنا
ذلک التخمین فمن اظلم منا؟ وما عذرنا یوم یقوم الناس لرب
العالمین" (۱)

ترجمہ: جب ہمیں پیغمبر خدا ﷺ کی کوئی حدیث صحیح سند سے پہنچے جو تائیداری کے
لائق اور معصوم محض ہیں اور وہ حدیث ہمارے مذہب کے خلاف ہو اس وقت اگر
ہم اس حدیث رسول کو چھوڑ کر اس مذہبی تخمینہ پر جسے رہیں تو ہم سے بڑھ کر کوئی
ظالم نہیں اور قیامت کے دن جبکہ سب لوگ رب العالمین کے دربار میں پیش
ہونگے ہمارا کوئی عذر نہ چل سکے گا (۲) موجودہ تقلید شخصی کی نسبت شاہ صاحب ص:
۴۹ میں کتنا پاکیزہ فیصلہ کرتے ہیں فرماتے ہیں "فہذا اعتقاد فاسد
وقول کاسد لیس له شاهد من النقل والعقل وما کان احد
من القرون السابقة یفعل ذلک" (۳) یعنی اس تقلید کے واجب ہونے کا

(۱) عقد الجید ص: ۴۶

(۲) اب ذرا ٹھنڈے دل سے حنفیہ کی بات سنئے اصول کرنی جس پر فروع حنفیہ کا مدار ہے اس میں
ہے "ان کل آیۃ تخالف قول اصحابنا فانہا تحمل علی النسخ او علی الترجیح
والاولیٰ ان تحمل علی التاویل من جهة التوفیق" جو آیت ہمارے اصحاب کے قول کے مخالف ہو وہ نسخ یا ترجیح پر ہوگی اور بہتر ہے کہ تاویل پر محمول ہو
تا کہ موافقت کی راہ ہموار ہو سکے

پھر آگے لکھتے ہیں "ان کل خبر یجیٰ بخلاف قول اصحابنا فانہ یحمل علی النسخ
او علی انہ معارض بمثلہ ثم صار القویٰ دلیل آخر او ترجیح فیہ بما یحتاج بہ
اصحابنا من وجوہ الترجیح او یحمل علی التوفیق۔ اصول الکفرخی مع کتاب
تاسیس النظر ص: ۸۴

اور صفحہ ۸۵ پر لکھتے ہیں "اذا ورد حدیث الصحابی فی غیر موضع الاجماع ان یحمل
علی التاویل او المعارضۃ بینہ و بین صحابی مثله

مزید تفصیل کے لئے اصول کرنی صفحہ ۷۷ پر ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) عقد الجید ص: ۶۸

عقیدہ فاسد ہے اور یہ محض غلط اور جھوٹا قول ہے، اس کی کوئی دلیل عقلی یا نقلی نہیں اور نہ پہلے لوگ یہ کرتے تھے اور کرتے کیسے؟ مولانا روم مثنوی روم دفتر دوم ص: ۱۱ میں فرماتے ہیں۔

زانکہ تقلید آفت ہر نیکو پست = کہ بود بود تقلید اگر کوہ قوی است
یعنی تقلید ہر بھلائی کے لئے آفت ہے، گو بہ ظاہر وہ پہاڑ معلوم ہو، لیکن دراصل وہ
گھانٹ کا ایک ٹکڑا ہے، مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی اپنی تفسیر فتح العزیز میں آیت
”فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں، اطاعت غیر اللہ تعالیٰ نیز
بالاستقلال کفر است یعنی کسی کی تابعداری استقلال کے ساتھ کرنی بھی کفر ہے۔
بحر العلوم مولانا عبدالعلی حنفی شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں ”ثم ان من الناس
اوجبوا تقليد واحد من هؤلاء على الامة وهذا كله هوس من هوسا
تهم لم ياتوا بدليل ولا يعاب بكلامهم وانما هم من الذين
حكم الحديث انهم افتوا بغير علم فضلو واضلوا“ یعنی بعض
لوگوں نے تقلید شخصی کو امت پر واجب کیا ہے حالانکہ اس کی کوئی دلیل نہیں اور ان
لوگوں کی یہ فضول بکواس اور خیالی زلل کا کوئی اعتبار نہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کی
بابت حدیث شریف میں ہے کہ بلا دلیل فتوے دیں گے خود بھی گمراہ ہونگے
اور دوسروں کو بھی بہکا دیں گے۔ مولانا روم مثنوی میں لکھتے ہیں

منکر آں باشد کہ تقلیدے بود - دین احمد را نہ تحقیقے بود
یعنی دین میں تقلید کرنے والا اور تحقیق کو چھوڑنے والا شرع کا منکر ہے حنفی
مذہب کی معتبر کتاب الفوائد البہیہ یوسفی ص: ۴۹ میں ہے ”ان الحنفی
لو ترک فی مسئلۃ مذہب امامہ لقوة دلیل خلافہ لایخرج بہ عن
ربقة التقليد“ (۱) یعنی اگر مقلد حنفی کسی مسئلے میں امام صاحب کے مسلک کو

(۱) الفوائد البہیہ ص: ۹۸ آگے لکھتے ہیں بل ہو عین التقليد فی صورة ترک
التقليد الا ترى الى ان عصام بن يوسف ترک مذہب ابی حنیفہ فی عدم الرفع
ومع ذلک هو معدود فی الحنفیۃ۔

چھوڑ دے اور دلیل کی پیروی کرے تو وہ تقلید سے باہر نہیں ہو جاتا، اسی کتاب
کے صفحہ ۴۸ پر لکھا ہے کہ امام عصام بن یوسف جو امام ابو یوسف کے شاگرد تھے
باجود حنفی ہونے کے وہ رکوع میں جانے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت
رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ (۱) پھر اسی کتاب کے اس کے بعد کے صفحہ پر لکھتے
ہیں ”الی اللہ المشکی من جہلۃ زماننا حدیث یطعنون“ (۲)
یعنی ہمارے زمانے کے جاہل جہاں کسی شخص نے کسی دلیل کی بنا پر امام صاحب
کے کسی مسئلے کے خلاف کیا اسے غیر مقلد کہنے لگ جاتے ہیں اور ان عوام سے تو کیا
شکایت ہو تعجب تو ان پر ہے جو اپنے تئیں علماء سمجھتے ہیں اور جانوروں جیسی حرکت
کرتے ہیں (یعنی دلیل پر چلنے والوں کو غیر مقلد کہتے ہیں) بحر العلوم مولانا
عبدالعلی حنفی شرح تحریر ابن الہمام میں فرماتے ہیں ”فان وجد نقل صحیح
منہم فی مسئلۃ فالعمل بہ والعمل بفتوی الاثمة الاربعة سواء“
یعنی علاوہ ان چاروں اماموں کے جس کسی مجتہد کا قول صحیح نقل سے ہمیں مل جائے
تو اس پر بھی عمل کرنا چاہئے جس طرح ائمہ اربعہ کے قول پر عمل کیا جاتا ہے۔ اور
قریب قریب اسی کے شرح مسلم میں بھی لکھا ہے۔ ملا علی قاری حنفی شرح عین العلم
میں لکھتے ہیں ”ان اللہ سبحانہ وتعالیٰ ما کلف احدا ان یکون حنفیا
او شافعیاً او مالکیاً او حنبلیاً“ یعنی اللہ سبحانہ نے اپنے بندوں کو ہر گز یہ

(۱) الفوائد البہیہ ص: ۹۸ اور آگے لکھتے ہیں ”وکان صاحب حدیث یرفع یدبہ
عند رکوع وعند رفع الرأس منه“ اور صاحب کتاب اپنی رائے اس طرح لکھتے ہیں۔ ”یعلم
منہ بطلان روایۃ مکحول عن ابی حنیفہ ان من رفع یدبہ فی الصلوۃ فسدت
صلواتہ فان عصام بن یوسف کان من ملازمی ابی یوسف وکان یرفع فلو کان
لتلک الروایۃ اصل لعلم بها ابو یوسف وعصام۔“
(۲) ایضاً ص: ۹۹

تکلیف نہیں دی کہ وہ حنفی شافعی مالکی حنبلی بنیں، (۱) شاہ ولی اللہ اپنے رسالہ قول سدید میں فرماتے ہیں "اعلم انه لم یکلف الله تعالى احد امن عباده ان یکون حنفیا او مالکیا او شافعیاً او حنبلیاً بل اوجب علیهم الایمان بما بعث به سیدنا محمد ﷺ" یعنی اللہ عزوجل نے اپنے بندوں میں سے کسی کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ حنفی یا مالکی یا شافعی یا حنبلی بنے بلکہ پروردگار نے تو اپنے سب بندوں پر صرف سیدنا محمد ﷺ کی تابعداری اور آپ جو کچھ لے کر آئے ہیں اس پر ایمان لانا فرض کیا ہے پیران پیر حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب فتوح الغیب مقالہ ۳۶ میں لکھتے ہیں "واجعل الكتاب والسنة اما مک وانظر فیہما بتامل وتفکر ولا تغتر بالقیل والقال والهوس واعمل بهما فلیس لنا کتاب غیرہ فنعمل به ولیس لنا نبی غیرہ فتبعه ولا تخرج عنهما فیضک هواک والشیطان وبهما یرتقی العبد الی درجة الولاية والبدلیة" یعنی قرآن وحدیث کو اپنا امام بنا لے اور غور و فکر سے ان کا مطالعہ کیا کر اور ادھر ادھر کی باتوں اور ہوس میں نہ بھنس، صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل کرتا رہ، اسے سمجھ لے کہ قرآن کے علاوہ ہمارے پاس عمل کے قابل کوئی کتاب نہیں اور نبی علیہ السلام کے سوا ہمارا کوئی نبی نہیں جس کی ہم تابعداری کریں، کبھی بھی قرآن وحدیث سے باہر نہ ہونا ورنہ خواہش نفسانی اور شیطان لعین تجھے سیدھی راہ سے بھٹکا دیں گے، یاد رکھ! انسان اولیاء اللہ اور ابدال کے درجہ کو قرآن وحدیث کی

(۱) اس کے برخلاف رفیق تارخ ص: ۱۷۱ میں ہے

یفتی بقول الامام علی الاطلاق ثم بقول الثانی ثم بقول الثالث ثم بقول زفر والحسن بن زیاد . یہاں اللہ رسول کا دور دور تک پتہ نہیں ہے . فیالرزیة وبا للمصیبة

تابعداری سے حاصل کر لیتا ہے۔ مولانا روم مثنوی دفتر چہارم ۳۵۱ میں فرماتے ہیں ۔

آنکہ او از پردہ تقلید جست - او بہ نور حق بہ بیند ہر چہ ہست
یعنی جو شخص پردہ تقلید سے باہر نکل آیا وہ ہر چیز کو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

واهرب عن التقليد فهو ضلالة = ان المقلد فی سبیل الهالک
یعنی تقلید سے بھاگتا رہ وہ گمراہی ہے یقیناً مقلد ہلاکت کے راستے پر ہے طحاوی میں امام صاحب کے اس فرمان کے ماتحت کہ تمہیں جو دلیل ملے اس کے مطابق کہو لکھتے ہیں "ای ظہر لکم وجہ الدلیل علی غیر ما قول" یعنی میرے قول کے خلاف جو دلیل پاؤ اس دلیل کے مطابق کہو۔

گو میں مسئلہ تقلید شخصی کی نسبت بہت کچھ لکھ چکا لیکن چونکہ یہ مسئلہ آج کل ایک معرکہ الآراء بنا ہوا ہے مسلمانوں کی دو بڑی بڑی جماعتوں میں جو دیوار سد سکندری کی طرح حائل ہے، وہ یہی تقلید شخصی ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اسے اور صاف کر دوں۔

کھینچا ہے کیوں مجھے محبوب کی آغوش سے

اور رہنے دے مجھے جلاد دم بھر دار پر

اس حقیقت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ کم از کم اسلام کی پہلی صدی

میں تو اس موجودہ تقلید کا نام و نشان بھی نہ تھا، کیونکہ باتفاق اہل اسلام وہ چاروں بزرگ جن کی آج علیحدہ علیحدہ تقلید کی جاتی ہے، وہ دنیا میں علامہ مفتی، اور امام بن کر آئے ہی اس وقت ہیں جبکہ اسلام کی ایک صدی کامل گزر چکی ہے۔ چنانچہ

مندرجہ ذیل نقشہ ملاحظہ ہو۔

نام	سن ولادت	سن وفات	عمر
امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ	۸۰	۱۵۰	۷۰
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ	۹۰	۱۷۹	۸۹
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ	۱۵۰	۲۰۳	۵۳
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ	۱۶۳	۲۴۱	(۷۷)

آپ اس نقشے میں دیکھ رہے ہوں گے کہ دو امام پہلی صدی میں پیدا ہوئے ہیں لیکن یہ ظاہری بات ہے کہ جب تک وہ علم دین حاصل نہ کر لیں، درجہ اجتہاد کونہ پہنچ جائیں، فتویٰ دینے کے قابل نہ ہو جائیں پھر ان کے فتوے قبولیت کا درجہ حاصل نہ کر لیں اور دنیا میں مانے جانے کے قابل نہ ہو جائیں تب تک نہ ان کا مذہب معلوم ہو سکتا ہے نہ اس پر کوئی عامل بن سکتا ہے نہ ان کی تابعداری یا تقلید ہو سکتی ہے۔ خصوصاً امام ابو حنیفہؒ کہ سن شعور کو پہنچ کر طلب علم میں مشغول نہیں ہوئے تھے بلکہ پہلے تو تجارت میں لگ گئے زان بعد علم پڑھا چنانچہ شامی جلد اول ص: ۳۷ مصری میں ہے "انہ اول امرہ اشتغل بالا کتساب" (۲) تو کم

(۱) شامی ج ۱ ص: ۱۶۵ (مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند) میں ہے ان اباحیفہ ولد سنۃ ۸۰ ومات سنۃ ۱۵۰ وعاش ۷۰ سنۃ . وقد ولد الامام مالک سنۃ ۹۰ ومات سنۃ ۱۷۹ وعاش ۸۹ سنۃ . والشافعی ولد سنۃ ۱۵۰ ومات سنۃ ۲۰۳ وعاش ۵۳ سنۃ . واحمد ولد سنۃ ۱۶۳ ومات سنۃ ۲۴۱ وعاش ۷۷ . اور ان تمام کو کسی نے نظم میں یوں بیان کیا ہے ۔

ناریخ نعمان یکن سیف سطا	-	ومالک فی قطع جوف ضبطا
والشافعی صبن بیرند	-	واحمد بسبق امر جعد
فاحسب علی ترتیب نظم الشعر	-	میلادهم فموتهم کالعمر

(۲) شامی ج ۱ ص: ۱۶۱ (مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند)

از کم بچنے کے اور تجارت کے اور طلب علم کے بیس برس بھی رکھے جائیں تو پہلی صدی ختم ہوئی، دوسرے امام پہلی صدی کے گزرنے سے صرف دس برس پہلے کے ہیں اور یہ بھی طفولیت کا زمانہ ہے، باقی دو امام پہلی صدی کے گزر جانے کے بعد دنیا میں تشریف لاتے ہیں، اس تاریخی تحقیق سے کم از کم یہ تو ماننا پڑے گا کہ پہلی صدی اس موجودہ تقلید سے بالکل خالی رہی۔

تاجدار عالم بطحی کا جو فرمان تھا
کچھ نہ تھا اس کے سوا سنت تھی یا قرآن تھا
جب تلک یہ دیں مسلمانوں کا حرز جان تھا
ان دنوں اقبال ان کے در پہ اک دربان تھا

دنیا اسلام کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی مانتی ہے کہ اس پہلی صدی میں اسلام دنیا میں موجود تھا مسلمان موجود تھے اور وہ دین خدا پر عامل بھی تھے بلکہ وہی سب سے اعلیٰ درجہ کے دیندار سچے مسلمان اور پختہ مومن تھے ان میں دو قسم کے لوگ تھے کچھ توہ جن کی آنکھیں دیدار محمد سے مشرف ہو چکی تھیں کچھ وہ جوان کے دیکھنے والے تھے گو کچھ ان کے بعد کے لوگ بھی تھے، اس اعلیٰ اور اول جماعت میں موجودہ تقلید کا نہ پایا جانا گو اس مسئلہ کو بالکل صاف کر دیتا ہے کہ یہ تقلید کوئی دینی کام نہیں، بلکہ جس طرح دین خدا میں رفتار زمانہ کے ساتھ ہی ساتھ نئی نئی باتیں نکلتی گئیں، منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے، یہ اور بات ہے کہ اور نئی نکلی ہوئی باتوں کو بدعت کہیں اور اسے نہ کہیں لیکن تاہم یہ تو کہنا ہی پڑے گا کہ زمانہ نبوت، زمانہ صحابہ اور زمانہ تابعین کے بعد کی یہ چیز ہے۔

مصطفیٰ سے ہم کو ورثے میں ملی ہیں دو کتاب
اک کلام اللہ دویم آپ کا فصل الخطاب
جہاں یہ صاف صاف اور ایچ پیج بغیر کی چند باتیں جو سب کے نزدیک

مسلم ہیں آپ نے سن لیں وہاں ایک مسلم امر کی طرف بھی غور کیجئے کہ وہ چیز جس پر خدا کا دین ختم ہوا، وہ چیز جس پر پیغمبر اور اصحاب پیغمبر عامل تھے، وہ صرف وحی الہی تھی جس کے دو حصے تھے ایک قرآن شریف دوسرے حدیث شریف، اسلامی پبلک کے کروڑوں افراد میں سے ایک بھی آپ کو اس انوکھے قول کا قائل بہ صد تلاش بھی نہ ملے گا کہ اس وقت بھی کوئی ان چار اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید کرتا تھا کیونکہ یہ بزرگ اس وقت یا اس سے پہلے دنیا میں تھے ہی نہیں، یہ ایک بدیہی اور صاف بات ہمیں بتلا رہی ہے کہ اسلام میں تقلید کا کوئی حصہ ہی نہیں، یا یوں کہہ لیجئے کہ محل اسلام کی بنیادوں، دیواروں چھت اور فرش وغیرہ میں کوئی جگہ ہی ایسی نہیں، جہاں تقلید کی اینٹ کھپ سکے۔

علمی کہ نہ ماخوذ ز مشکوٰۃ بنی است واللہ کہ سیرابی ازاں تشنہ لبی است اتباع سنت نبوی اور تقلید شخصی کے، رائے قیاس اور حدیث کے، اقوال الناس اور قول نبی کے، مذہب محمدی اور مذہب حنفی کے، کتب حدیث کتب فقہ کے فرق کو اور ان کے امتیاز کو ظاہر کرنے کے لئے میں یہاں ایک مسئلہ بالوضاحت بیان کر دوں، حدیث شریف میں تو ہے ”یوم القوم اقراہم لکتاب اللہ فان کانوا فی القراءة سواء فاعلمہم بالسنة فان کانوا فی السنة سواء فاقدمہم ہجرة فان کانوا فی الهجرة سواء فاقدمہم سنا“ (مسلم) (۱) یعنی امامت نماز کا سب سے زیادہ حق دار وہ ہے جو سب سے زیادہ قرآن کریم کا پڑھنے والا ہو اگر اس میں برابری ہو تو جو سنت کا سب سے زیادہ جاننے والا ہو اگر اس میں بھی برابری ہو تو وہ جو ہجرت میں سب سے مقدم ہو اگر اس میں بھی برابری ہو تو وہ جو عمر میں سب سے بڑا ہو۔

بس یہ چار درجے بیان کر کے اللہ کے رسول ﷺ نے اس مسئلہ کو ختم کیا یہی عقیدہ اہل حدیث کا ہے وہ اس کے سوا اور درجات پیدا نہیں کرتے نہ اس کے

سوا اور صورتیں گھڑیں نہ ان کے فتوے دیں، بلکہ جتنا حدیث میں ہے اس پر ایمان جو حدیث میں نہیں وہ اسلام میں بھی نہیں، جو بات حضور ﷺ نے بیان نہیں فرمائی کسی اور کو اس کے بیان کرنے کا منصب نہیں، اب حنفی مذہب کا یہ مسئلہ سنئے! تنویر الابصار متن درمختار میں ہے

”والأحق بالامامة الأعلیٰ باحکام الصلوٰۃ ثم الاحسن تلاوة ثم الاورع ثم الاسن ثم الاحسن خلقاً ثم الاحسن وجہاً ثم الاشرف نسباً ثم الانظف ثوباً فان استورا یقرع او الخیار الی القوم“۔ (۱) یعنی سب سے زیادہ حقدار امامت کا وہ ہے جو سب سے زیادہ احکام نماز سے واقف ہو پھر وہ جو سب سے اچھی تلاوت کرتا ہو، پھر وہ جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو، پھر وہ جو سب سے پہلے اسلام والا ہو، پھر وہ جو سب سے زیادہ خوش اخلاق ہو، پھر وہ جو سب سے زیادہ حسن والے چہرہ کا ہو۔ (۲) پھر وہ جو سب سے زیادہ شریف نسب والا ہو، پھر وہ جو سب سے زیادہ اچھی صاف پوشاک والا ہو، اگر ان تمام باتوں میں برابری ہو تو قرعہ اندازی کی جائے یا لوگوں کو اختیار ہے۔

صاحب درمختار نے ان کے علاوہ اور بھی بہت کچھ زیادتی کی ہے ضمناً جو قیود بڑھائی ہیں وہ ملاحظہ ہوں نمبر ۶ کے بعد لکھتے ہیں: ثم اصبحہم ای اسمحہم وجہاً ثم اکثرہم حسب اچھر نمبر ۷ کے بعد بڑھاتے ہیں ثم الاحسن صرتا پھر بڑھایا ہے ثم الاحسن زوجة ثم الاکثر مالا ثم الاکثر جاہاً پھر نمبر ۸ کے بعد بڑھاتے ہیں ثم الاکبر رأساً والا صغر عضواً ثم المقیم علی المسافر ثم الحر

(۱) تنویر الابصار بحوالہ درمختار ج ۱ ص: ۸۲

(۲) اس وصف کا فلسفہ بتاتے ہوئے صاحب رد المحتار نے لکھا ہے ”لأن صراحة الوجه سبب لکثرة الجماعة“ یعنی چہرے کی خوبصورتی جماعت کی کثرت کا سبب ہے۔

(رد المحتار ج ۲ ص: ۹۵ مکتبہ زکریا بک ڈیو دیوبند)

الاصلى على العتيق ثم المتيمم عن حدث على المتيمم عن جنایة "اور نمبر ۱ کے بعد لکھتے ہیں "فان اختلفوا اعتبارا کثر هم" (۱) یعنی پھر زیادہ حسن والی بیوی والا، پھر سب سے زیادہ مال والا پھر سب سے زیادہ مرتبے والا پھر بہت بڑے سر اور بہت چھوٹے عضو والا پھر مقیم مسافر پر پھر اصلی آزاد کردہ شدہ غلام پر پھر وضو کے قائم مقام جس نے تیمم کیا ہے وہ غسل کے قائم مقام تیمم کرنے والے پر، پھر اگر لوگوں میں اختلاف رہے تو اکثریت جس کی طرف دار ہوا سے امام بنایا جائے۔

ناظرین! حدیث آپ کے سامنے ہے جس میں صرف چار صورتیں ہیں یہاں اکیس تو صرف یہی ہو گئیں، ابھی اور کتابوں میں اور بھی ہیں، پھر ان میں عجب عجیب اختلاف ہیں کوئی کسی کو آگے کرتا ہے کوئی کسی کو (۲) پس اتباع سنت تو یہ

(۱) در مختار ج ۱ ص ۸۲ (مکتبہ زکریا دیوبند)

(۲) امامت کے سلسلے میں حنفی علماء نے صریح حدیث رسول کے مقابلے میں کس طرح من مانی اور حنائی کی ہے اور ترتیب میں الٹ پلٹ کی ہے اس کا نمونہ ملاحظہ ہو۔ ہدایہ ج ۱ ص ۱۲۱ میں ہے "اولی الناس بالامامة اعلمهم بالسنة..... فان تساوا فافقرء هم..... فان تساوا فاوثرعهم..... فان تساوا فاسنهم" یعنی امامت کا سب سے زیادہ مستحق وہ ہے جو سب سے زیادہ سنت کا عالم ہو، اگر اس میں سب برابر ہوں تو وہ جو سب سے زیادہ کتاب اللہ کا قاری ہو، اگر اس میں سب برابر ہوں تو وہ جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو اگر اس میں سب برابر ہوں تو وہ جو سب سے بڑی عمر کا ہو۔

حدیث میں چار درجے بیان ہوئے ہیں، ہدایہ میں ہیں تو وہی چار صورتیں لیکن ان سب کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا ہے اور مسراقسی الفلاح ص: ۱۶۳-۱۶۴ میں یہ مسئلہ یوں مرقوم ہے "فالا علم احق بالامامة ثم الاقراء ثم الاورع ثم الاسن ثم الاحسن خلقا ثم الاحسن وجهاً ای اصبحهم لان حسن الصورة يدل على حسن السيرة لانه مما يزيد الناس رغبة في الجماعة ثم الاشرف نسباً..... ثم الاحسن صوتاً ثم الانظف لوباً فالاحسن زوجة..... فاكبرهم رأساً واصغرهم عضواً فاکثرهم مالاً فاکبرهم جاهاً..... فان استوا يقرع او الخيار الى القوم فان اختلفوا فالعبرة بما احتاره الاكثر =

= فتاویٰ عالمگیری میں یہ مسئلہ یوں بیان کیا گیا ہے۔

الاولی بالامامة اعلمهم باحكام الصلوة..... فان تساوا فافقرءهم ای اعلمهم بعلم القراءة يقف في موضع الوقف ويصل في موضع الوصل ونحو ذلك من التشديد والتخفيف وغيرها..... فان تساوا فاوثرعهم فان تساوا فاسنهم فان كانوا سواء في السن فاحسنهم خلقاً فان كانوا سواء فاحسنهم فان كانوا سواء فاصبحهم وجهاً ای اکثرهم صلوة باللیل..... فان استوا في الحسن فاشرفهم نسباً..... فان اجتمعت هذه الخصال يقرع بينهما او الخيار الى القوم۔ (عالمگیری ج ۱ ص: ۸۳)

بدائع الصنائع میں لکھتے ہیں "واما بيان من هو احق بالامامة واولی بها فالحر اولی بالامامة من العبد والتقی اولی من الفاسق والبصير اولی من الأعمی وولد الرشدة اولی من ولد الزنا وغير الأعرابی من هؤلاء اولی من الأعرابی لما قلنا. ثم افضل هؤلاء اعلمهم بالسنة وافضلهم ورعاً واقراءهم لكتاب الله تعالى واکبرهم سنّاً۔

(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع للکاسانی ج ۱ ص: ۳۸۸)

ان شروط وقيود کے علاوہ در مختار میں یہ عبارت بھی ہے "اعلم ان صاحب البيت ومثله امام المسجد الراتب اولی بالامامة من غيرها مطلقاً الا ان يكون معه سلطان او قاض فيقدم عليه لعموم۔ (در مختار ص: ۸۳)

اور اسی پر بس نہیں ہے بلکہ کسی نے الاحسن وجہاً کی تفسیر اکثر ہم تہجداً ہے، کسی نے اکثر ہم صلوة باللیل سے اور کسی نے الاعلم باحكام الصلوة سے کی ہے اسی طرح اکثر ہم حسناً کا معنی بتایا ہے کہ اس کے تمام اعضاء حسین ہوں اور انظف لباً کا معنی (ظاہری معنی کے علاوہ) یہ بھی بتایا ہے کہ اس کے کپڑے قیمتی ہوں۔ اور اصغر ہم عضواً کے بارے میں لکھتے ہیں "وحمل بعضهم العضو على الذكر - وقد نقل بعضهم هنا كلاماً لا ينبغي ان يذكر فضلاً عن ان يكتب۔

(ملاحظہ ہو در مختار، حاشیہ الطحاوی ص: ۳۷۸، ۳۷۹، البحر الرائق ج ۱

ص: ۶۰۷، باب الامامة)

نیز ذکر کے سلسلے میں یہ نادر و نایاب بات بھی فقہ حنفی میں موجود ہے۔

"ان الذکر الطویل الرقیق دلیل علی الشبق وحسن الخلق والغلیظ الطویل بدل علی رداء الطبع وسوء الفہم۔ پھر یہ سوچ کر یہ مسئلہ امامت کا ہے اور ذکر کے چھوٹے بڑے معلوم کرنے کے سلسلے میں **حنفی عوام** کو پریشانی بھی ہو سکتی ہے لہذا معلوم کرنے کا طریقہ بھی بتا دیا کہ فیعلم اصغر ینہ باخبارہ یعنی بتانے سے اس کا چھوٹا ہونا معلوم ہو جائے گا۔ (ملاحظہ ہو حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار فی الفقہ الحنفی ص: ۳۷۸، ۳۷۹)

قرآن و حدیث میں تحریف حنفی مصنفین کی پرانی عادت ہے ایضاً الاولیٰ میں ایک محرف آیت محمد دراز تک پر بھی جالی رہی ہے۔ صاحب ہدایہ نے حدیثوں میں کمی بیشی کی ہے، بعض احادیث کا انکار کیا ہے، موقوف روایتوں کو مرفوع کہا ہے۔ راویوں کے ناموں میں رد و بدل کیا ہے اور خلفاء و صحابہ کرام پر شرمناک بہتان باندھا ہے۔ اور ہدایہ ہی کیا فقہ کی تمام کتابوں کا قریب قریب یہی حال ہے علامہ عبدالحی حنفی مقدمہ مدۃ الرعایہ ص: ۱۳ میں لکھتے ہیں، ان الكتب الفقهية وان كانت معتبرة في انفسها بحسب المسائل الفرعية و كان مصنفوها ايضاً من المعبرين والفقهاء الكاملين لا يعتمد على الاحاديث المنقولة فيها اعتماداً كلياً ولا يجزم بورودها وثبوتها قطعاً بمجرد وقوعها فيها فكم من احاديث ذكرت في الكتب المعبرة وهي موضوعة ومختلفة۔ یعنی فقہ کی کتابیں اگرچہ فروعی مسائل میں معتبر ہوں اور ان کے تصنیف کرنے والے بھی اگرچہ کامل فقیہ اور معتبر لوگ ہوں تاہم ان کی نقل کردہ حدیثوں پر پورا اعتماد نہ کرنا چاہئے بلکہ دراصل وہ حدیث ہے یہ بھی یقین نہیں کیا جاسکتا ہے اور اس حدیث کے ثبوت کا بھی کامل علم کس ان فقہاء کے اپنی کتابوں میں وارد کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتا، کیونکہ ان حضرات نے تو معتبر تر کتابوں کو بھی بکثرت موضوعات اور مختلفات سے پر کر دیا ہے، پھر اس کے آگے لکھتے ہیں "ومن الفقهاء من ليس لهم حظ الاضبط المسائل الفقهية من دون المهارة في الروايات الحديثية" فقہاء میں سے بعض ایسے ہیں جن کو مسائل فقہیہ کے ضبط کر دینے کے علاوہ کچھ نہیں آتا ہے انہیں حدیث میں کوئی مہارت نہیں ہے۔

مسئلہ امامت میں بھی بعض حنفی مصنفین نے حدیث رسول میں اضافہ کیا ہے اور انتہائی جسارت کے ساتھ حدیث کی کتاب کا نام لکھ کر حدیث نمبر کا حوالہ بھی دے دیا ہے تاکہ یہ سمجھا جائے کہ یہ الفاظ حقیقت میں حدیث میں موجود ہیں، حالانکہ جس عبارت کو انھوں نے حدیث کہہ کر نقل کیا ہے وہ مولدہ حدیث یا حدیث کی کسی کتاب میں موجود نہیں ہے۔ =

= مثلاً بدائع الصنائع جو ملک العلماء امام کاسانی کی کتاب ہے جس کی تحقیق، مراجعہ و مقابلہ اور احادیث کی تخریج محمد عدنان بن یاسین درویش نے کی ہے اور مکتبہ زکریا دیوبند نے اسے پوری آب و تاب کے ساتھ شائع کیا ہے اس کے سرورق پر یہ عبارت موجود ہے۔ "حققہا وخرج احادیثها علی ثلث نسخ خطیة محمد عدنان بن یاسین درویش" اور کتبہ المحقق میں فاضل محقق نے بڑے ہی فخر کے ساتھ لکھا ہے۔ "هذا الكتاب الذي لانظيره في كتب مذهبتنا..... فقراته وقابله علی عدة مخطوطات وخرجت فيه الاحاديث والآيات وعرفت الغريب منه واوضحت المبهمات وترجمت مشاهير الاعلام الواردة اسماء هم۔"

کتب حنفیہ میں اس کتاب کا جو مقام ہے اس کا اندازہ آپ کو اسی میں درج ان الفاظ سے ہو سکتا ہے، "وهو كتاب لانظيره في كتب المذهب الحنفي كما نص على ذلك خاتمة المحققين محمد امين عابدين حيث قال هذا الكتاب جليل الشأن لم ار له نظير في كتبنا"۔ اس کتاب کے ج اس: ۸۹-۳۸۸ میں ایک حدیث یوں درج کیا ہے "عن ابي مسعود الانصاري رضى الله عنه عن النبي ﷺ انه قال ليوم القوم اقرؤهم لكتاب الله فان كانوا سواء فاعلمهم بالسنة فان كانوا سواء فاقد مهم هجرة فان كانوا سواء فاكبرهم سناً فان كانوا سواء فاحسنهم خلقاً فان كانوا سواء فاصبحهم وجهاً"۔

اس حدیث کی تخریج کرتے ہوئے فاضل محقق نے لکھا ہے۔ اخرجہ عبد الرزاق فی مصنفہ برقم (۳۸۰۸) و (۳۸۰۹) و احمد فی مسندہ (۲۸۲/۵) والحمیدی برقم (۳۵۷) و مسلم فی صحیحہ فی المساجد باب من احق بالامامة برقم (۶۷۳) و الترمذی فی جامعہ فی الصلوة باب ماجاء من احق بالامامة برقم (۲۳۵) و ابوداؤد فی سننہ فی الصلوة باب من احق بالامامة برقم ۵۸۳ و غیرہم عن ابي مسعود الانصاري رضى الله عنه مرفوعاً وليس عندهم فاصبحهم وجهاً۔

محقق نے اس بات کا اعتراف خود کیا ہے کہ فاصبحهم وجهاً ان کتابوں میں نہیں ہے لیکن یہ ٹکڑا حدیث کی کس کتاب میں ہے اس کو بتانے سے کتر اگئے ہیں۔ محقق کے اس جملہ یعنی وليس عندهم فاصبحهم وجهاً سے صراحت یہ بات معلوم ہوگئی کہ ان کے نزدیک "فاحسنهم خلقاً" کے الفاظ ان کتابوں میں موجود ہیں حالانکہ حدیث کی کسی کتاب میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں بلکہ یہ اپنی جانب سے حدیث میں اضافہ ہے =

= حدیث نمبر ۶۱۴ اس طرح لکھتے ہیں ”حدثنا الحمیدی قال حدثنا الزهوی قال أخبرني سالم بن عبد الله عن أبيه قال رأيت رسول الله ﷺ إذا افتتح الصلاة رفع يديه حذو منكبيه وإذا أراد أن يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع فلا يرفع ولا بين السجدة“ (۲/۲۷۷)

حالانکہ وہ مسند حمیدی جسے خالد سلفی نے اہل حدیث ٹرسٹ کراچی سے شائع کیا ہے اس میں یہ حدیث اس طرح ہے۔

نوٹ: مسند حمیدی کا مخطوطہ مکتبہ طاہریہ فن حدیث نمبر ۲۷۶ میں موجود ہے اور اس کی مائیکروفلم مدینہ یونیورسٹی کے مرکزی کتب خانہ شعبہ مخطوطات نمبر ۱۶۰۷ کے تحت موجود ہے

مصنف عبدالرزاق حديث نمبر ۳۸۰۸ - يوم القوم اقرء هم ، فان كانوا في
القرأة سواء فاقدّمهم هجرة فان كانوا في الهجرة سواء فاعلمهم بالسنة فان
كانوا في العلم سواء فاقدّمهم سنأ ولا يوم رجل في سلطانه ولا يجلس على
تكرمه في بيته الا ان ياذن لك .

مسند الحميدى ٣٥٤: يؤم القوم اقرؤهم لكتاب الله فان كانوا فى
القرأة سواء فاعلمهم بالسنة فان كانوا فى السنة سواء فاقدّمهم هجرة فان كانوا
فى الهجرة سواء فاكبرهم سناً ولا يؤم رجل فى سلطانه ولا يجلس على تكريمته
فى بيته الا باذنه

یہ بات واضح رہے کہ مسند حمیدی جس کا حوالہ محقق نے دیا ہے اس کی تحقیق و تعلیق مولانا حبیب الرحمن اعظمی نے کی ہے اگر اس میں یہ الفاظ ہوتے تو وہ ضرور اس کا ذکر کرتے کیونکہ اپنا مسلک ثابت کرنے کے لئے اسی مسند حمیدی میں انھوں نے ایک حدیث میں تحریف تک کی ہے =

لایا تو ہے نصیب ہمیں کوئے بارتک
دیکھیں گذر ہو یا نہ ہو اس گل عذار تک

قرآن پاک کو آپ اول سے آخر تک پڑھ جائیے، دو چیزیں آپ کو ایسی ملیں گی جو آپ کے عمل کے لئے خدائے تعالیٰ نے بتلائی ہیں، اور ان پر درود مدار نجات کا ہے تیسری اگر کوئی چیز ملے گی بھی تو ان ہی دونوں چیزوں کی طرف پھرتی ہوئی، ان دو کے ماتحت نظر آئے گی، اصل الاصول یہی دو چیزیں ہیں ایک خدا کی اطاعت دوسرے نبی کی تابعداری، جب پروردگار عالم ہمیں صرف انہیں دو چیزوں پر عمل کرنے کی ہدایت کرتا ہے تو ضروری تھا کہ یہ دونوں چیزیں ہمارے پاس اسلام کی ابتدا سے اسلام کی انتہا یعنی قیامت تک محفوظ اور باقی رہیں، اور یہ ظاہر ہے کہ جس طرح انسان کمزور اور ایک چل پڑنے والی چیز، اسی طرح اس کی حفاظت اور نگہبانی بھی کمزور اور زائل ہو جانے والی چیز، اس لئے مرضی مولا اس کی مقتضی ہوئی کہ اس کی حفاظت بھی اپنے زبردست زور آور اور غیر فانی ہاتھوں میں لے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (۱) یعنی اس ذکر کو ہم نے نازل فرمایا اور اس کی حفاظت بھی ہمارے ذمہ ہے، لفظ ذکر جس طرح قرآن پاک کو شامل ہے اسی طرح حدیث شریف کو بھی شامل ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے ﴿وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (۲) یہ قرآن ذکر ہے تیرے لئے بھی اور تیری قوم کے لئے بھی، اسی لفظ ذکر کا اطلاق خود رسول کریم ﷺ پر بھی کیا گیا ہے فرمان ہے ﴿قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَسُولًا﴾ (۳) بالیقین تمہاری طرف ذکر یعنی رسول آچکا ہے، رسول ﷺ کی حفاظت بعد از وصال یہی ہے کہ ان کے کلام کی حفاظت رہے

(۱) الحج ۹/۱۵

(۲) الزخرف ۴۳/۴۳

(۳) الطلاق ۱۰/۶۵

زاہدو ایک نظر دیکھ لو تم بھی کیا کیا
رنگ اور نوک پلک یار کی تصویر میں ہے

یہی دو چیزیں ہیں جو سراسر حق ہیں ان کے ماسوا جس کسی کا قول ہو ممکن ہی نہیں کہ وہ غلطی سے خالی ہو، اور ان دو چیزوں کے پاس تک بھی باطل پہنچ نہیں سکتا، خداوند تعالیٰ فرماتا ہے "لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ" (۱) یعنی یہ قرآن پاک ہے جو حکمت والے خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے نہ تو اس کے سامنے سے باطل آسکے، نہ پیچھے سے، ٹھیک یہی بشارت حدیث کی نسبت بھی وارد ہوئی ہے سورہ جن میں فرمان ہے "فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا لِّيَعْلَمَ أَنْ قَدْ أَبْلَغُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ" (۲) یعنی رسول اللہ ﷺ نے رسالت پہنچا دی اس کے معلوم کرنے کو اس کے آگے اور پیچھے نگہبان مقرر ہوتے ہیں، کلام اللہ اور کلام رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی اور کے کلام کو ہرگز ہرگز یہ مرتبہ حاصل نہیں، قرآن پاک کی گواہی سنئے! فرماتا ہے ﴿وَلَوْ كَانِ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾ (۳) یعنی اگر یہ قرآن خدا کا کلام نہ ہوتا تو تم اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے، یہ آیت صاف بتلا رہی ہے کہ انسانی کلام میں حق بھی ہوتا ہے اور باطل بھی، سچ بھی ہوتا ہے اور جھوٹ بھی، صحیح بھی ہوتا ہے اور غلط بھی، یوں بھی ہوتا ہے اور وہوں بھی، اسی لئے فرمایا ﴿اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ إِلَيْكُم مِّنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ﴾ (۴) صرف وحی خداوندی کی تابعداری کرو کسی اور کے پیچھے نہ لگو، ارشاد قرآنی ہے ﴿قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَاتَّبِعُوا رُسُولَهُ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَحِبُّ الْكَافِرِينَ﴾ (۵) یعنی خدا کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اگر منہ موڑ لو تو خدا بھی کافروں سے دوستی نہیں کرتا۔

(۱) فصلت ۳۲/۳۱

(۲) الجن ۲۷/۷۲

(۳) النساء ۸۲/۳

(۴) آل عمران ۳۲/۳

(۵) الاعراف ۲/۷

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے خلیفہ ہارون رشید نے فرمایا میرا ارادہ ہے کہ آپ کی کتابیں لکھواؤں اور دنیا کے اسلام میں پھیلا دوں اور قانون جاری کر دوں کہ سب مسلمان صرف انہی پر عمل کریں تو آپ نے جواب دیا کہ اے امیر المؤمنین آپ ہرگز ایسا نہ کریں بہت ممکن ہے کہ میری بعض باتیں غلط ہوں اور صحیح باتیں اس کے سوا کسی کے پاس ہوں پس لوگوں کو اسی پر عمل کرنے دیجئے جو صحت کو پہنچ گیا ہو، ملاحظہ ہو شامی ج ۱ مطبوعہ دارالکتب مصر ص: ۱۵۱ (۱) اسی طرح حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام مزنی فرماتے ہیں کہ میں نے امام صاحب کی کتاب امام صاحب کے سامنے اسی ”۸۰“ مرتبہ پڑھی ہر مرتبہ کسی نہ کسی مسئلے کی غلطی نکلتی تھی اسے درست کر دیا کرتے تھے، آخری مرتبہ فرمایا: ”ہیہ ابی اللہ ان یکون کتابا صحیحا غیر کتابہ“ (۲) یعنی بس چھوڑو یہ ناممکن ہے کہ خدا کی کتاب کے سوا اور کوئی کتاب کسی بندے کی تمام کی تمام صحیح ہی ہو یعنی کسی بندے کا کلام غلطی سے پاک نہیں ہوتا، یہ صرف خدا اور رسول کے کلام کا خاصہ ہے، آپ نے اپنے شاگرد بوہسطی سے یہ بھی فرمایا کہ ”انی صنفت هذه الكتب فلم آل فیہا الصواب ولا بد ان یوجد فیہا ما ینخالف کتاب اللہ تعالیٰ وسنة رسولہ ﷺ“ قال اللہ تعالیٰ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِیْهِ اِخْتِلَافًا کَثِیْرًا [النساء ۸۲] فَمَا وَجَدْتُمْ فِیْهَا مِمَّا یَخَالَفُ کِتَابَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَسُنَّةَ رَسُوْلِهِ ﷺ فَانِی رَاجِعٌ عَنْہُ اِلَی کِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَسُنَّةِ رَسُوْلِهِ ﷺ شامی ج ۱ ص: ۲۱ (۳) یعنی یہ ناممکن ہے کہ میری یہ کتابیں غلطی سے خالی ہوں اس لئے کہ یہ

(۱) شامی ج ۱ ص: ۱۶۸ / الانصاف ص: ۳۸۔ بعض لوگوں نے اس واقعہ کی نسبت ہارون رشید کے بجائے منصور کی جانب کی ہے۔ ملاحظہ ہو الانصاف ص: ۳۸

(۲) شامی ج ۱ ص: ۱۰۵

(۳) ایضاً

وصف صرف وحی خداوندی کا ہے تو گواہ رہو کہ اس میں جو مسئلہ قرآن وحدیث کے خلاف نظر آئے میں اس سے توبہ کرتا ہوں، خفی مذہب کی معتبر کتاب شامی ج ۱ ص: ۵۲ میں ہے (۱) ”من کان اھلا للنظر فی الدلیل یتبع من الاقوال ما کان اقویٰ دلیلا“ یعنی عالم شخص کو چاہئے کہ ائمہ کے اقوال میں سے جس کے اقوال میں سے جس کے قول کو کتاب وسنت کے مطابق پائے لے لے اور اقوال کو چھوڑ دے۔

مندرجہ بالا تحریر کو پڑھ کر میرا تو خیال ہے کہ کوئی شخص امتیوں کی تقلید کی پھانسی کے تختہ پر نہیں لٹک سکتا، تاہم میں چاہتا ہوں کہ ابھی اس مسئلہ پر اور طریق سے بھی روشنی ڈالوں، شاید یہ نہیں تو وہ اور وہ نہیں تو اور کوئی بات کسی بھائی پر اثر کر جائے۔

نہ پیروی قیس نہ فرہاد کریں گے = ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے
ہر وہ چیز جو قرآن وحدیث کے سوا ہو اور پھر کوئی اس کی پیروی کو، اس کے تسلیم اور تعمیل کرنے کو شرعی امر سمجھے اس کو حکم اللہ سمجھے اسے دلیل شرعی جانے وہ باطل پرست ہے، قرآن کریم نے اس اصول کو متعدد آیات میں کھلے لفظوں میں بیان فرمایا ہے مسلمانوں کو قرآن وحدیث کی اتباع کی جس دھوم سے نصیحت کی گئی ہے اتنے ہی زوروں سے اس کے سوا کسی تیسری چیز کی تابعداری کو حرام بتلایا گیا ہے، افسوس کہ آج چودہویں صدی کے مسلمان نہ تو اس تاکید فرض کی طرف متوجہ ہیں نہ اس ابدی حرام سے مجتنب ہیں، یہ مسلمان کہلو کر کہیں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کو فرض و واجب بتلاتے ہیں کہیں شافعی اور احمد اور مالک رحمۃ اللہ علیہم کے پیچھے اندھے بن کر لگ جانے کو شرعی امر سمجھتے ہیں، حالانکہ قرآن فرماتا ہے ﴿فَإِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوا لَکَ فَاعْلَمْ اَنَّہُمْ یَتَّبِعُونَ اَھْوَاءَہُمْ﴾ (۲) یعنی اے نبی اگر یہ آپ کی باتیں قبول نہ کریں تو جان لو کہ یہ اپنی خواہش نفس

ہی کے پیرو ہیں، ثابت ہوا کہ قرآن وحدیث کے علاوہ جو شخص کسی کی بھی مانے وہ خواہش پرست ہے، کیونکہ آیت میں دو ہی قسمیں ہیں یا تو خدا رسول کی اتباع یا خواہش نفسانی کی، پس جس نے قرآن وحدیث چھوڑا وہ خواہش پرست، بندہ نفس ہوا، حضرت داؤد علیہ السلام کو حکم خدا ہوتا ہے ﴿يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ﴾ (۱) پس یہاں بھی تقسیم انہی دونوں قسموں کی طرف ہے یعنی یا تو حق جو وحی الہی ہے یعنی قرآن وحدیث یا اتباع ہوئی یعنی اس کے سوا جو ہے، اور جگہ اپنے خاتم النبیین کو ارشاد ہوتا ہے ﴿ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعِ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (۲) ترجمہ پھر اے نبی ہم نے تم کو دین کی صحیح راہ پر قائم کر دیا ہے پس تم اسی کی پیروی کرو اور بے علم لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ پڑو، یہاں بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہی تقسیم کی یعنی یا تو اتباع شرع، اور شریعت وہی ہے جو بذریعہ وحی کے آئی، یا اتباع ہوئی پس امر اول مطلوب اور امر ثانی محذور، اور جگہ فرماتا ہے ﴿اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ﴾ (۳) مسلمانو! صرف اسی کی اتباع کرو جو تمہاری جانب تمہارے رب کی طرف اتارا گیا ہے اس کے سوا اپنے فرضی مقتداؤں کی تابعداری میں نہ لگو۔ یہاں کھلے لفظوں میں خدا کی اتری ہوئی وحی کی اتباع کا حکم ہوا اور صاف طور پر، اور تمام کی باتیں ماننے سے ممانعت فرمادی گئی، اور آیت اس سے بھی واضح تر لیجئے ارشاد ہوتا ہے ﴿فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ (۴) یعنی اگر تم ایماندار ہو تو اپنے ہر اختلاف میں خدا اور رسول خدا کی طرف رجوع کرو یعنی قرآن وحدیث کی طرف، ظاہر ہے کہ

(۱) الجاثیہ ۳۵/۱۸

(۲) ص ۳۸/۲۶

(۳) النساء ۴/۵۹

(۴) الأعراف ۷/۳

ایماندار کا یہ کام ہے اور جو اس کے خلاف کرے اللہ کے ہاں وہ ایماندار نہیں، چنانچہ اس کے بعد کی آیت میں منافقوں اور یہودیوں کی خصلت بیان فرمائی ہے ﴿يُرِيدُونَ أَن يُتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ﴾ (۱) ان کی دلی مراد یہ ہے کہ تمام مسائل کا فیصلہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے سوا اوروں سے کرائیں اور ان کے فیصلے تسلیم و تعمیل کریں پھر اس کے بعد کی آیت میں ان بدکاروں کی ایک مذموم خصلت حدیث سے رکنا اور اسے نہ ماننا بیان فرمائی۔ ملاحظہ ہو آیت ۶۱ سورہ نساء جس میں فرمایا ﴿رَأَيْتَ الْمُسَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا﴾ (۲) پھر اس کے بعد پینٹھویں آیت میں خود اپنی ذات کی قسم کھا کر فرمادیا کہ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ (۳) یعنی ایسا کرنے والے مطلق بے ایمان ہیں علاوہ ازیں اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں، مطلب یہ ہے کہ حق صرف قرآن وحدیث ہے اور ان کے علاوہ دوسرے کسی کی تابعداری امور شرعی میں صریح باطل ہے، حقیقت یہ ہے کہ قرآن وحدیث کو چھوڑ کر جن لوگوں نے راہ شرع ایجاد کی ہے وہ حدود شرع سے بہت آگے نکل گئے ہیں، ان کی مثال وہی ہے کہ کوئی شخص بارش کی بوندوں سے بھاگ کر کسی پرنا لے تلے کھڑا ہو جائے، ماشوں سے بچا لیکن سیروں بلکہ منوں بوجھا اٹھالیا

رائے قیاس والوں کو اس رائے قیاس نے ان پر خار مہلک وادیوں میں لا کھڑا کیا ہے جہاں قدم قدم پر کانٹے ہیں، جہاں دائیں بائیں آگے پیچھے نیچے اوپر خاردار جنگلے کھنچے ہوئے اور فولادی گوگرد بچھے ہوئے ہیں، یہ رائے قیاس اس دلدل میں پھنسانے والی چیز ہے جہاں سے نجات کی کوئی صورت نہیں، ان عمیق سمندروں کی تہ میں ڈبوتی ہے جہاں سے کسی کی بے جان لاش بھی کبھی کنارے پر نہیں آسکتی، آئے میں آپ کو اس کی چند مثالیں سناؤں تاکہ آپ کو میری صداقت کا یقین ہو جائے اور پھر آپ اسی راہ لگ جائیں جس راہ کی رہبری قرآن کی

(۱) النساء ۳/۶۰ (۲) النساء ۳/۶۱ (۳) النساء ۳/۶۵

مندرجہ بالا آیات کریمہ میں آپ کو یہ مثالیں بتادیں گی کہ اس قیاس کی وجہ سے کس طرح حدیثوں کو ترک کیا گیا ہے اور پھر کس طرح دین میں قیاسات کی بے بنیاد دیواریں چنی گئی ہیں۔

حدیث شریف میں ہے ”الولد للفراش وللعاهر الحجر“ (متفق علیہ) (۱) یعنی اولاد اس شخص کی سمجھی جائے گی جس کی بیوی یا لونڈی سے ہوا اور زانی کو تو صرف رجم ہے لیکن حنفی مذہب اسے نہیں مانتا وہ کہتا ہے اگر لونڈی سے ہے اور اس کا سید دعویٰ کر نہیں تو اسے یہ بچہ نہیں ملے گا۔ (۲) یہاں تو بچے کے الحاق سے باوجود صحیح حدیث کے انکار کر دیا، لیکن پھر کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص کا نکاح جو انتہائے مشرق میں رہتا ہے اس عورت سے ہوا جو انتہائے مغرب میں رہتی ہے دونوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ اسے اس تک پہنچنے میں سال بھر لگے لیکن نکاح کے بعد چھ مہینے گزرتے ہی بچہ پیدا ہوا جائے تو اس کا الحاق صحیح ہے (درمختار) (۳) یعنی حدیث میں جس بچے کو اس کے مالک کو کہا گیا اس سے تو انکار لیکن جو صورت حدیث میں نہیں جو صورت عقلاً مستبعد ہے وہاں خاوند سے بچہ کو

(۱) بخاری ج ۲ ص: ۱۰۰۷ باب للعاهر الحجر / مسلم ج ۱ ص: ۴۷۰ باب الولد للفراش۔

(۲) درمختار ج ۱ ص: ۲۶۳ فصل فی ثبوت النسب میں ہے ولدت امته الموطوءة له ولداً توقف ثبوت نسبہ علی دعوتہ لضعف فراشہا فائدہ: درمختار کے حاشیہ میں ہے ”الفراش علی اربع مراتب ضعیف وهو فراش الامة ومتوسط وهو فراش الام الولد وقوی وهو فراش المنکوحہ ومعتدہ الرجعی واقوی کفراش معتدہ البائن ففی الاول لا یثبت النسب الا بالدعوة و فی الثانی یثبت بلا دعوة لکنہ ینتفی بالنفی و فی الثالث لا ینتفی الا باللعان و فی الرابع لا ینتفی الولد اصلاً لان نفیہ متوقف علی اللعان و شرط اللعان الزوجیة“ (درمختار ج ۱ ص: ۲۶۳ حاشیہ نمبر ۳)

(۳) درمختار ج ۱ ص: ۲۶۳ [کتزوج المغربی بمشرقیۃ بینہما سنة فولدت لسنة اشهر ملہ تزوجہا لتصورہ کرامة واستخداماً]

ملادیا گیا یہ ہے قیاس کی خوبی اقرار ہے کہ خاوند نے بیوی کی اور بیوی نے خاوند کی صورت تک نہیں دیکھی اور چھ مہینے میں ہی بچہ ہو گیا تو اس کے میاں کا وہ فرزند صحیح النسب لیکن جس کی لونڈی ہے جو دن رات اس سے بسترے کی خدمت بھی لیتا ہے اسے لڑکا ہو تو وہ اس لونڈی کے میاں سے نہ ملایا جائے۔ کہتے ہیں کہ ذی اگر ایک دینار بھی جزیے کا نہ دے تو اس کا ذمہ ٹوٹ گیا شامی ج ۲ ص: ۳۰۴ میں ہے ”ان اهل الذمة اذا امتنعوا عن اداء الجزية ينتقص العهد“ (۱) یعنی جب ذی جزیہ روک لیں تو ذمہ ٹوٹ جائے گا، لیکن اگر وہ آنحضرت ﷺ کو گالیاں دے تو ذمہ نہیں ٹوٹتا (ملاحظہ ہو درمختار مصری ج ۳ ص: ۳۰۴) (۲) حنفی مذہب کا مسئلہ ہے کہ اگر کسی نے نماز میں قرآن لے کر دیکھ کر پڑھ لیا تو نماز نہ ہوگی (مراقی الفلاح ودرمختار ج ۱ ص: ۴۶۱) (۳) لیکن اگر فقہ کی کتاب دیکھے بلکہ مسئلہ بھی پڑھ کر سمجھے تو نماز ہو جائے گی (عالمگیری) (۴) کہتے ہیں کہ اگر پرانی عورت سے زنا کیا پھر کہہ دیا کہ یہ تو میری بیوی ہے تو حد نہیں۔ (درمختار مصری ج ۳ ص: ۱۵۹) (۵) لیکن اگر اندھا ہے اور اس کے بسترے پر ایک غیر عورت آگئی اس نے پوچھا کہ کیا تو میری بیوی ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں! پھر مجامعت کی تو حد ہے (درمختار مصری ج ۳ ص: ۱۶۹) (۶) حنفی فقہاء کرام کا ارشاد ہے کہ صرف

(۱) شامی ج ۶ ص: ۳۲۳ (۲) درمختار ج ۱ ص: ۳۵۳

(۳) مراقی الفلاح ص: ۱۷۸ درمختار ج ۱ ص: ۹۰

(۴) عالمگیری ج ۱ ص: ۶۳۔ اور درمختار ج ۱ ص: ۵۹۱ میں ہے ”ولا یفسدہا نظره الی مکتوب وفہمہ“

ناظرین کرام! فقہ کے اس مسئلہ پر تعجب نہ کیجئے فتاویٰ قاضی خان میں تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ اگر کسی نے مطلقہ عورت کی شرمگاہ کو شہوت سے دیکھ لیا یا نماز میں اپنی شرمگاہ کو دوسرے مصلیٰ کی شرمگاہ کو دیکھ لیا یا کسی عورت کا بوسہ لے لیا تو نماز فاسد نہ ہوگی ہاں قرآن دیکھ کر پڑھ لیا تو فاسد ہو جائے گی۔ (فتاویٰ قاضی خان ص: ۶۳ مطبع عالی لکھنؤ)

(۵) درمختار ج ۱ ص: ۳۱۶ (۶) درمختار ج ۱ ص: ۲۰-۳۱۹

تقدیق کا نام ایمان ہے اور اعمال ایمان میں داخل نہیں یعنی اگر کوئی شخص عمر بھر نماز نہ پڑھے تو پورا پختہ مومن ہے لیکن اگر حرام مال سے ثواب کی امید پر صدقہ کرے تو کافر (مالا بدمنہ ص: ۱۵۰) (۱) کس مزے کا قیاس ہے فرماتے ہیں، اگر کسی بچے کو اٹھا کر نماز پڑھی تو نماز باطل۔ (ملاحظہ ہو در مختار مصری ج ۱ ص: ۲۸۳) (۲) حالانکہ صحیح بخاری مسلم میں ہے کہ فرض نماز میں بحالت امامت رسول اللہ ﷺ نے اپنی نواسی حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کو اٹھایا۔ (۳) پھر فرماتے ہیں لیکن اگر کتے کو چکارے گدھے کو ہنکائے تو نماز صحیح (ملاحظہ ہو در مختار مصری ج ۱ ص: ۲۵۳) (۴) رائے کی مزیداری ملاحظہ ہو فرماتے ہیں اگر شخص نے کسی پیش آمدہ امر کی وجہ سے نماز میں سبحان اللہ کہا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، (۵) حالانکہ خود رسول کریم ﷺ کا حکم ہے (بخاری مسلم) (۶) لیکن اگر کوئی شخص قومہ پورا نہ کرے کمر سیدھی کئے بغیر ہی رکوع سے سجدے میں چلا جائے تو نماز صحیح (۷) حالانکہ رسول مقبول ﷺ نے اس کی نماز باطل قرار دی ہے (متفق علیہ) (۸) رسول اللہ ﷺ تو فرمائیں جو اطمینان نہ کرے یعنی نماز کا ہر ہر رکن پورے اطمینان سے ادا نہ کرے اس کی نماز نہ ہوگی، لیکن حنفی مذہب کے مصنفین فقہ کہیں نماز ہو جائے گی (۹) ہاں! اگر کسی کے سلام کے جواب میں اشارہ کرے تو نماز مکروہ (در مختار ج ۱ ص: ۲۵۶) (۱۰) حالانکہ حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ کا صاف اشارہ کرنے کا فعل موجود ہے فرمان ہے ”کان یشیر بیدہ“ (ترمذی) (۱۱) کہتے ہیں اگر ایک مسلمان جس کا بدن پاک صاف ہو لیکن جنابت کے غسل

(۱) اگر صدقہ کرد مال حرام و امیدواری ثواب کرد کافر شود، مالا بدمنہ ۱۳۹

(۲) در مختار ج ۱ ص: ۹۳ (۳) بخاری ج ۱ ص: ۷۴

(۴) در مختار ج ۱ ص: ۸۹ (۵) شرح وقایہ ج ۱ ص: ۱۶۳

(۶) بخاری ج ۱ ص: ۱۶۰ (۷) ہدایہ ج ۱ ص: ۱۰۶

(۸) بخاری ج ۱ ص: ۱۰۹ (۹) ہدایہ ج ۱ ص: ۱۰۶

(۱۰) در مختار ج ۱ ص: ۸۹ (۱۱) ترمذی ج ۱ ص: ۸۵

کی نیت سے اگر اپنا ہاتھ کنویں کے پانی میں ڈال دے تو سارا کنواں نجس ہو گیا ہاں اگر ایک سو یہودی یا نصرانی اس میں نہائیں تو پانی اپنے حال پر بالکل پاک صاف ہے (۱) قیاس کی یہ خوبی بھی قابل داد ہے کہ ہنس دینا بول دینا ہوا نکال دینا قائم مقام سلام پھیرنے کے ہے، یعنی التحیات میں قدرے بیٹھ کر اگر کسی شخص نے ان کاموں میں سے کسی کو بجائے سلام کے کر لیا تو نماز ہو جائے گی (در مختار ج ۱ ص: ۳۳۱) (۲) اسے قیاس کے مطابق کہہ کر اس صحیح حدیث کا خلاف کیا جس میں ہے ”تحلیلہا التسلیم“ (۳) یعنی نماز سے فارغ ہونا سلام پھیرنے سے ہے لیکن جس جانور کا دودھ تھن میں روک کر دھو کے سے کسی نے اسے فروخت کیا تو لینے والا حدیث کی رو سے اسے واپس کر سکتا ہے اور واپسی کے وقت ایک صاع کھجور کا دیدے (۴) اس حکم کو خلاف قیاس کہہ کر رد کر دیا (ملاحظہ ہو در مختار اور رد المحتار مصری ج ۳ ص: ۱۰۸ ص: ۱۰۹) (۵) افسوس! جو حدیث میں ہو وہ خلاف قیاس سمجھا جائے اور پھر اس وجہ سے رد کر دیا جائے اور جو حدیث میں نہ ہو بلکہ جس کے خلاف سمجھا جائے اور پھر اس وجہ سے رد کر دیا جائے اور جو حدیث میں نہ ہو بلکہ جس کے خلاف حدیث ہو اسے قیاس کے مطابق کہہ کر اس پر فتویٰ دیا جائے۔ فالی اللہ المشتکی۔

کہتے ہیں شغار کا نکاح یعنی بیٹے کا نکاح یعنی ادھر سے ایک لڑکی اور ادھر سے ایک لڑکی مہر دونوں کے درمیان نہیں تو جائز اور مہر مثل (در مختار و شامی جلد ۲ ص: ۱۶۳) (۶) جو حدیث میں محض حرام ہے۔ (۷) کہتے ہیں متعہ کا نکاح جائز مدت کا تقرر

(۱) اعلام ج ۱ ص: ۲۷۹ (۲) در مختار ج ۱ ص: ۷۸

(۳) ترمذی ج ۱ ص: ۳۲ (۴) بخاری ج ۱ ص: ۲۸۸ کتاب البیوع

(۵) رد المحتار ج ۷ ص: ۲۲۲ / اصول الشاشی ص: ۷۵

(۶) شامی ج ۳ ص: ۲۳۷

(۷) بخاری ج ۲ ص: ۷۶۶ باب الشغار / مسلم ج ۱ ص: ۳۵۴

رو۔ (۱) حالانکہ حدیث میں اس کی حرمت بھی قطعی ہے (ملاحظہ ہو بخاری مسلم) (۲) لیکن اگر کوئی شخص قرآن پڑھانے کو مہر ٹھیرا کر یا آزادی لونڈی کو اسی کا مہر قرار دیکر اس سے نکاح کر لے تو یہ مہر ناجائز (درمختار و ہدایہ وغیرہ) (۳) حالانکہ یہ دونوں صورتیں حدیث میں صاف طور پر جواز اور ہو چکی ہیں: ملاحظہ ہو (بخاری مسلم) (۴) آہ! کس قدر حدیث رسول کا مقابلہ ہے کہ کہتے ہیں تین طلاقوں والی عورت حلالہ کرالے یعنی دوسرے مرد سے اس شرط پر نکاح کر لے کہ تو مجھے طلاق دیدینا پھر وہ نکاح کر کے مجامعت کر کے طلاق دیدے تو اب یہ عورت اگلے خاوند پر حلال، (۵) جو حدیث میں محض حرام ہے اور جس کام کے کرنے والے کو اللہ نے اپنے رسول کی زبانی ملعون قرار دیا ہے (دارمی) (۶) لیکن فرماتے ہیں کہ لونڈی سے نکاح کرنا اس شخص کو حلال نہیں جس کے گھر میں آزاد عورت ہو گو وہ بڑھیا پھوس ہو گو اس شخص کو آزاد عورت سے نکاح کی طاقت نہ ہو گو اسے اپنے نفس پر ڈر ہو (۷) حالانکہ قرآن کریم میں اس کا جواز کھلے لفظوں میں موجود ہے ﴿وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكَحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ (۸) یعنی جسے آزاد و عقیفہ باایمان عورتوں سے نکاح کی طاقت نہ ہو وہ ایسی ہی غیر آزاد لونڈی سے نکاح کر لے۔

- (۱) ہدایہ ج ۱ ص: ۳۱۳ / شامی ج ۳ ص: ۱۴۹
(۲) بخاری ج ۲ ص: ۷۶۷ کتاب النکاح / صحیح مسلم ج ۱ ص: ۲۵۲
(۳) شامی ج ۳ ص: ۲۳۰ / ہدایہ یوسفی ج ۱ ص: ۳۰۷
(۴) بخاری ج ۲ ص: ۷۶۷ کتاب النکاح / مسلم ج ۱ ص: ۳۵۷
(۵) اعلام ج ۱ ص: ۱۷۹ / ہدایہ ج ۲ ص: ۳۰۰
(۶) دارمی ج ۲ نکاح ۵۳ / ابن ماجہ نکاح ۳۳ / ابوداؤد نکاح ۲۸۳
مسند احمد ج ۱ ص: ۵۱-۳۵۰ ج ۲ ص: ۳۲۳ / صحیح السنن الترمذی
للایمانی ص: ۳۲۶ / مستدرک حاکم ج ۲ ص: ۱۹۹
(۷) اعلام ج ۱ ص: ۲۷۹ / قدوری ص: ۱۶۵ کتاب النکاح
(۸) النساء ۲۵/۴

برادران! یہ چند مثالیں آپ کے سامنے ہیں غور فرمائیے اور دیکھئے کہ رائے اور قیاس نے گلشن سنت سے کس قدر دور ڈال دیا ہے۔ پس ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ اس پر خار مہلک وادی سے ہٹو اور جس لہلہاتے ہوئے چمنستان محمدی سے دور پڑ گئے ہو اسی طرف پھر آ جاؤ۔ آؤ شوق سے آؤ دوڑتے ہوئے اور بہت جلد آ جاؤ، خدا کی آواز کان لگا کر سنو، فرماتا ہے: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (۱) میرے نبی کی حدیثوں کا خلاف کرنے والے خطرناک عذابوں اور پر آفت فتنوں کی برداشت کی طاقت تیار کر لیں۔

مقلدین نے تقلید کی تعریف تو یوں کی ہے کہ غیر نبی کی جملہ باتوں کو بلا دلیل بطور حکم شرعی کے تسلیم کرتے چلے جانا، چنانچہ جمع الجوامع لابن السکسکی جلد ۲ ص: ۲۵۱ میں ہے ”أخذ قول الغير من غير معرفة دليله“ یعنی غیر نبی کی باتوں کو بغیر دلیل معلوم کئے مان لینا، مسلم الثبوت مجتہد ص: ۵ میں ہے ”أما المقلد فمستندة قول مجتهد لا ظنه ولا ظنه“ (۲) یعنی مقلد کی دلیل صرف اس کے امام کا قول ہے نہ تو خود وہ تحقیق کر سکتا ہے نہ اپنے امام کی تحقیق پر نظر ڈال سکتا ہے، شامی جز اول مصری ص: ۵۳ پر لکھا ہے ”یحل الافتاء بقول الامام بل يجب وان لم يعلم من اين قال“ (۳) یعنی امام کے ہر قول پر فتویٰ دینا حلال ہے بلکہ واجب ہے اگرچہ اس کا علم نہ ہو کہ امام کے پاس کیا دلیل ہے بلکہ اسی کتاب کی اسی جلد کے ص: ۴۷ پر تحریر ہے (۴) فلعنة ربنا اعداد رمل = علی من رد قول ابی حنیفة

- (۱) النور ۲۳/۶۳
(۲) مسلم الثبوت ص: ۷
(۳) شامی ج ۱ ص: ۱۷۳ اور ای صفحہ ۱۷۳ لا یفتی ویعمل الا بقول الامام الاعظم
(۴) فتاویٰ شامی ج ۱ ص: ۱۶۰

یعنی ہمارے رب کی لغتیں ریت کے ذروں کی گنتی کے برابر ہوں ان لوگوں پر جو امام ابو حنیفہ کا قول نہیں مانتے، توضیح مع تلویح و دیگر حواشی مطبوعہ خیر یہ مصر جلد اول ص: ۱۳۶ میں لکھا ہے "فاما المقلد فالدلیل عندہ قول المجتہد فالمقلد بقول هذا الحكم واقع عندی لانه ادى اليه رأى ابى حنيفة رحمه الله وكل ما ادى اليه رايه فهو واقع عندی" (۱) یعنی مقلد کی دلیل صرف اس کے امام کا قول ہے مقلد یہی کہے کہ اس مسئلہ کا یہی حکم ہے اس لئے کہ میرے امام ابو حنیفہ کی رائے یہی ہے اور جو میرے امام کی رائے ہو میرے نزدیک وہی صحیح ہے۔

الغرض اپنی خدا داد قابلیت تحقیق کا خون کرنا اپنے ضمیر کا گلا گھونٹ دینا اپنی عقل کو رو بیٹھنا اپنے دل و دماغ کو بیکار کر دینا، اور اندھوں کی طرح کسی کی انگلی تمام لینا، یا جانوروں کی طرح ہانکنے والے کے اشارے پر قدم رکھنا تقلید ہے، مشنوی مولوی روم دفتر دوم ص: ۱۲۵ میں ہے

علم تقلیدی وبال جان ما است = عاری است ومانشتہ کان ما است
یعنی تقلید ہماری جان کی آفت ہے دراصل یہ تقلید ایسی چیز ہے جیسے کوئی کسی سے ادھار لی ہوئی چیز کو اپنی سمجھ بیٹھے، اسی لئے شیخ محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ باب ۲۱۳ میں اور علامہ کروری مسلمات ص: ۵ میں ابن العربیؒ ہی سے نقل کر کے لکھتے ہیں "لا یطلق اسم العلماء الاعلی اهل الحدیث وهم الانصة علی الحقيقة" یعنی اہل حدیث کے سوا اوروں کو علماء کہنا زیبا نہیں، فی الحقیقت علماء اور ائمہ یہی اہل حدیث ہیں۔ اسی واسطے توضیح تلویح کی شرح مرجانی ص: ۹۳ میں لکھا ہے کہ "لیس التقليد بعلم ولا المقلد بعالم"

(۱) توضیح مع تلویح مطبوعہ نول کشور ج ۱ ص: ۳۳

یعنی تقلید علم نہیں (بلکہ جہالت ہے) اور مقلد عالم نہیں (بلکہ جاہل ہے) (۱) ملا علی قاری حنفی اپنی کتاب شرح قصیدہ امالی ص: ۳۳ میں لکھتے ہیں "والتقلید قبول قول الغير بلا دلیل" یعنی غیر نبی کی بات کو بے دلیل مان لینا تقلید ہے۔ عقد الفرید میں ملاحسن شرنبلالی حنفی لکھتے ہیں "حقیقة التقلید العمل بقول من لیس قوله احدى الحجج الاربعة الشریعة بلا حجة منها" یعنی جس کا قول چاروں شرعی دلیلوں میں سے نہیں اس کے قول کو بے دلیل حجت شرعی سمجھنا اور قابل عمل جاننا ہی تقلید ہے، یہی تعریف تقلید کی معتنم الحصول میں فاضل قدھاری حنفی نے بھی کی ہے، توضیح مصری ص: ۸۱ میں ہے "قول المجتہد دلیلا لہ" (۲) یعنی مقلد کی دلیل اس کے امام کا قول ہے تلویح مصری کے اسی صفحہ میں ہے "لم یکن علم المقلد حاصلًا عن الادلة" یعنی مقلد قرآن و حدیث اجماع قیاس سے علم حاصل نہیں کر سکتا اور سنئے مسلم کے ص: ۲۸۹ میں ہے "التقلید العمل بقول الغير من غیر حجة" یعنی کسی کے قول پر بغیر دلیل کے عمل کرنا تقلید ہے۔

مختصر ابن حاجب ص: ۳۰۵ میں ہے "فالتقلید العمل بقول غیر ک من غیر حجة" یعنی کسی کے قول پر بغیر دلیل کے عمل کرنا تقلید ہے۔

اعلام الموقعین میں اسی لئے لکھا ہے کہ "لا فـرق بین بهیمة تنقاد و انسان یقلد" (۳) یعنی چوپائے جانور اور مقلد میں کوئی فرق نہیں، تلویح مصری کے ص: ۸۳ جز اول میں ہے "فعلم المقلد لم یحصل من"

(۱) اعلام ج ۱ ص: ۳ میں ہے "قال ابو عمر و غیرہ من العلماء اجمع الناس علی ان المقلد لیس معدودا من اهل العلم اور صفحہ ۱۶ پر ہے "لا خلاف بین الناس ان التقليد لیس بعلم وان المقلد لا یطلق علیہ اسم عالم"

(۲) توضیح ص: ۲۷

(۳) اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۲۱۷

النظر فی الدلیل "یعنی مقلد کا علم کسی دلیل سے حاصل نہیں ہوتا (بلکہ محض امام کا قول اس کی دلیل اور اس کا علم ہے) توضیح مصری جزا اول ص: ۱۳۶ میں ہے "فالادلة الاربعة الماتوصل بها المجتهد لا المقلد" (۱) یعنی قرآن و حدیث اجماع قیاس سے مسئلہ سمجھنا یہ مجتہد کا کام ہے مقلد کا کام نہیں، اسی صفحہ میں آگے چل کر لکھتے ہیں "فان تحقیق المقلد ان یقلد مجتهدا یعتقد حقبة رای ذلک المقلد" یعنی مقلد کو تحقیق سے اور دلائل ٹٹولنے سے کوئی بھی سروکار نہیں اس کی تحقیق تو اتنی ہی ہے کہ جس مجتہد کی رائے کو اچھی جان کر وہ اس کی تقلید کر رہا ہے اس کی بے دلیل بات ماننا چلا جائے، ص: ۱۳۵ میں لکھتے ہیں "لیس دلیل المقلد منها" (۲) یعنی نہ تو قرآن مقلد کی دلیل ہے نہ حدیث نہ اجماع نہ قیاس، یعنی تقلید اس کا نام ہے کہ قرآن و حدیث اجماع قیاس سب کو چھوڑ دے اور ہر مسئلہ میں صرف اپنے امام کے قول کو حق پر جانے اور صرف اس کے پیچھے لگا رہے۔ فتاویٰ قاضی خان جلد اول ص: میں ہے "یفنی بقولہم ولا یخالفہم برایہ وان کان مجتہدا متقنا....."

ولا یمنظر الی قول من خالفہم ولا یقل حجتہ" (۳) یعنی اپنے ان بڑوں کے قول کے مطابق ہی فتویٰ دینا چاہئے اور ہرگز ان کی مخالفت نہ کرنی چاہئے اگرچہ مجتہد اور زبردست عالم ہی ہو۔ ان بڑوں کے اقوال کے خلاف جو کوئی کہے ان کی طرف دیکھنا بھی نہیں چاہئے، اور وہ گود لائل پیش کرے لیکن ان دلیلوں کی طرف نگاہ بھی نہ اٹھانی چاہئے، درمختار مصری جلد ثالث کے باب التعزیر میں ہے "ارتحل الی مذہب الشافعی یعزر" (۴) یعنی جو شخص حنفی سے شافعی بن جائے اسے تعزیر کی سزا دینی چاہئے، درمختار مصری جزا اول

(۱) توضیح ج ۱ ص ۴۴

(۲) توضیح ص ۴۴

(۳) فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۲

(۴) درمختار ج ۱ ص ۳۳۰

ص: ۵۳ میں ہے "لا یفتی ویعمل الا بقول الامام الاعظم" (۱) یعنی نہ تو کوئی فتویٰ دیا جائے نہ عمل کیا جائے مگر صرف امام اعظم کے قول پر، ناظرین! ان عبارتوں کا اور پھر امام صاحب کے اقوال کا جو پیچھے بیان ہوئے ہیں، مقابلہ کر کے تو دیکھو حیران ہو جاؤ گے کہ یہ کہیں مقلد کو قرآن و حدیث سے تحقیق نہ کرنی چاہئے، وہ کہیں بے تحقیق کسی مسئلہ پر عمل ہی نہ کرنا چاہئے وہ کہیں میری بات بے دلیل ماننی حرام، یہ کہیں فرض پس اس لحاظ سے بھی یہ تقلید غیر مقلدی ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ آج جن لوگوں کو غیر مقلد کہا جاتا ہے اسی تقلید کے ترک پر کہا جاتا ہے ورنہ ابتدا سے لیکر آج تک کے جملہ ان لوگوں کے عمل کو دیکھا جائے، جو اپنے تئیں مقلد کہتے اور کہلاتے ہیں اور تقلید کے بڑے حامی ہیں بلکہ ترک تقلید کو فسق و فجور گناہ کبیرہ بلکہ شرک و کفر جانتے ہیں، تو صاف ظاہر ہو جائے گا کہ خود وہ بھی اس معنی کر کے مقلد نہیں ٹھہر سکتے بلکہ پختہ غیر مقلد نظر آتے ہیں۔

ان کو ایک حال پر رہتا ہی نہیں کبھی کبھی آنے میں خفا ہیں تو کبھی جانے میں

سب سے پہلے امام صاحب کے زبردست شاگردوں ہی کو لیجئے، ان کی عملی تقلید کی یہ حالت ہے کہ اگر تین سو مسائل امام صاحب بیان کرتے ہیں تو بقول رد المحتار کے ایک سو مسائل کو وہ نہیں مانتے، اتنا ہی نہیں بلکہ ان کے خلاف کہتے ہیں عبارت ملاحظہ ہو "فحصل المخالفة من الصحیین فی نحو ثلث المذہب" (۲) یعنی امام صاحب کے دونوں شاگردوں محمد اور ابویوسف نے اپنے استاد اور امام صاحب کا ایک تہائی مسائل میں خلاف کیا،

(۱) درمختار ج ۱ ص ۱۷۳

(۲) شامی ج ۱ ص: ۱۶۶

بلکہ بقول صاحب عمدة الرعاية وغيره دو تہائی مسائل میں خلاف کیا (۱) بلکہ آپ تعجب سے سنیں گے کہ خود حنفیوں نے اصولاً ان شاگردوں کو امام صاحب سے بہت آگے بڑھا دیا ہے چنانچہ حنفی مذہب کی معتبر کتاب رد المحتار مصری ص: ۵۲ ج ۱ میں ہے "اذا كان ابو حنيفة في جانب وصاحبا في جانب فالمفتي بالخيار" (۲) یعنی جب کسی مسئلہ میں امام صاحب کا حکم ایک طرف ہو اور اس کے خلاف ان کے ان دونوں شاگردوں کا حکم اور جانب ہو تو فتویٰ دینے اور عمل کرنے والے کو اختیار ہے جس کی چاہے مانے یعنی مثلاً ایک مسئلے میں امام صاحب کہتے ہیں

کہ یہ حرام ہے ان کے یہ دونوں شاگرد کہتے ہیں حلال ہے حنفی مذہب کے فقہاء فیصلہ کرتے ہیں کہ اس صورت میں اختیار ہے خواہ حلال کہے خواہ حرام کہے، بلکہ اس سے زیادہ جسارت اور غیر مقلدی ملاحظہ ہو اسی کتاب کے ص: ۵۳ میں ہے "قد صرحوا بان الفتوى على قول محمد في جميع مسائل ذوى الارحام..... وعلى قول ابى يوسف فيما يتعلق بالقضاء..... وايضا في الشهادات..... وعلى قول زفر في سبع عشرة مسألة" (۳) یعنی ہمارے ہاں باتفاق یہ طے ہوا ہے کہ ذوی الارحام کے کل مسائل میں امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا جائے، گو امام صاحب کا قول اس کے خلاف ہو، اور قضا اور فیصلوں کے کل مسائل میں اور اسی طرح شہادت کے کل مسائل میں امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ دیا جائے، گو امام

(۱) قال الامام الفزالي في كتاب المنحول انهما خالفا باحنيفة في ثلثي مذہبہ

دیکھئے مقلدہ عمدة الرعاية ص: ۸

(۲) رد المحتار ج ۱ ص: ۱۷۱

(۳) رد المحتار ج ۱ ص: ۱۷۲

صاحب ان کے خلاف کہتے ہوں، پس جبکہ اصولاً تقلید شخصی کوئی چیز ہی نہ رہی پھر اس کیلئے بے فائدہ لڑائی جھگڑے کیوں ہو رہے ہیں؟ دوستو! کیا امام صاحب کے خلاف ان کے شاگرد محمد کہیں تو ماننے کے قابل سمجھا جائے اور امام صاحب کے خلاف ان کے اور ہمارے نبی محمد ﷺ کہیں تو ماننے کے قابل نہیں؟ تعجب سا تعجب ہے۔

برادران! کاش کہ یہ باتیں اور حنفی مذہب کے تقلید شخصی کے سراسر خلاف یہ اصول، حنفی علماء عوام کے سامنے رکھ دیتے تو آج یہ سر پھٹول اور تیر میر کیوں ہوتی!

ہائے یاں نکلا نہ واں نکلا وہ حرف شوق وصل
ان کے دل میں رہ گیا میری زباں پر رہ گیا
نامناسب نہ ہوگا اگر میں یہاں پر ایک مناظرہ نقل کروں جس سے آپ کو صاف طور پر معلوم ہو جائے کہ یہ بزرگ اپنی تحقیق پر عمل کرتے تھے، اپنی خداداد قابلیت کا خون کرنا انہیں گوارا نہ تھا وہ اپنے آزاد ضمیر کو برباد کرنا اپنے لئے عار سمجھتے تھے اور اس موجودہ تقلید سے وہ کوسوں دور تھے اور اس تعریف کی رو سے پختہ غیر مقلد تھے، وہ جہاں تک ان کی تحقیق ان کا ساتھ دیتی تھی، اتباع سنت نبوی کرتے تھے اور اس تقلید شخصی سے نفرت رکھتے تھے، اس مناظرہ کو امام الحرمین شمس الشريعة فخر الاسلام ابو معالی عبد الملک بن عبد اللہ جوینی رحمۃ اللہ علیہ (۱) اپنی کتاب مغیث الخلق میں نقل کیا ہے جس کا اصلی قلمی نسخہ میرے پاس موجود ہے میں یہاں قدرے تفصیل کے ساتھ اس کا ترجمہ حوالہ قلم کرتا ہوں۔

خليفة المسلمين هارون رشيد کی خلافت کا زمانہ ہے، مدینہ شریف

(۱) نیشاپور کے نواح میں جوین نامی ایک گاؤں ہے آپ وہیں پیدا ہوئے ہیں کن ولادت ۳۱۹ اور کن وفات ۳۷۸ ہے کثیرا تصانیف تھے۔

کی زیارت کو آپ آئے ہیں یہاں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ مسند درس پر مسجد نبوی میں رونق افروز ہیں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہاں تشریف فرما ہیں اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ شاگرد رشید امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں چاروں بزرگوں کا اجتماع حرم رسول میں ہوا ہے امام ابو یوسف اور امام شافعی کے درمیان بعض مسائل میں اختلاف ہے امام ابو یوسف کے دل میں خیال گذرتا ہے کہ اس اختلاف کے فیصلہ کا آج سے بہتر اور صدر مجلس بنانے کے لئے خلیفہ وقت سے زیادہ با وقعت ہستی اور کون سی ہوگی؟ فوراً خلیفہ وقت کے سامنے اپنی اس درخواست کو پیش کرتے ہیں جو پیش ہوتے ہی پاس ہو جاتی ہے، بحث تین مسائل قرار دیئے جاتے ہیں۔

۱۔ وقف ۲۔ صاع ۳۔ اقامت

امام ابو یوسف کی طرف سے یہ تقلید امام ابو حنیفہ دعویٰ ہے کہ وقف صرف ایک وصیت ہے اگر قاضی نے جاری کر دی تو جاری ہو جائے گی، صاع کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ آٹھ رطل عراقی کا ہے اقامت کے بارے میں خیال ہے کہ اس کے کلمات ایک ایک مرتبہ نہ کہنے چاہئیں بلکہ دو دو بار کہنے ضروری ہیں، امام شافعی کا مسلک ان تینوں مسائل میں امام ابو حنیفہ اور ان کے مقلد اور شاگرد امام ابو یوسف کے خلاف ہے، آپ فرماتے ہیں، وقف ایک شرعی مسئلہ ہے قاضی کی قضا سے پہلے وقف جائز اور جاری ہو جاتا ہے صاع عراق کا معتبر نہیں، بلکہ مدینہ شریف کا جو وزن میں پانچ رطل اور ایک تہائی ہے، اقامت کے کلمات ایک ایک مرتبہ کہنے ثابت ہیں، بحث طے ہو جانے کے بعد مجلس مناظرہ منعقد کی جاتی ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے دلیل طلب کی جاتی ہے آپ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور دوسرے ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی اولاد اور اولاد کی اولاد کو بلا تے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے موزن تھے

اور ان سے دریافت فرماتے ہیں کہ تم اذان کس طرح کہتے ہو؟ اور اقامت کس طرح کہتے ہو؟ جب وہ کہتے ہیں تو اقامت اکہری ہوتی ہے، کلمات ایک ایک مرتبہ کہتے ہیں اور اذان ترجیع کیساتھ دیتے ہیں، آپ فرماتے ہیں تم نے یہ اذان و اقامت کس سے سیکھی؟ جواب ملتا ہے اپنے باپ سے انھوں نے اپنے داداؤں سے، یہاں تک کہ سند آنحضرت ﷺ تک پہنچ جاتی ہے، پھر اہل مدینہ کو حکم دیتے ہیں کہ جس صاع سے ناپ کر تم فطرہ ادا کرتے ہو لے آؤ، بہت سے صاع جمع ہو جاتے ہیں فرماتے ہیں، انہیں ناپ کر تو لو، جب تو لا جاتا ہے تو وہی وزن بیٹھتا ہے جو امام شافعی نے فرمایا تھا اس کے بعد آپ حاضرین مجلس کو لے کر مدینہ شریف کے باہر جاتے ہیں اور ایک زمین کی طرف اشارہ کر کے بوڑھے بڑوں سے پوچھتے ہیں یہ زمین کس کی ہے؟ جواب ملتا ہے یہ وقف ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا، ایک اور طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں، یہ زمین کیسی ہے؟ اہل مدینہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وقف کردہ زمین ہے اور یہ زمین حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی وقف کی ہوئی ہے اور یہ حصہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مساکین پر وقف کیا ہے، اور یہ فلاں صحابی کا وقف ہے، اور یہ فلاں صحابی کا۔ ان دلائل کو بیان فرمانے کے بعد خلیفہ سے کہا میں اپنے دلائل پیش کر چکا، میں نہیں سمجھ سکتا کہ جو امر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب سے ثابت ہو اس کے خلاف کرنے کا کوئی مسلمان حق رکھتا ہو، میرے نزدیک تو قابل قبول امر وہ ہے جو سنت رسول ﷺ کے مطابق ہو، نہ وہ جو سنت رسول کے خلاف ہو، ہارون رشید نے فرمایا بہت ٹھیک اور بالکل درست ہے، فی الحقیقت حق وہ ہے جس پر رسول اللہ ﷺ کی مہر ہو، نہ وہ جو اس سے خالی ہو، حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ پر جب حق ظاہر ہو گیا اور دلائل معلوم ہو گئے آپ نے فوراً بلا پس و پیش اسے قبول کر لیا، اور صاف لفظوں میں فرمایا کہ امام صاحب صداقت پر ہیں اور میں غلطی پر تھا حق وہی ہے جس کے سچے دلائل امام صاحب نے بیان

فرمائے میں اپنے استاد اور امام ابوحنیفہ کے ان مسائل کو چھوڑتا ہوں اور ان دلائل کو تسلیم کرتا ہوں، اس کلام کو سنتے ہی عوام میں ایک کھلبلی سی مچ گئی اور آوازیں آنے لگیں کہ آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ تقلید کو توڑتے ہیں اور امام صاحب کے مذہب سے منہ موڑتے ہیں؟ خیال تو کیجئے دنیا کیا کہے گی؟ اور کس قدر افسوسناک دھبہ لگے گا؟ آپ نے نہایت دلیری سچائی اور آزادی سے جواب دیا کہ اس قدر واضح دلائل کے ظاہر ہو جانے کے بعد میں کیسے مقلد بنا رہوں؟ اور کس طرح اپنے استاد اور امام کے قول کو نہ چھوڑوں؟ مجھ پر ہی کیا منحصر ہے ”لو علم صاحبی ما علمت لرجع کما رجعت“ یعنی آج اگر خود صاحب مذہب امام ابوحنیفہ بھی ہوتے اور جو دلائل میں نے معلوم کئے انہیں بھی معلوم ہو جاتے تو جس طرح میں نے رجوع کیا وہ بھی رجوع کر لیتے اور وہی کہتے جو حدیث شریف سے ثابت ہے۔

تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خود کشی

رستہ بھی ڈھونڈھ خضر کا سودا بھی چھوڑ دے

غرض ان مسائل میں امام ابو یوسفؒ نے تقلید کتابی کو خیر باد کہا، چنانچہ حنفی مذہب کی کتاب ہدایہ وغیرہ میں ان ابواب کے مسائل میں ملاحظہ ہو۔ امام ابوحنیفہ سے امام ابو یوسف کا یہ خلاف منقول ہے پس اگر ترک تقلید کوئی ناقابل معافی قصور ہے تو اس جرم کے مجرم سب سے پہلے اور سب سے بڑے خود امام صاحب کے شاگرد رشید ہیں پھر انصافاً تو کوئی وجہ نہیں کہ انہیں چھوڑ صرف اہل حدیث کو ہی برا کہا جائے اور اس پر بھی آپ کو برا کہنا ہے تو خیر۔

بگاڑے گا میرا کیا مجھ سے برگشتہ زمانہ ہے

زمیں ہے فرش اپنا اور گردوں شامیانہ ہے

اور سنئے! حضرت امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے، ہدایہ مجتہائی جلد اول ص: ۲۴

میں ہے (۱) ”کلاهما نجسان“ یعنی اگر جنبی کسی کنویں میں ڈول نکالنے کے لئے اترے تو اس کنویں کا پانی ناپاک ہو جاتا ہے لیکن امام ابو یوسف اور امام محمد دونوں اس مسئلہ کو نہیں مانتے ان کا قول ہے کہ ناپاک نہیں ہوتا۔ ملاحظہ ہو ہدایہ مجتہائی جلد اول ص: ۲۲ (۲) ہدایہ مجتہائی جلد اول ص: ۲۶ (۳) میں ہے ”لایحل شربہ للتداوی“ یعنی بطور دوا کے بھی حلال جانوروں کا پیشاب پینا جائز نہیں، لیکن اسی صفحہ میں ہے کہ امام محمد اور ابو یوسف دونوں کے نزدیک جائز ہے۔ ص: ۳۸ میں ہے (۴) امام صاحب فرماتے ہیں کہ عید کی نماز پڑھتے ہوئے امام یا مقتدی کا وضو ٹوٹ گیا تو وہ تیمم کر لیں، لیکن یہ دونوں شاگرد رشید فرماتے ہیں ”لایتیمم“ یعنی یہ دونوں تیمم نہیں کر سکتے (۵) اسی کتاب کے ص: ۴۰ میں ہے (۶) امام صاحب کا مذہب ہے، اگر کسی شخص نے سفر میں اپنے پاس پانی نہ ہونے کے وقت اپنے رفیق سے مانگے بغیر تیمم کر لیا تو جائز ہے، لیکن یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں ﴿لایجزیہ﴾ (۷) یعنی یہ نادرست ہے ص: ۴۴ میں ہے ﴿لایجوز المسح علی الجوربین﴾ (۸) یعنی صرف جرابوں پر امام صاحب کے نزدیک مسح جائز نہیں اگرچہ وہ مولی ہوں لیکن ان دونوں مقلدوں کے نزدیک جائز ہے ص: ۵۸ میں ہے کہ اگر کپڑے کو گائے بھینس وغیرہ کا گوبر وغیرہ ہتھیلی کی چوڑائی سے زیادہ لگ گیا ہو تو اس کپڑے میں نماز جائز نہیں، لیکن اسی صفحہ میں صاحبین کا مذہب یہ بیان ہوا ہے۔ ﴿یجزیہ﴾ ہے جائز ہے (۹) ص: ۶۴ میں ہے عصر کا وقت جب ہر چیز کا سایہ دگنا ہو جائے تب ہوتا ہے، امام صاحب کا اجتہاد یہی ہے، لیکن یہ دونوں بزرگ اس کے برخلاف ہیں فرماتے ہیں ایک گنا سایہ ہوتے ہی وقت ہو جاتا ہے۔ (۱۰)

(۱) ہدایہ ج ۱ ص: ۴۰ (۲) ہدایہ ج ۱ ص: ۳۹ (۳) ہدایہ ج ۱ ص: ۲۲

(۴) ہدایہ ج ۱ ص: ۵۴ (۵) ہدایہ ج ۱ ص: ۵۳ (۶) ہدایہ ج ۱ ص: ۵۶

(۷) ایضاً (۸) ہدایہ ج ۱ ص: ۶۱ (۹) ہدایہ ج ۱ ص: ۷۵

(۱۰) ہدایہ ج ۱ ص: ۸۱

ص ۸۴ میں ہے حضرت امام کا تو مسلک ہے کہ اگر نماز کو فارسی زبان میں شروع کرے یا اس میں عربی قرآن نہ پڑھے بلکہ فارسی پڑھے اگرچہ عربی جانتا ہو تو بھی جائز ہے، لیکن یہ دونوں حضرات کہتے ہیں جائز نہیں۔ (۱)

ص ۸۹ میں ہے کہ امام "ربنا لک الحمد" نہ پڑھے حنفی مذہب یہی ہے لیکن یہ دونوں حنفی اپنے امام کا اس مسئلے میں بھی خلاف کرتے ہیں "بقولہا فی نفسہ" یعنی "ربنا لک الحمد" پڑھے۔ (۲) اور بھی ایسے سیکڑوں مسائل ہیں جن میں سے بہت سے میں نے اپنی کتاب درایت محمدی میں بحوالہ صفحہ وغیرہ لکھے ہیں۔ اس کتاب کو ضرور ملاحظہ فرمائیں (۳) اور جس آزادی کے ساتھ ان بزرگوں نے تقلید شخصی کے پھندے کو اپنے گلے سے اتار پھینکا آپ بھی بہ عجلت اسے الگ کیجئے۔

خیزد در کاس زر آب طرب ناک انداز

پیش ازاں دم کہ شود کاسہ سر خاک انداز

عوام میں تو مشہور ہے کہ حنفی مذہب کے امام صرف امام ابوحنیفہ ہی ہیں، لیکن حنفی مذہب کی کتابیں اس پر متفق ہیں کہ حنفی مذہب کا یہ لفظ تین ہستیوں پر مشتمل ہے یعنی امام محمد امام ابو یوسف اور امام ابوحنیفہ، کتب فقہ میں اکثر آتا ہے "عند المتا الثلاثة" تو ائمہ ثلاثہ سے یہی تینوں حضرات مراد ہوا کرتے ہیں اس وقت حنفی مذہب کے دو اماموں کو چھوڑ کر صرف امام محمد کی بابت کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔

(۱) ہدایہ ج ۱ ص: ۱۰۱ (۲) ہدایہ ج ۱ ص: ۱۰۶
(۳) یہ کتاب جدید حوالہ جات اور مفید حواشی کے ساتھ زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئی ہے
ادارہ سے طلب فرمائیں

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام محمد ہے آپ کے والد کا نام حسن بن فرقد ہے آپ قبیلہ شیبان میں سے ہیں عراق کے شہر واسط میں آپ پیدا ہوئے اور کوفہ میں نشوونما پائی امام ابوحنیفہ کے اعلیٰ درجہ کے مشہور شاگرد اور ساتھی آپ ہی ہیں، (۱) خلیفہ ہارون رشید نے آپ کو رقبہ کا قاضی مقرر کیا تھا پھر معذول کر دیا تھا۔ آپ کا انتقال دسمے ۱۸۹ھ میں ہوا، میزان الاعتدال میں ہے کہ محدثین نے آپ کو حافظہ کا کمزور کہا ہے، (۲) آپ کی سب سے زیادہ مشہور کتاب مؤطا ہے یہ کتاب مطبوعہ یوسفی چار سو صفحات میں ہے، لیکن آپ تعجب سے سنیں گے کہ اس میں امام ابوحنیفہ کی روایت سے مرفوع موقوف اور آثار تابعین وغیرہ سب مل کر صرف تیرہ ہیں باقی اکثر حصہ حضرت امام مالک کی روایات کا ہے یعنی ایک ہزار پانچ روایتیں حضرت امام مالک سے لائے ہیں اس کی اصل وجہ کیا ہے؟ اس پر ہمیں اس وقت بحث نہیں کرنی یہ خود آپ سمجھ لیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ امام صاحب سے بہ سند روایتیں ہوں ہی نہیں، اس لئے دوسرے استادوں سے لینی پڑی ہوں، ہے کوئی حنفی مذہب کا علامہ جو اس معنی کو خاطر خواہ حل کر دے۔

کھڑا ہے دیر سے عاشق کفن باندھے ہوئے سر سے

میں صدقے دست قاتل کے میرے قاتل نکل گھر سے

ہمیں اس وقت یہ دکھانا ہے کہ امام محمد بھی غیر مقلد تھے سب سے پہلا باب باندھ کر پہلے ہی مسئلہ میں امام صاحب کے قول کو چھوڑا ہے بلکہ اس کا خلاف

(۱) کان اعلم بکتاب اللہ ماہراً فی العربیۃ والنحو والحساب والفقہ وبہ ظہر علم ابی حنیفہ بتصانیفہ الكثیرۃ حتی قبل انہ الف تسعة مائۃ وتسعین کتاباً مقدمة عمدة الرعاۃ ص: ۳۵
(۲) میزان الاعتدال ج ۳ ص: ۳۲ [لینہ النسالی]

کیا ہے یعنی کہا ہے کہ جب سایہ ایک مثل سے ذرا سا بڑھ جائے تو عصر کا وقت آگیا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک جب تک دو مثل سایہ نہ ہو جائے عصر کا وقت نہیں ہوتا (موطا محمد یوسفی ص: ۳۳۰ باب وقوت الصلوٰۃ) (۱) باب آمین [فی الصلوٰۃ] میں لکھتے ہیں امام کو بھی آمین کہنا چاہئے گو امام صاحب فرماتے ہیں کہ نہ کہنا چاہئے (۲) باب صلوٰۃ اللیل میں ہے کہ رات کی نماز (یعنی تہجد تراویح وغیرہ) دو، دو رکعت کر کے پڑھنی چاہئے حالانکہ امام صاحب دو، چار چار، چھ چھ، آٹھ آٹھ کے بھی قائل ہیں۔ (۳)

ص: ۱۱۱ باب الاستقاء میں لکھتے ہیں "امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فکان لا یرى فی الاستقاء صلوٰۃ واما فی قولنا فان الامام یصلی بالناس رکعتین" یعنی امام ابوحنیفہ تو فرماتے ہیں کہ استقاء میں نماز نہ پڑھنی چاہئے لیکن ہم کہتے ہیں دو رکعت ضرور پڑھنی چاہئے بلکہ باجماعت پڑھنی چاہئے۔

ص: ۱۷۳ باب ما یجب فیہ الزکوٰۃ میں ہے کہ زمین میں سے جو نکلے خواہ حد نصاب کو پہنچا ہو یا نہ پہنچا ہو اس میں زکوٰۃ (عشر) فرض ہے یہ تو مذہب ہے امام ابوحنیفہ کا، لیکن ہمارا مذہب یہ ہے کہ جب تک نصاب کو نہ پہنچے اس میں زکوٰۃ [عشر] فرض نہیں۔ ص: ۱۷۷ باب زکوٰۃ الرقیق الخ میں ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان گھوڑوں کی زکوٰۃ دینی پڑے گی جو چرتے چلتے ہوں اور نسل کے لائق ہوں، لیکن ہمارے نزدیک گھوڑوں میں زکوٰۃ ہے ہی نہیں [خواہ سائہ ہوں یا غیر سائہ] ص: ۱۷۷ باب زکوٰۃ الرقیق میں ہے کہ امام صاحب کا قول تو یہ ہے کہ شہد خواہ تھوڑا ہو خواہ بہت اس میں زکوٰۃ [عشر] فرض ہے، لیکن میرا قول یہ ہے کہ جب تک نصاب کو نہ پہنچے زکوٰۃ نہ دو۔ ص: ۱۸۰ باب صدقة الزيتون میں ہے کہ امام صاحب کا فتویٰ ہے کہ زیتون تھوڑا ہو یا بہت ہو اس کی زکوٰۃ دو، لیکن میرا

(۱) موطا محمد ص: ۳۳-۳۴ (۲) موطا محمد ص: ۱۰۵

(۳) موطا محمد ۱۲۱-۱۲۲

فتویٰ ہے کہ جب تک نصاب کو نہ پہنچے یعنی پانچ وسق نہ ہو ہرگز نہ دو، ص: ۲۰۳ باب من تطیب الخ میں ہے کہ امام صاحب کا تو اجتہاد ہے کہ احرام سے پہلے خوشبو لگا کر بغیر نہائے احرام باندھنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن میرا تو اجتہاد ہے کہ ہرگز ایسا نہ کرے، ص: ۲۳۳ باب تاخیر رمی الحمار من علة او من غیر علة میں ہے کہ امام صاحب کا حکم ہے کہ جو شخص حج میں شیطان کو کنکریاں مارتا ایک دن کی مؤخر کر کے دوسرے دن مارے تو اسے قربانی دینی پڑے گی، لیکن میرا حکم ہے کہ ایسا کر لینے میں کوئی قربانی نہ دے سردست میں انھیں ۲۳ مسائل پر اکتفا کرتا ہوں اور ہوشمند اشخاص سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ غیر مقلد کو کوستے ہوئے، ان کا یعنی پہلے غیر مقلد امام محمد کا بھی خیال فرمائیں جو بڑے جرأت کے ساتھ امام صاحب کا قول خود وارد کر کے توڑ دیتے ہیں اور ان کے خلاف اپنا فیصلہ بیباکانہ بیان کر دیتے ہیں، پس یا تو اہل حدیث کو کوستے وقت ان بزرگوں کو بھی شامل کر لیا کرو، ورنہ بتلاؤ کہ یہ غیر مقلدی کریں تو معاف کر دیئے جائیں اور اہل حدیث ترک تقلید کریں تو آپ ان پر بے طرح برس پڑیں؟

ہور ہے ہیں جو ہفت افلاک کے امتحاں ہیں ایک مشیت خاک کے مقلد دوستو! سلامتی ایمان کی یہی دلیل ہے کہ آدمی امتی کو شارع نہ سمجھے، صرف ایک معصوم ذات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہی ہے پس آؤ ہماری دعوت قبول کرو اور راہیت محمدی تلے جمع ہو جاؤ۔

بھائیو! یہ سب خوش کن باتیں ہیں کہ آپ ان حضرات کو مقلد مان لو ورنہ دلائل اس کے یکسر خلاف ہیں، ہاں چلتے چلتے یہ بھی سن جائیے کہ یہ جو آپ کے کان میں صور پھونک رکھا ہے کہ ہم چاروں مذہبوں کو برحق مانتے ہیں یہ بھی صرف ہاتھی کے باہر کے دانت ہیں ورنہ سنئے! درمختار مصری مطبوعہ دارالکتب جلد ثالث باب التعزیر میں ہے "ارتحل الی مذہب الشافعی یعزر" (۱) جو حنفی

(۱) درمختار ج ۱ ص: ۳۳۰ باب التعزیر

والفقہ.....وبعض مشائخنا استحسنوا“ (۱) یعنی امام صاحب کے نزدیک اذان پر، حج پر، امامت پر، قرآن پڑھانے پر، فقہ سکھانے پر اجرت اور تنخواہ یعنی ناجائز ہے، لیکن بعد کے مشائخ نے اسے جائز رکھا ہے اور فتویٰ اسی پر ہے کہ جائز ہے۔

مقلدو! بتلاؤ یہ تقلید ہے یا غیر مقلدی؟ جس عورت کا خاوند گم ہو اس کے بارے میں امام ابوحنیفہ کا حکم ہے کہ اس کے ہم زمانہ لوگوں کی موت تک اس کی بیوی بیٹھی رہے دوسرا نکاح نہیں کر سکتی، لیکن سب حنفیوں نے اگلوں اور پچھلوں نے اسے نہیں مانا، بعض کہتے ہیں کہ ۹۰ سال تک انتظار کرے، مصنف کنز اسی کو اختیار کرتے ہیں، مصنف ہدایہ اسے آرام دہ بتلاتے ہیں مصنف ذخیرہ اسی پر فتویٰ بتلاتے ہیں، بعض احناف سو سال تک مدت مقرر کرتے ہیں بعض ایک سو بیس کی پچھلے حنفی ساٹھ سال، ابن الہمام، ۷۰ برس کی (ملاحظہ ہو رد المحتار مطبوعہ دارالکتب مصر جلد ثالث ص: ۳۶۲) (۲) اسی صفحہ میں لکھتے ہیں ”لوافقی بہ فی موضع الضرورة لا بأس بہ“ (۳) یعنی اگر ضرورت کے موقع پر چار سال انتظار کا اور اس کے بعد چار مہینے دس دن عدت گزار کر نکاح کر لینے کا حکم بھی دیا جائے تو کوئی حرج نہیں، ان کے علاوہ اور بھی بہت سے اقوال ہیں، مثلاً قاضی کو اختیار ہے اور امام کو اختیار ہے اور موقوف ہے جگہ پر اور زمانہ پر اور غلبہ ظن پر وغیرہ وغیرہ۔

مقلد دوستو! یہ مقلدی ہے یا غیر مقلدی ٹھیک اسی طرح پانی کی ناپاکی کا مسئلہ، عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ ص: ۸۶ میں ہے ”قال ابو حنیفۃ فی ظاہر

(۱) اس کے بعد عبارت یہ ہے ”الاستیجار الی تعلیم القرآن الیوم لانه ظہر التوائی فی الامور الدینیۃ فی الامتاع یضیع حفظ القرآن وعلیہ الفتویٰ۔ ایضاً

(۲) رد المحتار ج ۶ ص: ۳۶۲

(۳) رد المحتار ج ۶ ص: ۳۶۱

شافعی ہو جائے اسے تعزیر ماری جائے کیوں جناب! جب چاروں مذاہب برحق ہیں پھر حق کو قبول کرنے سے سزا کیسے؟

پس بھائیو! چکنی چڑی اور سطحی باتوں میں نہ آؤ، دین کا معاملہ ہے جس کا کام کل قیامت کے دن پڑے گا سوچ سمجھ کر اپنی غلطیوں کی اصلاح آج ہی کر لو، سچا مذہب صرف وہی ہے جس میں رسول خدا ﷺ کی حدیثوں اور خدائے واحد کی کتاب کے سوا تیسری چیز قابل عمل و عقیدہ مستقل طور پر ہے ہی نہیں، اور یہی مذہب اہل حدیث محمدیوں کا ہے اور اسی روش پر رسول خدا ﷺ اپنی امت کو چھوڑ کر گئے تھے جواب تک بحمد اللہ ظاہر ہے۔

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے کہے دیتی ہے شوخی نقش پاکی یہ ہے عملی تقلید جو کتابی تقلید کی رو سے غیر مقلدی ہے، پس اگر اس کا نام تقلید ہے کہ جو حدیث رسول سے ثابت ہوا ہے مانا جائے اگرچہ وہ فرمان امام کے خلاف ہو، تو پھر آج ہمیں جو غیر مقلد کہا جاتا ہے یہ صریح ظلم، کھلا جھوٹ اور نری بے حیائی ہے اور اگر اس کا نام تقلید کہ جو کچھ امام نے کہا آنکھیں بند کر کے اسے تسلیم کرتے چلے جائیں، دلیل یعنی قرآن و حدیث کی طرف نظر بھی نہ ڈالیں، تو یہ حضرات غیر مقلد ہیں، ان میں سے ایک بھی اس قسم کی تقلید نہیں کرتا نہ ابو یوسف، نہ محمد نہ زفر نہ ان کے بعد کے فقہاء اور معضنین بلکہ نہ آج کل کے علماء مقلدین۔

یاروں نے گوانا الحق اس منہ سے بول دیکھا

ہیں سر حق سے غافل سب کو ٹٹول دیکھا

چنانچہ حنفی مذہب کی معتبر کتاب ہدایہ فاروقی جلد ثالث ۲۸۷ میں ہے (۱) ”ولا الاستیجار علی الاذان والحج وکذا الامامة وتعلیم القرآن

الروایۃ يعتبر فيه اكبر رأى المبطلی“ (۱) یعنی امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے کہ استعمال کرنے والے کے غالب گمان کا اعتبار ہے (پانی کی کوئی حد مقرر نہیں) لیکن حنفی مذہب مقلدوں نے اسے نہیں مانا انھوں نے حد مقرر کی چنانچہ عمدۃ الرعاۃ جلد اول ص: ۸۶ میں ہے ”منہم من جعل الكثير [الكبير] ما كان بقدر ثمان في ثمان وما عداه قليلا ومنهم من اختار خمسة عشر واختار جمع من اصحابنا التقدير بعشر في عشر وافتوا به“ (۲) یعنی بعض کے نزدیک آٹھ ہاتھ لبا آٹھ ہاتھ چوڑا حوض ہونا چاہئے بعض نے بارہ بارہ ہاتھ کہا ہے، بعض پندرہ پندرہ، ایک جماعت نے دس دس، اور اسی پر فتویٰ دیا ہے،

حقو! بتلاویہ تقلید ہے یا غیر تقلید؟

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا جو چیرا تو نکلا وہ گاجر کا چھلکا امام ابو حنیفہ کا قول ہے کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ فرض ہے، لیکن طحاوی مصطفائی جلد اول ص: ۳۳ میں ہے (۳) ”لا زکوۃ فی الخیل..... هذا قول ابی یوسف ومحمد وهو احب القولین الینا“ یعنی ابو یوسف اور محمد کہتے ہیں گھوڑوں میں زکوٰۃ نہیں، انہیں کا قول ہمیں بھی پسند ہے، اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے ”الفتویٰ علی قولہما“ (۴) یعنی فتویٰ امام صاحب کے قول کے خلاف ہے۔

(۱) عمدۃ الرعاۃ حاشیہ شرح وقایہ حاشیہ نمبر (۱) ص: ۸۰۔ پھر اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”ان غلب علی ظنہ بحيث تصل النجاسة الى الجانب الآخر لا يجوز الوضوء منه والا جاز“

(۲) عمدۃ الرعاۃ ص: ۸۰ اور فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص: ۱۹ میں ہے ان الكثير ما استكثر الناظر۔

(۳) ملاحظہ ہو شرح معانی الآثار ج ۱ ص: ۳۴۳۔ پوری عبارت اس طرح ہے ”لا زکوۃ فی الخیل کما لا زکوۃ فی الحمیر والبقال وهذا قول ابی یوسف ومحمد وهو احب القولین الینا۔“

(۴) فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص: ۱۱۶۔ صفحہ ۶۵۲۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص: ۲۹۰۔

کہو مقلد بھائیو! یہ تقلید ہے یا عدم تقلید؟ اسی کتاب کے ص: ۳۱۶ پر لکھا ہے کہ **ضرب** یعنی گوہ (ایک جانور) کا کھانا امام ابو حنیفہ ابو یوسف اور محمد تینوں کے نزدیک مکروہ ہے (۱) لیکن اس سے اگلے صفحے پر لکھتے ہیں ”لابأس باكل الضرب وهو القول عندنا“ (۲) یعنی اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں، ہمارے نزدیک صحیح بات یہی ہے، کہو خفیو! یہ تقلید شخصی ہے یا ترک تقلید؟ رد المحتار جلد ثالث مصری مطبوعہ دار الکتب ص: ۳۶۲ (۳) پر لکھتے ہیں کہ ایک عورت عدت میں ہے اسے خون حیض پہلی مرتبہ تین دن تک آیا پھر نہیں آیا تو امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں جب تک تین حیض نہ آجائے بیٹھی رہے اگرچہ سالہا سال گزر جائیں، لیکن حنفی مذہب کی معتبر کتاب فتاویٰ بزاز یہ میں ہے (۴) ”الفتویٰ فی زماننا علی قول مالک“ یعنی ہمارے زمانے میں فتویٰ امام مالک کے قول پر ہے یعنی ۹ مہینے تک عدت میں رہے پھر عدت سے باہر۔ کہو مقلد دوستو! تقلید شخصی یہاں کیا ہوئی؟ ہدایہ فاروقی جلد ۲ ص: ۳۱۵ کتاب المساقاۃ میں ہے ”قال ابو حنیفۃ المساقاۃ بجزء من التمر باطلۃ“ (۵) یعنی امام صاحب فرماتے ہیں کھجوروں کا کچھ حصہ مقرر کر کے باغ کو پانی پلانا اور خدمت کرنا باطل و ناجائز ہے۔ آگے چل کر اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ہے ”جائزۃ“ یعنی یہ جائز ہے۔ دوستو! کیا اب بھی تقلید باقی رہ گئی؟

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام

وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

دو چار آدمی شرکت میں کھیتی کریں تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک ناجائز ہے

(۱) قد کرہ قوم اكل الضرب منهم ابو حنیفۃ و ابو یوسف ومحمد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۲ ص: ۲۸۹

(۲) شرح معانی الآثار ج ۲ ص: ۲۹۱ (۳) رد المحتار ج ۶ ص: ۲۶۱

(۴) بحوالہ شامی ج ۶ ص: ۲۶۱ (۵) ہدایہ ج ۲ ص: ۳۳۱

ملاحظہ ہو ہدایہ فاروقی جلد ۴ ص: ۴۰۸ اور ۴۰۹ پر لکھتے ہیں "الا ان الفتوی علی قولہما" (۱) یعنی ہم اسے نہیں مانتے فتوی اس کے برخلاف ہے یعنی مزارعت جائز ہے کہو خفیو! یہ حقیقت ہے یا کچھ اور؟

یہ چند مسائل ہی نہیں بلکہ شامی جلد ۲ ص: ۵۸۴ میں اصول ہے کہ "اذا لم یوجد فی مذہب الامام قول فی مسئلۃ یرجع الی مذہب مالک" (۲) یعنی ضرورت کے وقت امام مالک کے مذہب پر عمل کر لے (۳) اب کہتے تقلید شخصی یہاں کیا ہوئی؟ درمختار مصری جلد ۳ ص: ۳۹۲ میں ہے "عندہ جائزۃ غیر لازم" (۴) یعنی وقف امام صاحب کے نزدیک جائز ہے لیکن لازم نہیں، پھر اسی صفحہ میں لکھتے ہیں "فیلزم فلا یجوز لہ ابطالہ ولا یورث عنہ وعلیہ الفتوی" کہ فتوی اس کے برخلاف ہے یعنی جائز بھی ہے اور لازم بھی، فرمائیے تقلید شخصی رہی یا گئی؟ اسی طرح بیسیوں مسائل ہیں جہاں خفیوں نے اپنے امام کے قول کو ترک کر دیا ہے، (۵) پس دراصل تقلید شخصی ایک

(۱) ہدایہ ج ۴ ص: ۲۵-۲۲۳

(۲) شامی ج ۵ ص: ۴۲

(۳) صرف امام مالک کے قول پر ہی نہیں بلکہ بوقت ضرورت امام شافعی کے قول پر بھی فتوی دینا امر خفیہ کے نزدیک جائز ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مجموعہ فتاوی عبدالحی لکھنوی ص: ۱۲۰ و صفحہ ۳۳۳ مطبع یوسفی لکھنؤ

(۴) درمختار ج ۱ ص: ۳۷۷

(۵) چند مسائل ملاحظہ فرمائیے

☆ اگر جو رہن موئے ہوں لیکن متعلین یا مجلدین نہ ہوں تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان پر مسح جائز نہیں ہے، اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے، اور فتوی صاحبین کے قول پر ہے۔ شرح وقایہ ج ۱ ص: ۱۰۱ باب المسح علی الخفین۔

☆ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بلا نظر صرف ناک سے سجدہ کرنے پر اکتفاء جائز ہے لیکن صاحبین کو اس سے اختلاف ہے اور فتوی صاحبین کے قول پر ہے۔ شرح وقایہ ج ۱ ص: ۱۳۰ باب صفۃ الصلوۃ ☆ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مدت نسب کا اعتبار وقت نکاح سے ہے اور امام محمد کے نزدیک وقت دخول سے اور فتوی امام محمد کے قول پر ہے۔ ہدایہ ج ۲ کتاب النکاح باب المہر =

ایسا لفظ ہے جس کے کچھ معنی نہیں ایک ایسی چیز ہے جو لفظوں میں ہیبت ناک لیکن دراصل وجود اُسے ہی نہیں، ایک آرزو ہے جس کی طرف ہاتھ بڑھتے ہیں اور واقعے میں وہ کوئی چیز نہیں۔

جی چاہتا ہے ابروئے پر خم کو دیکھنا
اس حوصلے کو دیکھنا اور ہم کو دیکھنا

☆ امام صاحب کے نزدیک کسی مکان میں اوپر رہنے والے کو تصرف کا حق نہیں اور نیچے رہنے والے کو تصرف کا حق ہے امام ابو یوسف کے نزدیک دونوں کو حق ہے بشرطیکہ کسی کو تکلیف نہ ہو امام محمد کہتے ہیں اختلاف موسم کی وجہ سے منفعت بدل جاتی ہے لہذا قیمت کے بغیر برابری ممکن نہیں "والفتویٰ الیوم علی قول محمد" آج کل امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔ ہدایہ ج ۴ کتاب القسمة فصل فی کیفیۃ القسمة۔ امام صاحب اور صاحبین کا مذہب ہے کہ وکیل بالخصوصۃ قبضہ کرنے کا بھی وکیل ہوگا۔ اور امام زفر کے نزدیک وکیل بالخصوصۃ وکیل بالقبض نہیں ہوگا والفتویٰ الیوم علی قول زفر آج کل فتویٰ امام زفر کے قول پر ہے۔ ہدایہ ج ۳ ص: ۱۹۳ باب الوکالۃ بالخصوصۃ والقبض۔

☆ علماء ثلاثہ کے نزدیک روٹی کو گندم اور آٹے کے عوض متفاضلاً بیچنا جائز ہے۔

☆ اور امام ابوحنیفہ کہتے ہیں لاخیر فیہ یعنی روٹی کی بیع گندم و آٹے کے عوض بالکل ناجائز ہے اور فتویٰ علماء ثلاثہ کے قول پر ہے۔ ہدایہ ج ۳ ص: ۸۵ باب الربو

☆ امام صاحب کے نزدیک وقف لازم نہیں اگر چہ اپنی مدت کے ساتھ معلق کرے اور صاحبین کے نزدیک وقف بہر حال لازم ہے۔ وعلیہ الفتوی یعنی فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ شرح وقایہ ج ۲ ص: ۳۵۱ کتاب الوقف

☆ مجمع الانہر ج ۲ ص: ۴۶۷ میں ہے کہ ثبوت شفعہ سے پہلے حیلہ کرنے میں امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے۔ بحوالہ اشرف الہدایہ ج ۳ ص: ۱۱۸ ناشر مکتبہ تھانوی دیوبند۔

☆ اذان، حج، اقامت اور تعلیم قرآن وقفہ پر اجرت لینا امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں ہے لیکن بعض مشائخ کا خیال ہے کہ دور حاضر میں تعلیم قرآن پر اجرت لینا بہتر ہے۔ کیونکہ عدم جواز کے فتویٰ کی صورت میں قرآن سے بے رغبتی عام ہو جائے گی وعلیہ الفتوی یعنی فتویٰ بعض مشائخ کے قول پر ہے۔ ہدایہ ج ۳ ص: ۳۰۳ باب الاجارۃ الفاسدۃ۔

فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مطبوعہ مصر ۳۹۸ میں ہے "لا یسعی عن الغلام ولا عن الجارية وانه اشارة الى الکراهية" (۱) یعنی لڑکے اور لڑکی کا عقیقہ نہ کرے اس میں اشارہ ہے عقیقہ کے مکروہ ہونے کی طرف، پس اصل مذہب میں مکروہ ہے لیکن آج تمام حنفی اپنے مذہب کے خلاف کر رہے ہیں، عام طور پر ہر ایک حنفی کے ہاں عقیقہ ہوتا ہے اور اسے جائز بلکہ مسنون سمجھتے ہیں (۲)، فتاویٰ بزاز یہ جلد ۳ بر حاشیہ عالمگیری مطبوعہ مصر ص: ۲۸ میں ہے "وان ماتت بحر الماء او برده فعن الامام انها لاتوکل" (۳) یعنی پانی کی گرمی یا دھکوں سے مری ہوئی مچھلی نہ کھانی چاہئے، امام ابو حنیفہ کا یہی فرمان ہے، لیکن آگے چل کر اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ہے "عامۃ المشائخ علیٰ انها توکل" یعنی حنفی مذہب کے عام مشائخ کا فتویٰ امام صاحب کے قول کے خلاف ہے، وہ کہتے ہیں ایسی مچھلی حلال طیب ہے شوق سے کھالے، (۴) سنا آپ نے امام صاحب جسے حرام کہیں فقہاء اسے حلال کہیں اب فرمائیے! کیا تقلید شخصی اسی کا نام ہے؟

عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصری ص: ۶۳ فی الاستسقاء میں ہے "قال ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ لیس فی الاستسقاء صلوٰۃ مسنونۃ فی

(۱) فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص: ۳۶۲ مکتبہ رشیدیہ پاکستان

(۲) فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص: ۳۶۲ میں ہے "و ذکر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی العقیقۃ فمن شاء فعل ومن شاء لم یفعل وهذا یشیر الی الاباحۃ فیمنع کونہا سنۃ۔

(۳) ملاحظہ ہو فتاویٰ بزاز ج ۳ بر حاشیہ عالمگیری ص: ۳۰۱

(۴) فتاویٰ خانہ ج ۴ ص: ۷۵۱ کتاب الصيد والذبائح میں یہ مسئلہ اس طرح موجود ہے "وان ماتت السمکۃ فی الماء بحر الماء او برده لم یدکر هذا فی الكتاب قال عامۃ المشائخ لا بأس باکلها لانہا ماتت بأفۃ فتحل کما لو وجدھا فی بطن سمکۃ وروی الحسن عن ابی حنیفۃ انہا لاتوکل کالطافی وعن محمد انہا توکل لانہا ماتت بأفۃ وقال الفقیہ ابواللیث ما قالہ المشائخ اعجب الی۔

جماعۃ" (۱) یعنی بارش طلب کرتے وقت جماعت سے نماز پڑھنی مسنون نہیں یہ تو ہے امام صاحب کا مذہب۔ اب تقلید کا منشاء یہ تھا کہ اس نماز کو غیر مسنون ہی کہا جائے لیکن فقہاء نے اس مسئلہ میں بھی امام صاحب کی تقلید کو دور ڈال دی ہے، اسی کتاب کے اسی صفحہ میں لکھتے ہیں [قالا] "یخرج الامام ویصلی بہم رکعتین بجہر فیہما بالقراءۃ" یعنی [امام ابو یوسف اور محمد کا قول ہے] کہ یہ نماز جماعت سے پڑھیں امام جماعت کرائے اور اونچی آواز سے قرأت پڑھے۔ دوستو! کیوں وہ دعویٰ کرو جس پر ایک دم بھی ٹھیر نہ سکو۔

انگڑائیاں بھی لینی نہ پائے اٹھا کے ہاتھ

دیکھا مجھے تو چھوڑ دیئے مسکرا کے ہاتھ

عالمگیری مصری جلد اول ص: ۱۳ میں ہے مرد و عورت ننگے ہو کر اگر..... ملائیں تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے "ففیہ الوضوء فی قول ابی حنیفۃ و ابی یوسف" لیکن اسی صفحہ میں اس کے ساتھ ہی لکھتے ہیں "لا وضوء علیہ وهو القیاس" یعنی اس پر وضو نہیں قیاس یہی ہے پھر لکھتے ہیں "وعلیہ الفتویٰ" یعنی فتویٰ بھی اس پر ہے۔ (۲)

کہو مقلد دوستو! کیا اب بھی آپ مقلد رہے کہ امام صاحب تو فرماتے ہیں وضو گیا آپ کہیں نہیں ٹوٹا، میں کہوں گا کہ عملاً تو تقلید کا نام نشان بھی نہ رہا یہ اور بات ہے کہ زبانی جمع خرچ کم نہ ہو۔

زخم دل میں نہیں ہے قطرہ خوں = خوب ہم نے دبا کے دیکھ لیا

(۱) فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص: ۱۵۳

(۲) عالمگیری ج ۱ ص: ۸ الفاظ یہ ہیں "اذا باشر امرأۃ مباشرة فاحشة بتجرد وانتشار وملاقاة الفرج ففیہ الوضوء فی قول ابی حنیفۃ و ابی یوسف استحساناً وقال محمد لا وضوء علیہ وهو القیاس کذا فی المحيط و فی النصاب وصحیح و فی البنایع و علیہ الفتویٰ کذا فی التارخاۃ۔

اسی کتاب کے ص: ۱۹ میں ہے کہ اونٹ اور بکری کی میٹنیاں اگر کنویں میں پڑ جائیں تو کنوئیں کا پانی پاک ہے لیکن اگر زیادہ پڑ جائیں تو پانی فاسد ہو جائے گا (۱) اب زیادہ مقدار میں حضرت امام صاحب تو فرماتے ہیں "ان الکثیر ما استکثره الناظر" یعنی زیادتی وہ ہے جسے دیکھنے والا زیادہ سمجھے، غرض امام صاحب کے نزدیک زیادتی کی کوئی مقدار معین نہیں، جب دیکھنے والا سمجھ لے کہ زیادہ ہیں تو یہ حکم ہوگا، لیکن مقلدین امام صاحب فرماتے ہیں "مالا یخلو منه دلو" (۲) یعنی زیادہ وہ ہے کہ جب پانی کھینچیں تو کوئی ڈول میکیوں بغیر کا نہ آئے، فرمائیے یہ پختہ اور کھلی غیر مقلدی ہے یا نہیں؟ کہ جس چیز کی حد بندی امام صاحب نے نہ کی ہو آپ کریں اسی کتاب کی اسی جلد کے ص: ۵۱ میں ہے "عند ابی حنیفۃ یغسل دبرہ اولاً ثم یغسل قبلہ بعدہ" (۳) یعنی امام صاحب فرماتے ہیں استنجا کرتے وقت پہلے پاخانہ کی جگہ دھوئے پھر پیشاب گاہ، لیکن مقلد اپنے امام کی اس بات کو نہیں مانتے اسی جگہ لکھتے ہیں "یغسل قبلہ اولاً" یعنی اس کے خلاف کرے، کہو تقلید کہاں رنو چکر ہوگئی؟ اسی کتاب کے ص: ۵۳ میں ہے "البیاض التی یلی الحمرة" (۴) یعنی امام صاحب فرماتے ہیں سورج کے غروب ہو جانے کے بعد جو سرخی ظاہر ہوتی ہے اس کے بعد جو سفیدی نمایاں ہوتی ہے اس کے ہٹ جانے تک مغرب کا وقت رہتا ہے لیکن اسی صفحہ میں امام صاحب کے اس مسئلہ کو رد کر دیا ہے اور لکھا ہے "هو الحمرة" یعنی سرخی

(۱) عالمگیری ج ۱ ص: ۱۲ وبعرا لابل والغنم اذا وقع فی البئر لایة سد مالم یكثر حنکذا فی فتاویٰ قاضی خان

(۲) مالا یخلو منه دلو والقلیل بخلافہ آگے لکھتے ہیں وفی الجامع الصغیر الصحیح الہ لافرق بین الصحیح والمنکسر والرطب والیابس ولا فرق بین الروث والنخی والبعر حکذا فی الہدایۃ (ایضاً)

(۳) عالمگیری ج ۱ ص: ۳۰

(۴) عالمگیری ج ۱ ص: ۳۲

کے جاتے ہی مغرب کا وقت جاتا رہا، اس غیر مقلدی کو آپ نے دیکھا امام صاحب کہیں مغرب کا وقت ہے، یہ کہیں نہیں ہے۔

فتاویٰ خانیہ میں ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی تھی کہ میں جس عورت سے نکاح کروں اس پر طلاق ہے پھر وہ نکاح کرتا ہے تو اسے جائز ہے کہ شافعی مفتی کے اس فتوے پر بھی عمل کر لے کہ یہ قسم باطل ہے عورت سے نکاح باقی ہے، لیکن حنفی مذہب اس کے برخلاف ہے۔ (۱)

فتاویٰ عالمگیری مصری جلد اول ص: ۲۱۳ میں ہے "ویکسرہ صوم متہ من شوال عند ابی حنیفۃ" (۲) یعنی شوال کے چھ روزے (شش عید کے) رکھنے امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہیں۔

برادران! اب سوچو کہ آج ہندوستان کے تمام احناف ان روزوں کو رکھتے ہیں اور جائز اور سنت جان کر، پس جس طرح ان تمام مسائل میں تقلید شخصی کو تمام اگلے پچھلے حنفیوں نے چھوڑ دی ہے، اہل حدیث چاہتے ہیں کہ اسی طرح بقیہ دین میں بھی تقلید شخصی کے محدود دائرے سے نکل جائیں اور قرآن و حدیث کے وسیع اور صاف میدانوں میں آجائیں۔

دوستو! اس راہ نہ چلو جو کوفے کو جائے اس راہ چلو جو سیدھی مدینے کو جائے اور وہاں سے رسول کی انگلی تھام کر جنت کے سیدھے راستے پر لگ جاؤ انصاف کیجئے ہماری اس دعوت میں کیا برائی ہے؟

اداسے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا = بس اک نگاہ پہ ٹھیرا ہے فیصلہ دل کا یہ سب کچھ تو آپ نے دیکھ سن لیا اب میں ایک اور بات آپ کو بتاؤں کہ حنفیوں نے نہ صرف اپنے حنفی مذہب کے خلاف بلکہ چاروں مذہبوں کے خلاف بھی فتوے دیئے ہیں۔ چنانچہ مسلم اور اس کی شرح میں ہے "ان المتأخرین افتوا

(۱) فتاویٰ قاضی خان ج ۲ ص: ۲۲۵

(۲) عالمگیری ج ۱ ص: ۱۲۹

بتحلیف الشہود اقامہ له موقع التزکیۃ علی مذہب ابن ابی لیلیٰ " یعنی متاخرین فقہاء حنفیہ نے بمطابق ابن ابی لیلیٰ کے مذہب کے فتویٰ دیا ہے کہ گواہوں کو ان کی صفائی کے قائم مقام قسم دلوادی جائے، دراصل یہ مسئلہ چاروں مذاہب کے خلاف ہے لیکن احناف اسے مانتے ہیں اور تمام پچھلے فقہاء کا یہی فتویٰ ہے، بلکہ شرح تحریر ابن ہمام صاحب فتح القدیر میں ہے "فان وصل فتویٰ سفیان ابن عیینہ او مالک ابن دینار او غیرہم یجوز الاخذ بہ کما یجوز الاخذ بفتویٰ الانتمۃ الاربعۃ" یعنی اگر سفیان بن عیینہ اور مالک بن دینار وغیرہ کا کوئی فتویٰ ہمیں ملے تو اسے لینا بھی جائز ہے جس طرح ان چاروں ائمہ کا فتویٰ لینا جائز ہے، پس چاروں مذاہبوں سے آزاد ہو کر چاروں اماموں کے علاوہ اوروں کے فتاویٰ پر بھی عمل جائز ہو گیا، بلکہ عمل کیا گیا ہے اور گویا حنفی مذہب سے صاف کہہ دیا گیا۔

گر تم نہیں تو اور بت نہ جیں سہی = ہم کو تو دل لگی سے غصہ ہے کہیں سہی **الغرض** تقلید کی یہ حائل شدہ بے بنیاد دیواریں دراصل ہلکی سی ہوا کے ایک یونہی سے جھونکے سے اونٹنی گر پڑیں گی اور ذرا نیز ہوئی تو اس کی خیالی اینٹیں تنکوں کی طرح اڑتی ہوئی نظر آئیں گی اس لئے مسلمانوں سے اپیل ہے کہ سب مل کر سنت نبوی پر عمل کریں، اور ان بادیہوائی باتوں سے دور ہو جائیں

چلتے چلتے ذرا ایک بات اور بھی سنتے جائیے جو لوگ آج کل اپنے تئیں حنفی کہلاتے ہیں، یہ حنفی کہلاتا بھی تقلید کے سراسر خلاف ہے فقہ کی کسی کتاب میں حضرت امام ابوحنیفہؒ سے منقول نہیں کہ لوگ نبی کریم ﷺ کی طرف سے اپنی نسبت ہٹالیں، اور اس کے بدلے میری طرف اپنی نسبت کر لیں اور بجائے محمدی کہلانے کے حنفی کہلوائیں، آؤ سب مل کر شرک و کفر، قبر پرستی، تعزیہ پرستی، مخلوق پرستی، امام پرستی کو چھوڑ دیں اور تو حید خداوندی پر مضبوط ہو جائیں، دنیا کے تمام دینوں کو چھوڑ کر اسلام قبول کر کے مسلمان کہلوائیں، سب مل کر امتیوں کی

تا بعداری کے طوق گردن سے اتار پھینکیں اور حدیث رسول پر عمل کریں اور اہل حدیث کہلوائیں سب مل کر اوروں کی طرف سے اپنی نسبت ہٹالیں اور اپنے رسول ﷺ کی طرف اپنی نسبت کر لیں اور محمدی کہلوائیں وفقنا اللہ لما سجد ویرضاه ما یصلیم نالاں گلزار ما محمد = مانر کسیم حیران دیدار ما محمد قمری بہ سروناز و بلبل بہ گل فریبد = ماعا شقیم بے جاں دلدار ما محمد مسلمان بھائیو! آذ میں تمہیں ایک چھوٹی سی بات کہوں کہ تم ان جھگڑوں سے چھوٹ جاؤ ذرا خدا لگی کہنا کہ کیا یہ اچھا ہے کہ تم کسی مسئلہ کو پوچھنے کو جاؤ تو کسی عالم سے یہ پوچھو کہ فلاں مسئلے میں امام ابوحنیفہؒ کا کیا حکم ہے؟ یا یہ اچھا ہے کہ آپ جا کر ان سے یہ دریافت کریں کہ فلاں مسئلے میں رسول اللہ ﷺ کا کیا حکم ہے؟ بس اتنی سی بات ہے کہ مقلد اپنے امام کا قول پوچھتا ہے اور محقق رسول مقبول ﷺ کا حکم دریافت کرتا ہے، اب تمہیں جو چیز بھلی معلوم ہو کرو، جو سوال اچھا لگے پوچھو! ان تمام باتوں کے ساتھ ہی یہ کہہ دوں کہ دارو مدار حنفی مذہب کا فقہ کی جن کتابوں پر ہے لطف تو یہ ہے کہ وہ کتابیں بھی صرف امام صاحب کے ہی اقوال بیان نہیں کرتیں بلکہ وہ ادھر ادھر کے تیرے میرے اقوال سے پر ہیں۔ دعویٰ تو تقلید شخصی کا ہے مگر عمل تقلید شخصی پر نہیں بلکہ جن کتابوں پر عمل ہے وہ ایک امام صاحب کے ہی اقوال کا مجموعہ نہیں اس میں تو بلا مبالغہ سیکڑوں لوگوں کے اقوال ہیں۔ حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور عالم کتاب حجۃ اللہ البالغہ ص: ۱۲۸ جلد اول میں لکھتے ہیں "انسی وجدت بعضهم یزعم ان جمیع ما یوجد فی هذه الشروح الطویلة و کتب الفتاوی الضخمة هو قول ابی حنیفہ وصاحبہ..... ولیس مذہباً فی الحقیۃ" (۱) یعنی لوگوں کا یہ خیال بھی ہے کہ فقہ کی ان ضخیم اور طویل کتابوں میں جتنے مسائل ہیں وہ سب امام صاحب اور ان کے دونوں شاگردوں کے ہیں، حالانکہ یہ بات

(۱) حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص: ۱۶۰. المکتبۃ الاشرفیہ دیوبند

بالکل غلط ہے فی الحقیقت یہ سب مسائل ان حضرات کے نہیں ہیں، بلکہ شاہ صاحب موصوف اسی کتاب کے اسی صفحہ میں اصول فقہ اور فقہ کی کتابوں کی نسبت اس سے بھی سخت ریمارک کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں "بعضہم یزعم ان بناء المذہب علی هذه المحاورات الجدلیة المذكورة فی مبسوط السرخسی والہدایة والتبیین ونحو ذلك ولا یعلم ان اول من اظهر ذلك فیہم المعتزلة" یعنی بعض لوگ جانتے ہیں کہ کتب فقہ مثلاً مبسوط اور ہدایہ اور تبیین وغیرہ میں جو لمبی چوڑی بحثیں، مسائل اور اصول ہیں وہ حنفی مذہب کی بنا ہیں، حالانکہ یہ خیال لاعلمی پر مبنی ہے بلکہ اول اول ان باتوں کو معتزلہ نے ظاہر کیا ہے (جو حنفی مذہب میں داخل ہو گئی ہیں) انصاف ص: ۸۴ میں شاہ صاحب اصول فقہ کی نسبت لکھتے ہیں کہ اکثر لوگ انہیں امام صاحب کے اصول مانتے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے (۱) پس خود مسائل کی نسبت بھی غلط اور ان کے اصول کی نسبت بھی غلط، پھر ان کے ماننے پر اتنا اصرار، یہ نری بے خبری نہیں تو اور کیا ہے؟

ہنوز طفلی داز نوش و نیش بے خبری = زحسن ماچہ از حسن خویش بے خبری چونکہ مندرجہ بالا عبارتوں میں شاہ صاحب نے تشریح کی ہے کہ کتب فقہ حنفیہ میں جو اقوال ہیں وہ صرف تینوں اماموں ہی کے نہیں، بلکہ اور بزرگوں کے بھی ہیں، میں اسے قدرے تفصیل سے لکھتا ہوں سنئے! پھر مقلدین کے تقلید شخصی کے دعوے پر غور کیجئے۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ تقلید شخصی کے درخت پر پہلا کلبھاڑا ان ہی حضرات کا پڑ رہا ہے۔

حنفیہ کے مسائل کی تین قسمیں ہیں

- ۱۔ مسائل اصول۔ جن سے مراد امام ابو حنیفہ، ابو یوسف، محمد، زفر، حسن بن زیاد، وغیرہ وہ لوگ جو امام صاحب کے شاگرد تھے ان سب کے احکام۔
- ۲۔ مسائل نوادر۔ یہی مروی تو انہیں حضرات سے ہو گئے، احکام انہیں کے ہو گئے، رائے قیاس کرنے والے ان کے بھی یہی بزرگ ہیں لیکن ان کی روایات ایسی ظاہر اور ثابت اور صحیح نہیں، جیسی قسم اول کی تھیں۔
- ۳۔ واقعات۔ یہ وہ مسائل ہیں جن کو ان کے بعد والے مجتہدوں نے استنباط کیا ان سے سوالات ہوئے اور کوئی روایت ان کے جواب میں امام صاحب سے مروی نہ تھی تو اس جماعت نے قیاس اور استنباط کر کے اپنی رائے سے وہ مسائل بیان کئے، اس جماعت کا حلقہ بہت وسیع ہے، اس گروہ میں امام صاحب کے شاگردوں کے شاگرد بھی داخل ہیں پھر ان کے شاگرد بھی داخل ہیں اور اسی طرح نیچے تک، ان میں سے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں

عصام بن یوسف، ابن رستم، محمد بن ساعد، ابوسلیمان جرجانی، ابو حفص بخاری، محمد بن مسلمہ، محمد بن مقاتل، نصیر بن یحییٰ، ابونصر، قاسم بن سلام وغیرہ، زبان پر نام تو امام ابو حنیفہ کا لیکن ایک کروٹ لیتے ہی امام صاحب کو جو چھوڑا تو ایسا کہ ایک چھوڑ کئی ہزار کئی لاکھ امام ابو حنیفہ بنا لئے۔

پہلو سے دو گھڑی جو سرکتے نہ تھے کبھی = گھبرا گئے وہ دفن میں تاخیر دیکھ کر میں نے جو کچھ لکھا ہے اس کے ثبوت میں سر دست ایک نہایت معتبر حوالہ مع عبارت نقل کردوں پھر اس کی نسبت ایک خاص بات عرض کروں گا، حنفی مذہب کی معتبر کتاب شامی ج ۱ ص: ۵۱ میں ہے "اعلم ان مسائل اصحابنا الحنفیة علی ثلاث طبقات الاولی مسائل الاصول — وہی

مسائل مرویة عن اصحاب المذہب وہم ابو حنیفہ و ابویوسف و محمد و یلحق بہم زفر و الحسن بن زیاد و غیرہما ممن اخذ عن الامام الثانیۃ مسائل النوادر وہی المرویۃ عن اصحابنا المذکورین لم ترو عن محمد بروایات ظاہرۃ ثابتۃ صحیحۃ الثالثۃ الوقعات وہی مسائل استنبطها المجتہدون المتأخرون لما سئلوا عنها ولم یجدوا فیہا روایۃ وہم اصحاب ابی یوسف و محمد و اصحاب اصحابہما و ہلم جرواہم کثیرون (۱) اس کا ترجمہ قریب قریب اوپر گزر چکا۔

اب آپ خیال فرمائیے کہ قسم اول کے مسائل امام صاحب کے ہیں اور ان کے شاگردوں کے جن کی تعداد خوش عقیدگی سے کبھی دس ہزار بتلائی جاتی ہے کبھی کم و بیش، حافظ ابوالحسن نے نو سو اٹھارہ شخص تو بقید نام و نسب شمار کر دیئے ہیں، پس کم سے کم ایک ہزار شخص تو یہ ہو گئے، قسم سوم میں چونکہ ان شاگردوں کے شاگردوں کے قیاسات اور اجتہاد و استنباط بھی حنفی مذہب میں داخل ہیں اس لئے اگر فی شاگرد کم از کم دس شاگرد بھی رکھے جائیں تو ایک ہزار کے دس ہزار شاگرد ہوئے، دس ہزار قسم سوم اور ایک ہزار قسم اول کے مل کر گیا، ہزار اشخاص وہ ہوئے جو حنفی مذہب کی مملکت کے آزاد فرمانروا ہیں اب پھر ان کے شاگرد ہر ایک کے دس دس رکھے جائیں تو دس ہزار کے ایک لاکھ شاگرد ہو گئے تو صرف ان تینوں پیڑھیوں میں ایک لاکھ گیارہ ہزار باتیان مذہب حنفی کی تعداد صحیح ہو گئی، لیکن اب تک ختم نہیں ہوئی بلکہ پھر ان کے شاگرد پھر ان کے شاگرد سلسلہ بہت دراز ہے اس مسلسل سلسلہ کی صرف پہلی تین کڑیوں کی تعداد کم از کم ایک لاکھ گیارہ ہزار تک تو پہنچ گئی اور حالانکہ ابھی اس کی درجنوں کڑیاں اچھونی ہیں، تقلید شخصی کا دعویٰ کرنے والو! آنکھیں کھولو! کیا یہ تقلید شخصی ہے یا تقلید لکھی یا کروڑی؟

الجبھا ہے پاؤں یا رکازلف دراز میں = لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا اور یہ بھی سمجھ لو کہ فقہ کی کتابوں میں صرف امام صاحب کے ہی اقوال نہیں بلکہ ان لاکھوں کروڑوں کے ہیں، پھر ایک پر لطف بات سنئے! یہ ضروری نہیں کہ امام صاحب سے جو مسئلہ بیان کرنا چھوٹ جائے اسے ان کے شاگرد بیا ن کر دیں اور وہ مان لیا جائے ان کے شاگردوں کی کمی کو شاگردان شاگرد پوری کریں اس کمی کو پھر بعد والے، ان کے پیچھے ان کے پیچھے والے، نہیں نہیں، بلکہ شاگردوں کو حق ہے کہ وہ امام صاحب کے خلاف کریں پھر ان کے شاگردوں کو حق ہے کہ وہ اپنے استادوں کے خلاف کریں، اسی طرح ہر نیچے والا اوپر والے کی مخالفت کرنے میں آزاد اور خود سر ہے، اور پھر لطف پر لطف یہ ہے کہ یہ بھی حنفی مذہب اور وہ بھی حنفی مذہب، یہ بھی حق وہ بھی حق، ایک کہتا ہے یہ حرام دوسرا کہتا ہے حلال، ایک اہے نکاح ہو گیا دوسرا کہتا نہیں ہوا، ایک کہتا ہے طلاق پڑ گئی دوسرا کہتا ہے نہیں پڑی، تو یہ بھی حنفی مذہب وہ بھی حنفی مذہب۔ یہ بھی حق وہ بھی حق حلال بھی ہمارا، حرام بھی ہمارا۔

شیشہ مئے بغل میں پنہاں ہے = اور پھر بھی دعویٰ ہے پارسائی کا اگر میری بات کڑوی لگتی ہے تو لیجئے اس کے منہ سے آپ کو سناؤں جو اس مذہب میں ایک نہایت ہی مقتدر اور ذیشان ہستی ہے یعنی علامہ ابن عابدین صاحب شامی۔ چنانچہ اسی کتاب میں جس کا حوالہ پہلے گذرا بلکہ اسی صفحہ میں اسی عبارت کے آگے وہ لکھتے ہیں ”وقد يتفق لهم ان يخالفوا اصحاب المذہب لدلائل واسباب ظہرت لهم“ (۱) یعنی یہ تیسری قسم کے اور تیسرے درجہ کے لوگ جن کی باتیں حنفی مذہب میں اسی طرح داخل ہیں جس طرح خود امام صاحب کی، یہ امام صاحب کے خلاف بھی مسائل بیان کرتے ہیں، جب ان پر دلائل کھل جاتے ہیں اور اسباب معلوم ہو جاتے ہیں (تو یہ قسم اول

دوم کے خلاف مسائل بیان کرتے ہیں۔ فتاویٰ دیتے ہیں اور وہ بھی حنفی مذہب میں قسم اول کی طرح داخل ہیں۔ اب ان تمام حقائق کو پردے میں کر کے یہ مشہور کرنا کہ ہم صرف امام صاحب ہی کی مانتے ہیں یہ کب تک چل سکے گا

خضاب پردہ پیری نمی شود صائب = منکر وحیلہ خزاں را بہار نتواں کرد
ناظرین نے معلوم کر لیا ہوگا کہ فی الواقع حنفی مذہب کے اماموں کی تعداد لاکھوں سے گزر گئی نہ صرف ایک حضرت امام ابوحنیفہؒ ہی کی تقلید ضروری رہی بلکہ ان کے ساتھ ان کے شاگردوں کی اور پھر ان کے شاگردوں کی، پھر ان کے شاگردوں کی اور اسی طرح مسلسل۔ لیکن آپ یہ خیال نہ فرمائیے کہ سوا اس سلسلہ کے اس حکومت کا حاکم کوئی اور نہیں، اس بادشاہت کے تخت پر سوا اس امتیاز کے کوئی اور نہیں بیٹھ سکتا، نہیں، بلکہ اس حق کے حقدار اور بھی ہیں، یہاں تک کہ آج کل کے علمائے کرام بھی کبھی کبھی تخت نشین ہو جایا کرتے ہیں اور جبراً نہیں بلکہ انہیں بھی حق دے رکھا ہے، چنانچہ اسی کتاب کے ص: ۵۳ میں ہے ”وان لم یوجد منهم جواب البتہ نصاً یبصر الحفتی فیہا نظر تامل وتدبر واجتہاد“ (۱) یعنی اگر تمام بزرگوں سے کسی مسئلہ کا جواب بالکل پایا ہی نہ جائے تو فتویٰ دینے والا خود اس میں غور و خوض اور اجتہاد کر لیا کرے، لیجئے جناب! اب تو اس کی وسعت نے شاید کسی مولوی عالم کو نہ چھوڑا۔

آپ ہی اپنے ذرا جو رستم کو دیکھو = ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی برا دران! میں نہایت ادب سے عرض کروں گا کہ مندرجہ بالا تحریر پڑھنے کے بعد بھی جو تمام دنیا کے حنفیوں کے نزدیک مسلم ہے اور کسی دوا یک مسئلہ میں نہیں بلکہ اصول کے اعتبار سے سارے حنفی مذہب کو شامل ہے، کیا کوئی حنفی ایمان داری سے یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں تقلید شخصی کرتا ہوں؟ صرف امام ابوحنیفہؒ ہی کا مقلد ہوں؟ یا وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ کتب فقہ میں جو مسائل ہیں وہ سارے کے سارے صرف امام

صاحب کے یا ان کے دونوں شاگردوں ہی کے ہیں؟ نہیں بلکہ وہ تو لاکھوں آدمیوں کے رائے قیاس کا مجموعہ ہے اور یہی شاہ ولی اللہ کا مقصود ہے کہ خدا جانے کن کن کے رائے قیاس اور اقوال کے مجموعہ کو امام صاحب کے سر تھوپا جاتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ حنفی مذہب کی ان فقہ کی کتابوں میں صرف امام صاحب ہی کے قول نہیں بلکہ کروڑوں لوگوں کے اقوال بے سند ہیں اور پھر اس مجموعہ کا نام حنفی مذہب ہے جو تقلید شخصی کے بھی منافی ہے اور ان کتابوں کے موضوع کے بھی مخالف ہے آپ بھی انہیں دیکھ جائیے کہیں علمائے بلخ کے فتاویٰ ہیں، کہیں علمائے سمرقند کے، کہیں علمائے ماوراء النہر کے، کہیں علمائے خراسان کے، باوجود ان مسلمہ اصول کے پھر بھی تقلید شخصی کا دعویٰ کہاں تک درست ہے؟ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”نظرت فی کتب لاصحاب ابی حنیفہ فاذا فیہا مائۃ و ثلاثون ورقۃ فقد رت منها ثمانین ورقۃ خلاف الکتاب والسنة“ (جز تاریخ خطیب بغدادی ص: ۱۳۳) (۱) میں نے حنفی کی کتابیں دیکھیں جو ایک سو تیس ورق کی تھیں تو میں نے ان میں سے اسی ورق کے مسائل قرآن و حدیث کے خلاف پائے، پس یہ مجموعے جہاں ہزار ہا لوگوں کے اقوال سے پر ہیں وہاں اسی طرح ہزار ہا غلطی سے بھی پر ہیں، پس اول تو ان مسائل کی نسبت غلط دوسرے خود مسائل غلط۔

بیٹھے اداس، اٹھے پریشاں خفا چلے = پوچھے تو کوئی آپ کیا آئے کیا چلے امام سبکیؒ طبقات شافعیہ کبریٰ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ”اما کتاب ابی حنیفہ فیقون کتاب اللہ ورسولہ وانما ہم مخالفون لہ“ یعنی لوگ امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں کو قرآن و حدیث کے مطابق کہتے ہیں حالانکہ دراصل سراسر خلاف ہیں، غرض قرآن و حدیث سے، ائمہ کے اقوال سے، صحابہ اور تابعین کے اقوال سے، خود حنفی مذہب کے اصول سے

حنفی مذہب فقہ کی کتابوں سے، حنفیوں کے طرز عمل سے، تقلید کا باطل ہونا پوری طرح ثابت ہو گیا۔

قرآن وحدیث تجھ کو بس ہے = ناحق تجھے اور کچھ ہوس ہے میں چاہتا ہوں کہ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی واضح کر دوں کہ ان کتابوں میں جن پر آج ہندوستان کے تقلیدی مذہب کا دار و مدار ہے، کیسے کچھ مسائل ہیں؟ اس مضمون کو میں بسط کے ساتھ اپنی کتاب درایت محمدی اور سیف محمدی وغیرہ میں لکھ چکا ہوں (۱) لیکن نمونہ کے طور پر یہاں بھی کچھ مسائل کتاب در مختار مع شامی سے نقل کرتا ہوں۔

اس کتاب کو بھی اگر حنفی مذہب کا بنیادی پتھر کہیں تو بالکل مناسب ہے، دنیا میں کوئی حنفی ایسا نہیں جو کہہ سکے کہ یہ حنفی مذہب کی کتاب نہیں، جو مسائل میں یہاں پر نقل کرتا ہوں وہ صرف نمونہ کے طور پر پچاس ہی ہیں۔ میں یہ بھی کہہ دوں کہ کوئی صاحب یہ خیال نہ کریں کہ غلط لکھ دیا ہوگا، تہمت باندھ دی ہوگی، یا کتاب میں کچھ ہوگا اور نقل کچھ کیا ہوگا ان تمام شکوک کو رفع کرنے کے لئے میں علی الاعلان دعوے سے کہتا ہوں ”بحولہ وقوتہ“ کہ اگر ان مسائل میں سے ایک مسئلہ بھی اس کتاب میں نہ ہو تو فی مسئلہ ایک سو روپیہ انعام در مختار جلد اول مطبوعہ دارالکتب مصر ص: ۸۵ (۲) میں مسواک کے احکام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

☆ ”ولا مضطجعاً فانہ یورث کبر الطحال“ یعنی لیٹے لیٹے مسواک نہ کرے اس سے تکی بڑھ جاتی ہے۔

☆ ”ولا یقبضہ فانہ یورث الباسور“ یعنی مسواک کو پکڑے نہیں (جس

(۱) سیف محمدی اور درایت محمدی جدید حوالہ جات اور مفید حواشی کے ساتھ ادارہ سے چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے اس کے علاوہ شیخ محمدی، امام محمدی، دلائل محمدی، نکاح محمدی بھی طبع ہو چکی ہے۔

(۲) در مختار ج ۱ ص ۲۱ (مطبوعہ زکریا بک ڈپو دیوبند)

طرح کسی اور چیز کو پکڑتے ہیں) اس سے بوا سیر ہو جاتی ہے۔

☆ ”ولا یمصہ فانہ یورث العمی“ یعنی مسواک کو چوسے نہیں کیونکہ مسواک چوسنے سے آدمی اندھا ہو جاتا ہے۔

☆ ”ثم یغسلہ والا یستاک الشیطان بہ“ یعنی مسواک کر کے پھر اسے دھو ڈالے، ورنہ اس سے شیطان مسواک کرنے لگتا ہے۔

☆ ”ولا یزاد علی الشبر والا فالشیطان یرکب علیہ“ یعنی مسواک ایک بالشت سے زیادہ نہ رکھے ورنہ اس پر شیطان سواری کرتا ہے

☆ ”ولا یضعہ بل ینصبہ والا فخطر الجنون“ یعنی مسواک کو رکھ نہ دے بلکہ اسے گاڑ دے ورنہ اس سے دیوانگی آ جاتی ہے، یعنی ایسا نہ کرنے سے انسان پاگل ہو جاتا ہے۔

برادران! کیا ان چھ مسائل کیلئے کوئی دلیل ہے؟ قرآن کی کوئی آیت، پیغمبر کی کوئی حدیث ایسی نہیں ہے جس میں یہ مسائل موجود ہوں، بلکہ حکمت اور طب کی کتابوں میں بھی ان کا پتہ نہیں چلتا، عقل و فہم سے ان باتوں کو دور کا بھی تعلق نہیں، بھلا شیطان لکڑی پر سواری کیا کرے گا؟ اگر شیطان نے ہماری شریعت کے ایک مسئلہ پر عمل کر لیا یعنی اس نے بھی مسواک کر لی تو ہمارا کیا بگڑے گا؟ فقہاء کرام کو دین خدا کے کامل ہو چکنے کے بعد ان مسائل کو از خود ایجاد کرنے کا کون سا منصب تھا؟ ان بے سند باتوں سے اسلام میں کون سی خوبی آگئی؟

زخم دل میں نہیں ہے قطرہ خوں = خوب ہم نے دیا کے دیکھ لیا

☆ اسی جلد کے ص: ۲۲۶ میں کن کن چیزوں سے نجاست دور ہو سکتی ہے ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے ”تطهر اصبع و ثدی تنجس بلحس ثلاثاً“ (۱) یعنی انگلی اور چھاتی نجس ہو گئی ہو تو تین مرتبہ جاٹ لینے سے پاک ہو جاتی ہے۔

اولاً تو یہ مسئلہ بے دلیل، قرآن وحدیث میں انگلی اور عورت کی چھاتی اگر ناپاک

(۱) ملاحظہ ہو فتاوی شامی ج ۱ ص ۵۱۰

ہوگئی ہو تو اس مسئلہ کی پاکیزگی کا یہ طریقہ ہرگز مردی نہیں، دوسرے خود طبع انسانی کے بھی یہ مسئلہ خلاف ہے، کوئی بھلا آدمی ہرگز اسے پسند نہ کرے گا کہ انگلی پر نجاست لگ گئی تو اسے چاٹ لے، نعوذ باللہ۔ تیسرے یہ تو نجاست کو متعدی کرنا ہے انگلی سنی تھی اب منہ کو سانا ایک نجاست کو دو جگہ پھیلا یا تیسرے پاکیزگی حاصل کہاں ہوئی؟ ایک نجس عضو سے دوسرے غیر نجس عضو کو بھی نجس کیا اور یہ خیال کر لیا کہ پہلا عضو پاک ہو گیا عقل سلیم بھی ہرگز اسے قبول نہیں کر سکتی۔

☆ پھر ص: ۲۳۵ میں لکھتے ہیں ”ویطهر لبن وعسل ودبس ودھن یغلی ثلاثاً“ (۱) یعنی دودھ شیرہ انگور اور تیل تین مرتبہ جوش دے لینے سے پاک ہو جاتے ہیں، اس مسئلہ کو بھی خوش اعتقادی کے جوش میں آ کر چاہے حنفی بھائی مان لیں لیکن ایک محقق ہرگز اسے قبول نہیں کر سکتا، بلکہ طبع سلیم بھی اسے نہیں مان سکتی، عقل انسانی بھی اسے باور نہیں کر سکتی، اور یہ مسئلہ حدیث کے بھی خلاف ہے حدیث شریف میں صاف موجود ہے کہ ایسی حالت میں ان جیسی چیزوں کو پھینک دینا چاہئے (ملاحظہ ہو احمد ابوداؤد وغیرہ) ”وان كان مائعاً فلا تقر به“ (۲) یعنی جب گھی میں چوہا پڑ جائے تو اگر..... گھی پگھلا ہوا ہے تو اس کے قریب بھی نہ جاؤ، یعنی اسے ہرگز نہ کھاؤ۔

دوستو! کیا آپ کا جی چاہے گا کہ آدھ سیر دودھ گھر میں رکھا ہوا ہے جس میں بلی پیشاب کر گئی یا کسی لڑکے نے اس میں پیشاب کر دیا تو آپ اس دودھ کو چولہے پر رکھ دیں اور جب تین مرتبہ اس میں ابال آجائے تو آپ اتار لیں اور پی لیں؟ میرا تو خیال ہے کہ آپ ہرگز ایسا نہیں کریں گے، پس یہ مسئلہ جہاں خلاف قرآن و حدیث ہے دلیل محض ہے وہاں طبع انسانی اور عقل سلیم کے بھی یکسر خلاف ہے، جبکہ چوہا جو اس قدر نجس بھی نہیں گھی میں جو بہنے والا ہے پڑنے پر حضور نے اس

(۱) ملاحظہ ہو شامی ج ۱ ص ۵۳۳

(۲) ابوداؤد ج ۲ ص ۵۳۷

گھی کا کھانا منع فرمادیا تو پھر ایک مسلمان اس صریح حدیث کے خلاف کیوں کرے گا؟

☆ اسی جلد کے ص: ۲۱۵ میں ہے ”واستقبال شمس وقمر لهما ای لاجل بول و غائط“ (۱) یعنی پاخانہ پیشاب کرنے وقت سورج چاند کی طرف منہ کرنا بھی مکروہ ہے۔

مسلمانو! آپ کے زندہ ضمیر سے اپیل ہے کہ اپنے علماء سے پوچھو کہ اس کی دلیل کیا ہے یہ سورج چاند کی اتنی عظمت کیوں ہونے لگی؟ حدیث میں تو قبلہ کی طرف منہ کرنا منع تھا آپ نے یہ دو چیزیں اور قبلہ جیسی کیوں مان لیں؟ کسی کو خدا کے دین میں زیادتی کرنے کا کیا حق ہے؟ مشرق و مغرب میں پھر کراس کی کوئی دلیل تو قرآن حدیث سے پیش کرو۔ اور جب نہیں ہے تو اس تقلید شخصی سے دست بردار ہو جاؤ، تا کہ ان کتابوں کے ایک ایک مسئلہ کے ماننے کی پابندی سے تم آزاد ہو جاؤ اور تمہارا مذہب وہی ہو جائے جو صحابہ تابعین اور ائمہ دین کا تھا، اور جس پر آج بحمد اللہ اہل حدیث ہیں یعنی صرف قرآن و حدیث کو ہی شرع اور دین سمجھنا۔

دیکھ کر تجھ کو مٹے جاتے ہیں دنیا کے حسیں

جمع ہوتا ہے سالہ تری یکمائی کا

☆ اسی جلد کے ص: ۲۵۵ میں ہے ”وقع خمر فی خل ان قطرة لم یحل الا بعد ساعة و ان کوزاً حل فی الحال ان لم یظہر اثره“ (۲) یعنی سر کے میں اگر شراب کی ایک بوند پڑ جائے تو ایک ساعت گزر جانے کے بعد وہ حلال ہوتا ہے اور اگر ایک کوزہ شراب کا پڑ جائے تو اسی وقت حلال ہو جاتا ہے، اگر اس کا اثر ظاہر نہ ہو، یہ مسئلہ بھی ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ ایک حلال چیز میں حرام چیز کا اگر ایک قطرہ پڑ جائے تو اسی وقت حلال ”گڑ کھامیں گلوں سے پر ہیز

(۱) ملاحظہ ہو فتاوی شامی ج ۱ ص ۵۵۵

(۲) فتاوی شامی ج ۱ ص ۵۶۲

کریں "رہا اثر نہ ظاہر ہونا تو ظاہر ہے کہ سر کے کی تیز بو اور زیادتی شراب کی بدبو اور کمی پر غالب آئی جائے گی مگر اس سے پاکیزگی اور حلت کو کیا تعلق؟
برادران! بتلاؤ اور اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بتلاؤ کہ کیا سر کے کی وہ پیالی جس میں ایک قطرہ شراب کا پڑ گیا ہو آپ حلال سمجھ کر پی لیں گے؟ جبکہ اس کا اثر ظاہر نہ ہو؟
میرا تو ایمان ہے کہ آپ کی طبیعت گھن کرے گی اور آپ اسے ناپاک و حرام سمجھ کر پھینک دیں گے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس چیز کی زیادتی نشہ آور ہو اس کی کم سے کم مقدار بھی حرام ہے (ابوداؤد ابن ماجہ وغیرہ) (۱) لیکن اگر آپ تقلید شخصی کے وجوب کے قائل رہے تو لازمی طور پر آپ کو ان کتابوں پر ایمان لانا پڑے گا اور ان کی یہ تعلیم مجبور کرے گی کہ آپ ان مسائل کو مانیں اس لئے ہماری طرف سے ہمدردانہ دعوت ہے کہ آؤ اپنا مذہب وہی رکھو جو خود امام صاحب کا مذہب تھا یعنی صحیح حدیث جیسا کہ اسی کتاب میں آپ پڑھ آئے ہیں

☆ اسی کتاب کی اسی جلد کے ص: ۴۰۲ میں قرأت کے احکام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "ویکفرہ التعین کالسجدة وهل اتی لفجر کل جمعة بل یندب قراءتہما احیاناً" (۲) یعنی تعین کر لینا مکروہ ہے جیسے ہر جمعہ کے دن صبح کی نماز میں سورہ سجدہ اور ہل اتی کا پڑھنا بلکہ کبھی کبھی ان دونوں سورتوں کا پڑھ لینا مندوب ہے۔

مسلمان بھائیو! فقہ کی اس عبارت کو آپ نے پڑھ لی اب آئیے! حدیث کی اس عبارت کو بھی پڑھ لیجئے "عن ابی ہریرۃ قال کان النبی ﷺ یقرأ فی الفجر یوم الجمعة بالتم تنزیل فی الركعة الاولى وفي الثانية هل اتی علی الانسان" (بخاری مسلم) (۳) یعنی رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن

(۱) ابوداؤد ص: ۵۱۸ کتاب الاشربة / ابن ماجہ ج ۲ ص: ۱۱۲۵

(۲) شامی ج ۲ ص: ۲۶۵

(۳) بخاری ج ۱ ص: ۱۲۲ / مسلم ج ۱ ص: ۲۸۸ کتاب الجمعة

صبح کی نماز میں سورہ سجدہ پہلی رکعت میں اور سورہ ہل اتی دوسری رکعت میں پڑھا کرتے تھے، کان کا مضارع پر داخل ہونا استمرار اور ہمیشگی کا فائدہ دیتا ہے۔ صرف کی کتابوں میں دیکھ لیجئے یہ بخاری مسلم کی حدیث ہے بالکل صحیح ہے اور صاف ثابت ہے کہ حضور ﷺ ہر جمعہ کی صبح کو یہی دونوں سورتیں پڑھا کرتے تھے، کوئی ضعیف سے ضعیف حدیث بھی ایسی نہیں جس میں اس کے خلاف ہو۔
آں حضرت ﷺ سے پوری عمر میں ان دونوں سورتوں کے ماسوا جمعہ کے دن کی صبح کی فرض نماز میں اور کسی سورت کا پڑھنا صراحتاً مروی نہیں۔ لیکن افسوس کہ فقہاء اسے مکروہ بتلاتے ہیں، حضور ﷺ کے ہمیشگی والے فعل کو حرام بتلانا کس قدر بری جرأت ہے؟ اور کس بے طرح شریعت کا مقابلہ ہے؟ خیر وہ لوگ تو گذر چکے اب کلام آپ موجودہ حضرات سے ہے کہ کیا آپ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو قبول کریں گے یا فقہاء کی رائے کو؟ اگلے مسلمان تو حدیث پر جان دیتے تھے وہ تو خلاف حدیث قول کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہ کرتے تھے اور اسی وجہ سے ان کے پاک زمانوں تک کسی کو اس قسم کی باتوں کے لکھنے کی جرأت بھی نہ ہوئی۔

نہ تو بھوکے ہوئے تھے ہم نہ پیاسے پیدا

ہو گئے روگ یہ دنیا کی ہوا سے پیدا

☆ درمختار مصری جلد دوم ص: ۱۱۳ (۱) میں ان صورتوں کا بیان کرتے ہوئے جن میں روزے کی قضا تو ہے مگر کفارہ نہیں لکھا ہے "اووطی امرأة میتة" یعنی یا ووطی کی مردہ عورت سے مطلب یہ ہے کہ مردہ عورت سے ووطی کرنے پر اگر انزال ہوا ہے تو روزہ تو جاتا رہا اس کے ذمہ قضا ہے مگر کفارہ نہیں، یہ تو ہے بیان صاحب تنویر الابصار کا صاحب درمختار لکھتے ہیں۔

☆ اوصغیرۃ لانتہی یعنی یا اس کم عمر لڑکی کے ساتھ وطی کرنے سے جو خواہش مند نہ ہو۔

☆ اوبھیمة یعنی یا چوپائے کے ساتھ، پس مردہ عورت نابالغ غیر خواہش مند بچی اور چوپائے جانور کے ساتھ وطی کرنے سے اگر انزال ہو گیا ہے تو روزہ جاتا رہا مگر کفارہ پھر بھی نہیں، صرف قضا ہے۔

☆ اور اگر انزال نہیں ہوا تو نہ قضا ہے نہ کفارہ بلکہ روزہ ہی نہیں ٹوٹا وہ ثابت ہے۔ درمختار کے لفظ یہ ہیں ”حتی لو لم یمنزل لم یفطر“ یعنی اگر ان صورتوں میں انزال نہیں ہوا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

فقہ کے ان مسائل کو ایک طرف رکھ کر دوسری جانب اس حدیث کو رکھئے کہ ایک شخص نے اپنی جائز اور حلال بیوی سے رمضان شریف میں روزے کی حالت میں مجامعت کی تو آن حضرت ﷺ نے انہیں کفارے کا حکم دیا اور روزے کی قضا کو بھی فرمایا، کفارہ یہ مقرر کیا کہ ایک غلام آزاد کرے، نہ ہو سکے تو دو مہینے کے پے درپے روزے رکھے یہ بھی نہیں کر سکتا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ (ملاحظہ ہو بخاری شریف وغیرہ) (۱)

پس حدیث میں اپنی بیوی کے ساتھ مجامعت کرنے والے پر اللہ کے رسول ﷺ کفارہ بتلائے اور روزے کی قضا بھی، انزال عدم انزال کی کوئی قید نہ لگائیں، اسی صاف، صحیح اور صریح حدیث کے مخالف فقہاء یہ لکھیں کہ مردہ عورت، چھوٹی کم سن غیر خواہش مند عورت اور چوپائے کے ساتھ وطی کرنے سے کوئی کفارہ نہیں، گو انزال بھی ہوا ہو اور اگر انزال نہ ہوا ہو پھر تو قضا بھی نہیں کیونکہ روزہ ہی نہیں ٹوٹا۔

انصاف پسند لوگو! شریعت کی قدر و عزت والے لوگو! فرمان رسول ﷺ کی وقعت و عظمت کرنے والے لوگو! نبی اور غیر نبی میں امتیاز کرو، فرمان رسول اور قول

فقہ میں فرق کرو، اتباع سنت اور تقلید شخصی میں غور کرو، اللہ کے رسول ﷺ کے خلاف کسی کی نہ مانو، ورنہ ایمان کے لالے پڑ جائیں گے افسوس افسوس! آپ نے نبی کے کلام کی اتباع چھوڑ کر امتی کی تقلید کو ترجیح دیدی۔

مشتاق سب ہیں بدر سے افزوں ہلال کے

دنیا میں قدرداں نہیں صاحب کمال کے

☆ اسی جلد کے ص: ۳۰۴ میں ہے (۱) (و) اصل ممسوسہ بشہوة ولولشعر علی الرأس بحائل لا یمنع الحرارة

☆ (و اصل ماستہ) یعنی جس عورت کو کسی مرد نے شہوت کے ساتھ چھو لیا گو اس کے سر کے اوپر کے بال پر ہی ہاتھ پڑا ہو اور بال پر بھی کوئی کپڑا وغیرہ ہو لیکن ایسا کہ جو حرارت کو نہ روکتا ہو، اور جس عورت نے کسی مرد کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگایا تو اس کی اصل و فرع (یعنی ماں بیٹی وغیرہ) اس پر اور اس کی اصل و فرع اس پر حرام ہیں، ان بال سے باریک تر دونوں مسکوں پر نظر ڈال جائے جو صراحتاً قرآن و حدیث کے خلاف ہیں، قرآن کا فرمان ہے ”وَلَا تَسِرُّوْا اَزْوَاجَکُمْ“ (۲) اور ارشاد ہے ”وَلَا تَکْسِبُ کُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَیْهَا“ (۳) یعنی ایک کا بوجھ دوسرے پر نہیں پڑتا، جو شخص جو کرے وہ اسی تک اور اسی پر رہتا ہے، ابن ماجہ شریف کی ایک حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”لا یحرم الحرام الحلال“ (۴) یعنی حرام کسی حلال کو حرام نہیں کرتا، ایک شخص نے شہوت کے ساتھ دوسری عورت کو ہاتھ لگایا تو کوئی وجہ نہیں کہ اس عورت کی بیٹی پوتی تو اسی وغیرہ اور اس کی ماں وغیرہ اس پر حرام ہو جائیں اب یہ ان سے نکاح ہی نہ کر سکے؟ کوئی ایسی حدیث نہیں جو اس مسئلے کے ثبوت میں دنیا کا کوئی حنفی پیش

(۱) درمختار ج ۱ ص: ۱۸۸ فصل فی المحرمات

(۲) الفاطر ۱۸/۳۵

(۳) الانعام ۱۶۳/۶

(۴) ابن ماجہ ج ۱ ص: ۶۳۹

کر سکے، اسی طرح دوسرا مسئلہ یعنی عورت کا شہوت کے ساتھ کسی مرد کو ہاتھ لگا لینے سے بھی اسی طرح حرمت کا ثابت ہو جانا بے سند اور بالکل بے اصل ہے اس کے بعد اسی کتاب میں اور صورتیں بھی اس طرح کی حرمت کی ایسی لکھی ہوئی ہیں کہ ہمارا قلم ان کے نقل کرنے سے رکتا ہے، حیا مانع ہوتی ہے، تحریر کو شرعی تہذیب روکتی ہے اس لئے ہم انہیں نظر انداز کرتے ہیں (۱) جو صاحب دیکھنا چاہیں وہ اصل عربی کتاب میں دیکھ لیں۔

اگر عربی نہ جانتے ہیں تو اردو ترجمہ جو خود حنفیوں کا شائع کردہ ہے یعنی غایۃ الاوطار ملاحظہ فرمائیں۔

آپ ہی اپنے ذرا عدل و کرم کو دیکھو

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

آج ان کتابوں کے ان مسائل کو جنہیں آپ خود اردو کر کے چھاپ چھاپ کر دنیا کے ہاتھوں میں پہنچا رہے ہیں دیکھ کر غیر مذہب والے غیر مسلم آپ کے مذہب کی نسبت کیا کچھ کہتے ہو گئے؟ اور سنئے! اس مسئلے کو بیان کرتے ہی لکھتے ہیں۔

☆ هذا اذا لم ينزل فلو انزل مع مس او نظر فلا حرمة به يفتي ابن كمال وغيره (ص: ۵-۳۰۴) (۲) یعنی یہ حکم اس وقت ہے جب کہ انزال نہ ہوا ہو لیکن اگر چھونے سے یا..... انزال ہو گیا تو حرمت ثابت نہ ہوگی ابن کمال وغیرہ کا یہی فتویٰ ہے اللہ اکبر صرف چھونے سے حرمت ثابت لیکن اگر فارغ ہو گیا تو حرمت زائل، ہاتھ لگاتے ہی حرمت موجود لیکن اگر پانی نکل گیا تو حرمت مفقود۔

(۱) بطور نمونہ۔ اگر کسی نے اپنی بیٹی کی شرمگاہ کو شہوت کے ساتھ دیکھا تو اس کی بیوی اس کے لئے حرام ہو جائے گی اسی طرح بیٹی کسی بات سے گھبرا کر اپنے باپ کے خوابگاہ میں تنگی داخل ہو گئی اور اس کو دیکھ کر اس کے باپ کے آلہ میں انتشار آ گیا تو اس لڑکی کی ماں اس پر حرام ہو جائے گی، درمختار ج ۱ ص: ۱۸۸

(۲) درمختار ج ۱ ص: ۱۸۸

دوستو! کیا یہ بے سند باتیں شرعی ہیں؟ اگر ہیں تو دلیل قرآن و حدیث سے پیش کرو اگر نہیں تو ان کا ماننا چھوڑ دو۔ اور یہ اسی وقت چھوٹے گا جب آپ تقلید کے پٹے کو گلے سے اتار پھینکیں۔ مسلمانو! آنکھیں بند کر کے تیری میزی کڑوی کیلی سنتے چلے جانا آپ کو زیب نہیں دیتا، میں تو للہیت کے ساتھ پوری کوشش کروں گا کہ آپ کی سچی خیر خواہی کروں، کیونکہ مجھے خدا کی ذات سے یقین ہے کہ جب ان مسائل کی مخالفت حدیث آپ پر واضح ہو جائے گی تو حب نبوی کا تقاضا یہ ہوگا کہ آپ ان کتابوں کو دینی اور مذہبی شرعی اور اسلامی کتابیں نہ سمجھیں، ان کے جو مسائل مطابق شرع ہوں خیر، جو مطابق نہ ہوں، انہیں ایک ایک کر کے الگ کر دیں گے اور اس وقت تقلید شخصی سے ایسے ہی گھبرا انھیں گے جیسے آج ہم اس سے الگ تھلگ ہیں، اتنا ہی نہیں بلکہ ص: ۳۰۵ میں لکھتے ہیں۔

☆ کو طی دہر مطلقاً (۱) جیسے کہ پاخانہ کی جگہ میں وطی کرنے سے مطلقاً حرمت ثابت نہ ہوگی۔

مسلمانو! خدا را غور کرو کہ ایک شخص ایک عورت کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگا لیتا ہے تو اس کی ماں اس کی بیٹی وغیرہ اس پر حرام ہو جاتی ہیں، لیکن اگر ہاتھ لگاتے لگاتے اسے انزال ہو جائے تو حرام نہیں ہوئیں، اگر ہاتھ شہوت کے ساتھ لگالے تو اس کی ماں بیٹیاں حرام۔ لیکن اگر اس کی دہر میں وطی کرے تو اس کی ماں بیٹیاں وغیرہ اس پر حرام نہیں، پناہ بخدا! اتنا بدترین کام کرنے پر حرمت مفقود، اور اس سے کم تر کام پر حرمت موجود۔

الغرض اگر آپ تقلید شخصی کو نہ چھوڑیں گے اور فقہ کی ان موجودہ کتابوں کو جوں کا توں آپ مانتے چلے جائیں گے تو یہ سارے دور از عقل و نقل مسائل آپ کو ماننے پڑیں گے، ورنہ وہی کہنا پڑے گا جو میں کہتا ہوں کہ جس کسی کی بات خدا اور رسول کے مطابق ہو، آمنا واسلمنا اور نہ فضیلت مسلم لیکن بات نا مسلم، آہ!

(۱) درمختار ج ۱ ص: ۱۸۸

کن کن مسائل کو انسان لائے یہاں تو ایک سے بڑھ کر دوسرا بوجھ ہم پر لا دا جا رہا ہے۔

سانس دیکھے تن بسل میں جو آتے جاتے

اور چرکا دیا جلاد نے جاتے جاتے

آپ کو معلوم ہوگا دنیا جانتی ہے اور مانتی ہے کہ صحیح فعل وہ ہوتا ہے جسے انسان ارادتا خود اپنی خوشی سے کرے، جو کام جبراً قہراً کسی کے دباؤ سے جان جانے کے خطرے سے، ہتھوڑ اور ڈنڈے کے زور سے کرایا جائے، وہ نامعتبر اور بے اصل ہوتا ہے، عقل کا اقتضا بھی یہی ہے، قانون کا منشاء بھی یہی ہے، شریعت اسلامی جو بالکل انسانی تمدن کے مطابق ہے اس کا بھی یہی فرمان ہے کہ جو کام جبراً کرایا جائے جس میں اکراہ ہو اور زبردستی ہو جسے انسان نے مجبوری اور بے بسی کی حالت میں بادل ناخواستہ کیا ہو وہ نامعتبر ہیرسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”وما استکسرہوا علیہ“ (مشکوٰۃ) (۱) یعنی جس کام پر دباؤ ڈالا جائے جبراً کرایا جائے، اس پر کوئی مواخذہ نہیں، اس کام کا کوئی اعتبار نہیں۔ کفر سے زیادہ برا کام کوئی نہیں لیکن اگر کسی شخص سے جبراً اکراہ زبردستی اور لٹھ کے زور سے ظلم و زیادتی سے دبا کر جان جانے کا ڈر دلا کر کوئی کام کفر کا کرایا جائے اور یہ غریب لا چاری اور بے بسی کے ساتھ مجبوری اور اضطراب کے ساتھ اس کام کو کر گزرے، ضمیر و عقیدے کے خلاف لوگوں کی ڈانٹ میں آ کر جان بچانے کے لئے کفر کا کوئی کلمہ زبان سے نکال دے یا بوقت مجبوری ایسا کام کر بیٹھے تو وہ کالعدم ہے اعتبار کے لائق نہیں، قرآن کا فرمان ہے ”الْأَمْسُ أَكْرَهُ“ (۲) اور جگہ فرماتا ہے ”لَا أَكْرَاهُ فِي الدِّينِ“ (۳) اور آیت میں ارشاد ہے ”إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ“

(۱) ابن ماجہ ج ۱ ص: ۲۵۹ باب طلاق المکرہ والناسی

(۲) النحل ۱۶/۱۰۶

(۳) البقرہ ۲/۲۵۶

تَقَاةً“ (۱) مطلب یہی ہے کہ جبراً اکراہ کے ساتھ بہ حالت مجبوری و بے بسی خوف اور ڈر سے ہم کر جان بچانے اور دفع الوقتی کرنے کے لئے بادل ناخواستہ جو کام کیا جائے وہ لغو اور مثل نہ ہونے کے ہے، حتیٰ کہ اگر وہ کام کفر کا بھی ہو تو بھی یہی حکم ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”لا طلاق ولا عتاق فی اغلاق“ یعنی زبردستی کی طلاق اور آزادی واقع نہیں ہوتی (مشکوٰۃ) (۲) ایک عورت سے ایک شخص جبراً زنا کرتا ہے آپ عورت کو حد نہیں لگاتے کیونکہ اس کے ساتھ جبراً یہ کام کیا گیا تھا (مشکوٰۃ) (۳) الغرض یہ وہ چیز ہے کہ دنیا کے عقلمند لوگ اس پر متفق ہیں کہ اس کا کوئی اعتبار نہیں، مگر حنفی مذہب فقہ کی کتابوں کا فتویٰ ہے کہ باوجود مجبور ہو جانے کے، باوجود جبر و قہر ہونے کے، باوجود بے بسی اور مجبوری ہونے کے یہ بیس مسئلے اس پر ثابت ہو جائیں گے (ملاحظہ ہو درمختار جلد دوم ص: ۲۵۷) (۴) عبارت یہ ہے

طلاق و ایلاء ظہار و رجعة	نکاح مع استیلاء عفو عن العمد
رضاع و ایمان وفی و نذرہ	قبول لایداع کذا الصلح عن عمد
طلاق علی جعل یمین بہ اتت	کذا العتق والاسلام تدبیر للعبد
وایجاب احسان وعتق فہذہ	تصح مع الاکراہ عشرين فی العدد

ان مسائل کا ایک ایک کر کے قدرے بسط کے ساتھ بیان سنئے اور دیکھئے کہ مسلمان کس قدر جلد تعلیم اسلامی سے کس قدر دور ہو گئے۔

کل تک تو آشنا تھے مگر آج غیر ہو - دو دن کا یہ مزاج ہے آگے کی خیر ہو پہلا مسئلہ: طلاق کا ہے یعنی ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دینا نہیں چاہتا لیکن

(۱) آل عمران ۲۸/۳

(۲) مشکوٰۃ ص: ۲۸۴ باب الخلع والطلاق

(۳) مشکوٰۃ ص: ۳۱۱ کتاب الحدود

(۴) درمختار ج ۱ ص: ۲۱۷

اسے مجبور کیا گیا اور لاچار ہو کر مجبوراً بے بسی کی حالت میں بادل ناخواستہ خوف اور ڈر کے باعث اس نے کہہ دیا کہ میں نے طلاق دی، تو قرآن حدیث کی رو سے تو یہ طلاق طلاق نہیں، لیکن حنفی مذہب کا فیصلہ یہی ہے کہ اس صورت میں یہ طلاق پڑ گئی۔

دوسرا مسئلہ: ایلاء کا ہے کہ اس پر دباؤ اور زور ڈالا گیا اور اسے مجبور اور بے بس کر دیا گیا اور اس نے اپنی بیوی کے پاس جانے کی قسم کھالی تو اب اس قسم کا پورا کرنا اس کے ذمے ضروری ہے حالانکہ اس مجبوری کی حالت کی یہ قسم شرعاً کوئی چیز نہیں

تیسرا مسئلہ: ظہار کا ہے یعنی کسی سے کہا کہ تو زبان سے کہہ کہ میری بیوی مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ ورنہ تجھے مار ڈالیں گے اس غریب نے مجبور ہو کر جان جانے کے خوف سے یوں ہی کہہ دیا تو قرآن حدیث سے اس قول کا کوئی اعتبار نہیں، لیکن حنفی مذہب کہتا ہے کہ یہ ظہار ہو گیا اسے کفارہ دینا پڑے گا۔

چوتھا مسئلہ: رجعت کا ہے یعنی کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی ہے اور اس سے رجوع کرنا نہیں چاہتا، لیکن اس پر جبراً کیا گیا اور وہ بیچارہ لاچار ہو کر اپنی جان کے ڈر کے مارے کہتا ہے کہ اچھا میں نے رجوع کیا تو گو اس اکراہ کی وجہ سے یہ رجوع شرعاً ثابت نہیں، لیکن حنفی مذہب کی کتابیں کہتی ہیں کہ یہ رجوع ہو گیا۔

پانچواں مسئلہ: نکاح کا ہے یعنی ایک شخص ایک عورت سے نکاح کرنا نہیں چاہتا اس کا گلا گھونٹ کر جبراً قہراً اس سے ایجاب قبول کرا لیا گیا تو ظاہر ہے کہ قرآن وحدیث کی رو سے یہ نکاح نہیں لیکن درمختار کی رو سے یہ نکاح صحیح ہو گیا اور وہ عورت اس کی بیوی بن گئی۔

چھٹا مسئلہ: بچہ جنم کا ہے یعنی ایک شخص کی ایک لونڈی ہے وہ اس سے صحبت کرنی نہیں چاہتا لونڈی والے یا اور لوگ اسے مجبور کرتے ہیں آخر ڈرا دھمکا کر اسے جان سے تنگ کر دیتے ہیں، بیچارہ لونڈی سے ملتا ہے تو اب اگر اس سے

بچہ پیدا ہوا جائے تو گو قرآن حدیث کی رو سے وہ لونڈی بچے والی لونڈی کے حکم میں نہیں لیکن فقہ حنفی کی رو سے یہ لونڈی بچہ والی لونڈیوں کے حکم میں آجائے گی۔

ساتواں مسئلہ: ارادنا قتل کی معافی ہے یعنی ایک شخص نے دوسرے کو جان بوجھ کر مار ڈالنے کے ارادے سے مار ڈالا وہ پکڑا گیا اب قاتل کے کنبے رشتے کے لوگ مقتول کے دعوے داروں کو پکڑ کر کہتے ہیں کہ یا تو تو کہہ دے کہ میں نے معاف کر دیا ورنہ ہم تجھے مار ڈالیں گے اس بیچارے نے جان جاتی دیکھ کر جو انھوں نے کہلوانا چاہا تھا کہہ دیا تو حنفی مذہب کی کتابوں کی رو سے یہ قاتل بال بال بچ جائے گا اور حاکم اسے چھوڑ دے گا گو قرآن حدیث میں اس کا یہ کہنا یعنی معاف کر دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ معاف نہ کیا ہو کیونکہ جبر یہ کلمات کا کوئی اعتبار شرع شریف میں نہیں۔

آٹھواں مسئلہ: رضاعت دودھ پلائی کا ہے کہ اسے بھی یہ کتابیں بہ حالت جبر و اکراہ ثابت شدہ مانتی ہیں۔

نواں مسئلہ: قسم کا ہے کہ جبراً مار پیٹ کر اس سے قسم کھلوائی تو اس قسم کا پورا کرنا اس کے ذمے واجب ہے۔

دسواں مسئلہ: فہ کا ہے یعنی ایک شخص کو مجبور کیا گیا اس نے جان جانے کا خطرہ محسوس کر کے اپنی ایلا کی ہوئی عورت سے ایلا کے توڑ دینے کو کہا یا کوئی ایسا ہی کام ایلا توڑنے کا کیا تو فہ ثابت ہو جائے گی، یعنی میاں بیوی کا ملاپ ہو جائے گا۔

گیارہواں مسئلہ: نذر کا ہے یعنی مار باندھ کر کسی بیچارے بے گس سے کہلوا یا کہ میں نذر مانتا ہوں کہ اپنا کل مال فلاں مسکین کو دیدوں گا وغیرہ وغیرہ اس نے مجبور ہو کر جان کو عزیز جانتے ہوئے ان سے ڈر کر تنگ آ کر بادل ناخواستہ یہ نذر مانی تو فقہ کا فتویٰ ہے فقہاء کا قول ہے تہلیدی مسئلہ ہے کہ اس زبردستی کی نذر کو پورا کرنا اس کے ذمے ضروری ہے۔

بارہواں مسئلہ: ودیعت کی قبولیت کا ہے یعنی حنفی مذہب فقہ کی کتاب کے

”قنیہ“ کے بیان کے مطابق اگر کسی شخص کو جبراً کوئی چیز سوچی گئی تو وہ اس کا ضامن ہے۔

تیسرا سوال مسئلہ: قتل عمد کی صلح کا ہے یعنی ایک شخص نے جان بوجھ کر دوسرے کو مار ڈالا ہے اب اسے ڈانٹ ڈپٹ کر ہزاروں دباؤ ڈال کر سینکڑوں طرح کی دھمکیاں دے کر مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ مال لے کر صلح کر لے وہ خوف کے مارے سہم کر اپنی طبیعت کے خلاف اسے قبول کرتا ہے تو اس کا ادا کرنا واجب ہو گیا۔ مثلاً مقتول کے وارثوں کو مجبور کیا گیا کہ تم ایک ہزار لے لو ورنہ ہم ہمیں مار ڈالیں گے وہ رضا مند نہیں لیکن مرتا کیا نہ کرتا وہ ان میں گھرا ہوا ہے بے بس ہے موت سامنے نظر آرہی ہے اس نے اسے مان لیا تو بس اسے اب بدلہ نہیں ملے گا۔ صرف یہی مقررہ نام زد رقم ملے گی باقی خیر سلا۔

چودھواں مسئلہ: مال پر طلاق کا ہے، یہ طلاق بھی گوجر ہے مگر حنفی مذہب کی فقہ کہتی ہے کہ اس صورت میں بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔

پندرہواں مسئلہ: کسی شئی کی قسم پر طلاق کا ہے مثلاً ایک عورت کے خاوند کو پکڑ لیا اور اسے پھانسی پر لٹکا دینے سے ڈرایا کہ یا تو کہہ دے کہ اگر میں فلاں شخص سے بات کروں تو میری بیوی پر طلاق یا ہم تجھے پھانسی دے دیتے ہیں جان جاتی دیکھ کر آدمی کیا کچھ نہیں کر گذرتا اس مجبور مسکین نے کہہ دیا تو یہ طلاق بھی صحیح ہے یعنی جب یہ اس شخص سے بات کرے گا تو اس کی بیوی پر طلاق پڑ جائے گی، یہ فقہ کے مسائل حدیث کے مقابلہ میں، یہ ہے رائے قیاس وحی الہی کی موجودگی میں۔

سولہواں مسئلہ: آزادی کا ہے یعنی اسی طرح کسی شخص کو مجبور کر کے قسم کھلوالی کہ اگر میں یوں کروں تو میرا غلام یا لونڈی آزاد تو وہ غلام لونڈی آزاد ہو جائے گی یعنی جب وہ ایسا کرے گا تو یہ آزاد ہو جائیں گے۔

سترہواں مسئلہ: اسلام کا ہے یعنی جبراً اکراہ کی حالت میں قبول کیا ہوا اسلام بھی ان فقہاء کے نزدیک ثابت ہے۔

اٹھارہواں مسئلہ: لونڈی غلام کو اپنے مرنے کے بعد آزاد کرنے کے اقرار کا ہے کہ اسے مجبور کر کے یہ اقرار کرا لیا تو اس کے مرتے ہی یہ سب آزاد ہو جائیں گے وارثوں کے ہاتھ کچھ نہیں لگے گا۔

انیسواں مسئلہ: احسان کے واجب کرا لینے کا، کہ یہ بھی اکراہ کی حالت میں واجب ہو جاتا ہے احسان ہو یا صدقہ ہو۔

بیسواں مسئلہ: مسئلہ آزادی غلام کا ہے یعنی کسی نے کہا زبان سے کہو کہ میں نے اپنے لونڈی غلام آزاد کئے ورنہ مار ڈالتے ہیں۔ اس نے جان بچانے کے لئے بادل نا خواستہ صرف زبانی کہہ دیا تو فقہ کی ان کتابوں کا فتویٰ ہے کہ سب آزاد ہو گئے۔

ان بیس صورتوں پر بھی بس نہ کر کے شارح نے شامی میں پانچ صورتیں اور بڑھائی ہیں اور اس ادھورے کو یوں پورا کیا ہے۔

یہ بے قراریاں ہیں بس جان بچ چکی
اے ہجر ہم ہیں اور ابھی ساری رات ہے

ان پانچوں کی تفصیل خود شامی (۱) میں جو کی گئی ہے اسے بھی بقدر ضرورت سن لیجئے ☆ ایک شخص کو پکڑا گیا اور اسے جان لینے کی دھمکی دے کر اس سے یہ کہلوایا گیا کہ میں نے اپنی بیوی سے خلع کیا یعنی وہ مجھے ایک ہزار دے دے تو اس پر طلاق، حالانکہ خرچ اس کے چار ہزار ہوئے ہیں، تو حنفی مذہب کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ خلع ہو گیا، حالانکہ حدیث و قرآن کے مطابق یہ اقبال جو بہ جبراً اکراہ کرا گیا ہے کوئی چیز نہیں، بلکہ دنیا کے نزدیک بھی یہ کوئی چیز نہیں نہ مروجہ قانون کے ماتحت یہ کوئی چیز ہے۔

☆ دوسرا مسئلہ فسخ کا ہے یعنی ایک لونڈی آزاد ہوئی ہے جس کا خاوند آزاد ہے

(۱) ۱- الخلع علی مال ۲- الفسخ ۳- التکفیر ۴- ماکان شرطاً لغيره ۵- التوکیل بالطلاق والعق، شامی ج ۲ ص: ۳۳-۳۴

اور اس نے اس سے دخول نہیں کیا پھر وہ مجبور کی جاتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو مختار کر لے اور وہ مجبوری ایسا کرتی ہے تو حنفی مذہب اسے بھی جائز اور جاری رکھتا ہے ☆ تیسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص کو گھیر کر کہا جاتا ہے کہ تو نے جو قسم توڑی ہے اس کا کفارہ ادا کرو ورنہ تجھے جان سے مار ڈالیں گے وہ بیچارہ ان کے ہاتھوں میں پھنسا ہوا ہے اگر ایسا نہیں کرتا تو جان جانے کا خطرہ ہے اس نے ایسا کیا تو یہ بھی حنفی مذہب میں درست و جائز ہے اور یہ کفارہ ادا ہو جائے گا۔

☆ چوتھے مسئلے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص نے کہا تھا کہ اگر میں اس غلام کو خریدوں تو یہ آزاد ہے یا میں فلاں گھر میں جاؤں تو میری بیوی پر طلاق ہے، پھر اس سے مجبور کیا گیا اور اتنا کہ اس نے اس غلام کو خریدا یا اس گھر میں گیا تو حنفی مذہب کہتا ہے کہ وہ غلام آزاد ہو گیا اور وہ بیوی مطلقہ ہو گئی۔

☆ پانچواں مسئلہ: یہ ہے کہ ایک شخص کو مجبور و بے کس کر کے اس سے کہلوایا کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دینے کے لئے فلاں کو وکیل مقرر کرتا ہوں یا اپنے غلام کو آزاد کرنے کے لئے فلاں کو وکیل بناتا ہوں گو اس نے راضی خوشی نہیں کہا دل سے نہیں کہا بلکہ اپنی جان بچانے کے لئے مجبور ہو کر اکراہ کی حالت میں کہا ہے، لیکن تاہم حنفی مذہب کا فیصلہ یہی ہے کہ یہ وکالت ثابت ہے اب وکیل کو اختیار ہے جب چاہے اس کی بیوی کو طلاق دیدے اور جب چاہے اس کے لونڈی، غلام کو آزاد کر دے۔

مسلمان دوستو! بتلاؤ یہ حدیث و قرآن کا کھلا مقابلہ ہے یا نہیں؟ کہو یہ مسائل عقل سلیم کے بھی خلاف ہیں یا نہیں؟ یہی وجہ ہے جو اہل حدیث کہتے ہیں کہ ان کتب فقہ کے نہ تو کل مسائل سچے ہیں نہ ان کے کل مسائل حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں، پس ان کا جو مسئلہ مطابق قرآن و حدیث ہو لے لو جو مخالف ہو چھوڑ دو۔ اور تقلید ان کے پیچھے اس طرح نہ لگ جاؤ کہ جو انھوں نے کہا دیا وہ پتھر کی لکیر ہو گئی وہ شریعت کی تحریر ہو گئی کہ نہ کائے نہ توڑے ٹوٹے،

الغرض انیس مسائل اوپر کے پچیس مسائل یہ سب مل کر چوالیس مسائل ہو گئے۔ آگئے سنئے!

ابتدائے عشق - ہے روتا ہے کیا؟ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟ حدیث میں تو صاف تھا کہ جس نے تین طلاقیں اپنی بیوی کو ایک ساتھ دیدیں وہ شمار میں ایک ہی رہیں گی (ملاحظہ ہو صحیح مسلم شریف) (۱) اور اسے حق حاصل ہے کہ عدت کے اندر اندر رجوع کر لے اور عدت کے گزر جانے کے بعد اگر دونوں کی رضا مندی ہو تو نئے سرے سے نکاح کر کے آپس میں آباد ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ خود حضور ﷺ نے حضرت رکانہ کو جنھوں نے اس طرح کی تین طلاقیں دی تھیں عدت میں رجوع کرنے کا حکم دیا اور انھوں نے رجوع کیا (ابوداؤد و مسند احمد) (۲) لیکن حنفی مذہب میں ایسی ایک دفعہ اور ایک ہی مجلس کی دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی کے حکم میں ہیں اور ان کے بعد نہ تو عدت میں رجوع کا حق ہے نہ بعد عدت نیا نکاح کرنے کا جب تک کہ اس کا دوسرا نکاح کسی اور سے نہ ہو جائے اور پھر دخول بھی نہ ہو جائے پھر خواہ وہ مرجائے یا چھوڑ دے تو اب اگلے خاوند کے لئے حلال ہو سکتی ہے، کہنے کو تو یہ مسئلہ کہہ گئے لیکن پھر اس کے نتائج سامنے آئے تو اب دیکھئے کہ کیا کیا صورتیں بے دلیل بلکہ خلاف قرآن و حدیث ایجاد کیں؟ جن کے تصور سے بھی ایک مسلم باغیرت انسان کانپ اٹھے۔

☆ ص: ۵۸۴ میں ایک حیلہ یہ بیان کرتے ہیں: "ومن لطيف الحيل ان تزوج للمملوك مراھق بشاهدین فاذا اولج بملكه لها فيبطل النكاح ثم تبعثه لبلد آخر فلا يظھر امرها" (۳) یعنی اس کے لئے ایک بہترین باریک حیلہ یہ ہے کہ اس عورت کا نکاح کسی قریب بہ بلوغت غلام

(۱) صحیح مسلم ج ۱ ص: ۴۷۷ کتاب الطلاق

(۲) ابوداؤد ج ۱ ص: ۲۹۹ کتاب الطلاق / الفتح الربانی ج ۱ ص: ۶

(۳) درمختار ج ۱ ص: ۲۴۰ باب الرجعة

سے دو گواہ رکھ کر کر دے اب جبکہ وہ دخول کرے تو اس عورت کی ملکیت میں اس غلام کو کر دے تو نکاح باطل ہو جائے گا پھر وہ عورت اس غلام کو کسی اور شہر میں بھیج دے تو اس کا یہ کام کرنا کسی پر ظاہر بھی نہ ہوگا (اگر اس عورت کا ولی بھی اس غلام کے نکاح کرنے پر رضامند ہو تو حنفی مذہب کا یہ فتویٰ متفق علیہ ہے)

☆ پھر ص: ۵۸۶ میں لکھتے ہیں کہ گو اس شرط پر نکاح کرنا کہ میں تجھ سے اس بات پر نکاح کرتا ہوں کہ تو اپنے اگلے خاوند پر حلال ہو جائے، ہے تو مکروہ تحریمی، لیکن اگر ایسا کر لے تو اول خاوند کے لئے حلال ہو جائے گی، عبارت یہ ہے ”وکرہ التزوج للثانی تحریمًا“ لحدیث لعن اللہ المحلل والمحلل له بشرط التحلیل کتزوجتک علی ان احللک وان حلت للاول“ (۱) پھر ایک اور صورت بیان کی ہے کہ اگر یہ بات زبان پر نہ لائی جائے صرف دل ہی دل میں طے شدہ رہے تو کچھ کراہیت بھی نہیں ہے بلکہ اس صورت میں اس شخص کو خدا کی طرف سے بھی اجر ملے گا۔ عبارت ملاحظہ ہو

اما اذا اضمر ذلك لا يكره و كان الرجل ماجوراً“ (۲)

برادران! خدا را غور کیجئے کہ حدیث میں ایسے شخص کو جو حلالہ کرے اور اسے جو حلالہ کرائے ملعون کہا گیا ہے (۳) لیکن فقہاء اسے ماجور کہتے ہیں یعنی اسے اور ثواب ملے گا، ساتھ ہی یہ بھی خیال فرمائیے کہ یہ مسئلہ کہاں تک موجودہ تہذیب اور تمدن کا ساتھ دیتا ہے کہ ایک انسان جو اپنی غلطی سے اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ساتھ دے چکا ہے وہ حدیث کے مطابق ان تین کو ایک گن کر اس سے رجوع یا نیا نکاح تو نہ کرے لیکن کسی کو تیار کرے کہ وہ اس کی بیوی سے نکاح کر لے اور پھر اس سے مل کر اسے چھوڑ دے اور پھر یہ اس سے نکاح کر لے۔

(۱) درمختار ج ۱ ص: ۲۳۱ (۲) ایضاً

(۳) مستدرک حاکم ج ۲ ص: ۱۹۹ / ابن ماجہ نکاح ۳۳ / ابو داؤد نکاح ۲۸۳ / صحیح سنن الترمذی للالبانی ص: ۳۲۶ / مسند احمد ج ۱ ص: ۳۰۵ ج ۲ ص: ۳۲۳ / بلوغ الامانی ج ۱ ص: ۱۹۳

بس دوستو! یہ فرق ہے حدیث میں اور فقہ میں آؤ حدیث پر چلو اور فقہ کی ہر ہر جزئی کو دین ایمان نہ سمجھو پھر ص: ۵۸۷ میں ایک صورت بیان کی ہے جو دراصل تین حیلے ہیں لکھتے ہیں ”ومن لطیف الحیل قوله ان تزوجتک وجامعتک او امسکتک فوق ثلاث مثلاً فانت بائن ولو خافت ان لا یطلقها تقول زوجتک نفسی علی ان امری بیدی“ (۱) یعنی نہایت لطیف حیلہ ایک نیکی ہے کہ جو نکاح کر رہا ہے وہ کہے

☆ اگر میں تجھ سے نکاح کر کے مجامعت کروں تو تجھے طلاق بائن

☆ یا یوں کہے کہ اگر میں تجھ سے نکاح کر کے تین دن سے زیادہ رکھوں تو تجھ پر طلاق بائن ہے مطلب یہ ہوا کہ ایسا کرنے پر وہ نیا مرد جو بنتا ہے اس سے خوف نہیں رہتا کہ نکاح کیا تو تھا اس لئے کہ اگلے خاوند کے گھر میں نئے سرے سے آ باد ہو اور کرنے والے نے بھی اسی ارادے سے نکاح کیا تھا لیکن ممکن ہے کہ بعد از نکاح نیت بدل جائے اور عورت اسے پسند آجائے اور چھوڑنا نہ چاہے تو فقہاء کرام اس عورت کو یہ لطیف سکھارے ہیں کہ وہ پہلے سے اس نئے مرد سے یوں کہلو الے پھر تو جہاں اس نے مجامعت کی طلاق پڑ گئی جہاں تین دن گزرے کہ طلاق پڑ گئی لیکن اس میں ایک کسر رہ جاتی تھی کہ ممکن ہے وہ اس شرط پر نکاح کر لے پھر مجامعت کرے ہی نہیں تو کیا ہو؟ تو فرماتے ہیں:

☆ اگر عورت کو ڈر ہو کہ وہ طلاق دے گا نہیں تو یوں کہے میں تجھ سے نکاح کرتی ہوں اس بات پر کہ میرا اختیار میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اب تو اس خاوند کا اختیار ہی اس پر نہ رہا جب چاہے اپنے تئیں آپ طلاق دے کر چلی آئے

دوستو! ان مسائل پر ٹھنڈے دل سے ایک نظر ڈال جائیے، سنئے میں صاف کہہ دوں ائمہ اور مجتہد تو معذور ہیں بہت ممکن ہے کہ انہیں کسی مسئلہ کی حدیث نہ پہنچی ہو بہت ممکن ہے کہ فتویٰ دیتے وقت وہ ذہن میں نہ رہی ہو بہت ممکن ہے

کہ یہ مسائل ہی ان کے نہ ہوں۔ گیارہویں صدی کے صاحب درمختار ہیں
۱۰۰۰ھ میں یعنی امام صاحب کے انتقال کے نو سو اکیس سال بعد یہ کتاب لکھی
جاتی ہے مصنف اپنے سے لے کر امام صاحب تک کسی ایک مسئلہ کی سند نہیں
پہنچاتے، ہزار ہا مسائل اپنی کتاب میں بیان کر جاتے ہیں اور اس آپ کی خوش
اعتقادی پر تعجب ہے کہ آپ ان سب کو حنفی مذہب مانتے ہیں، امام صاحب کے
مسائل کہتے ہیں اور ان پر عمل کرنا ضروری جانتے ہیں بلکہ یہاں تک کہہ گزرتے
ہیں کہ فقہ حنفی تمام احادیث ہے بلکہ ان مسائل کو اگر کوئی نہ مانے تو وہ غیر مقلد
کہا جاتا ہے، ان کی تردید کرے تو اسے منکر کہا جاتا ہے خیر کہئے! اس کا تو
کوئی غم نہیں۔

تیر پر تیر چلاؤ تمہیں ڈر کس کا ہے

سینہ کس کا ہے میری جاں یہ جگر کس کا ہے

لیکن ہاں ہم خدا کی طرف سے مکلف ہیں کہ حق کی آواز بلند کریں اور ایک مرتبہ
دنیا کے کانوں تک صداقت کی صدا پہنچادیں،

الغرض فقہاء کرام کے جی میں جو مسائل آتے ہیں وہ انہیں بیان کرتے ہیں امام
صاحب تک سند نہیں پہنچاتے ہیں، ہم کیسے یقین کر لیں کہ یہ مسائل خواہ مخواہ امام
صاحب کے ہی ہیں؟ اور اگر بالفرض امام صاحب کے ہوں تو استدلال اور اجتہاد
میں غلطی بھی ممکن ہے، پھر کیسے مان لیں کہ یہ تمام مسائل صحیح بھی ہیں؟ بے شک
انہیں اجتہادی غلطی پر بھی ثواب ملتا ہے لیکن ہم اس کے ماننے کے مکلف نہیں،
بلکہ ہمیں ممانعت فرمادی گئی ہے "لا طاعة لمخلوق فی معصیة
الخالق" (۱) یعنی حضور ﷺ فرماتے ہیں خدا کی نافرمانی میں کسی مخلوق کا
فرمان نہ ماننا چاہئے، پس خدا را آپ اس روش کو چھوڑ دیجئے کہ فقہ کے کل مسائل
برحق ہیں اور کل مسائل امام صاحب کے ہیں اور ان کی تقلید اور تقلید کی وجہ سے ان

تمام مسائل کا ماننا ہم پر فرض ہے آپ ان مسائل کا، بلکہ میری اس پوری کتاب کا
مطالعہ کر کے پھر دیکھیں کہ طبع سلیم اور دیانت داری آپ کو کس طرف مائل کرتی
ہے؟ لیکن یہ شرط ہے کہ ہوں آپ خالی الذہن، طرفداری اور فرقہ دارانہ روش
سے الگ تھلگ، بخدائے لایزال نہ مجھے کسی کا دل دکھانا منظور ہے نہ کسی کے
مذہب کی تحقیر و تذلیل، تو آپ منھیاں بند کئے ہوئے کیوں رہیں، آپ کی
خیر خواہی کے طور پر اگر کوئی نصیحت کرے تو آپ اسے اماموں کا، فقہاء کا، حنفی
مذہب کا، فقہ کا دشمن کیوں سمجھ لیں؟ کھلے دل سے، قلب سلیم سے، ذوق صحیح سے اس
کی بات بہ گوش ہوش سنئے۔ سچ ہو تو ماننے میں تامل کیا ہے

کوچہ دلبر میں میں بلبل چمن میں مست ہے

ہر کوئی یاں اپنے اپنے پیر، بن میں مست ہے

بھائیو! خدا را غور کرو تعصب اور ہٹ دھرمی کو چھوڑو، لکیر کے فقیر نہ بنو۔

سنو! اہل حدیث تمہیں کوئی ایسی بات نہیں بتاتے، وہ تمہیں اس شاہراہ پر لے
جانا چاہتے ہیں جس صحابہ تھے، تابعین تھے خود چاروں امام تھے،

برادران! اگر تقلید نہ ہوتی تو ہر ہر مذہب کے جداگانہ دفاتر کیوں لکھے جاتے؟
اور کیوں لوگوں کو ایسی خلاف قرآن و حدیث تعلیم کی جرأت ہوتی؟ آج بھی اگر
تقلیدی پر خار وادی سے نجات پالیں تو پھر گلشن و گلزار قرآن و سنت کے وسیع
میدان تم سب کو ایک کر دینے کے لئے کافی ہیں، مولانا روم مثنوی دفتر سوم ص ۲۲۳
میں لکھتے ہیں۔

اے مقلد مجوبیشی برآں - کو بود منبع ز نور آسماں

یعنی اے مقلد تو محقق پر فوقیت مت چاہ، کیونکہ وہ آسمانی نور کا مخزن ہے۔

حنفی بھائیو! کم از کم اپنے لقب کی تو عزت برقرار رکھو تم اپنے تئیں اہل سنت
والجماعت کہلواتے ہو پھر سنت رسول ﷺ اور طریقہ جماعت صحابہ کو کیوں

چھوڑتے ہو؟ حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں "السنة ما سنه رسول الله ﷺ والجماعة ما اتفق عليه اصحاب رسول الله ﷺ" (۱) یعنی طریقہ رسول کو سنت کہتے ہیں اور صحابہ کی جماعت کے اتفاق کو جماعت کہتے ہیں، پس اس تعریف کی رو سے اہل سنت وہی ہیں جو یہ طریق صحابہ کرام صرف قرآن و حدیث پر عامل ہوں، میں تفصیل کے ساتھ پہلے لکھ آیا ہوں کہ صحابہ تو تقلید کے نام سے بھی نا آشنا تھے پھر آج جو فرقہ حدیث کو اور اجماع صحابہ کو چھوڑ کر چار سو برس بعد کی بدعت کو فرض و واجب جان کر اس پر عمل کرتا ہو اور پھر اپنا نام اہل سنت والجماعت رکھتا ہو تو کیا اسے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔۔

کیجئے شکوہ کہاں تک آسمان پیر کا = یہ مصائب ہیں نتیجہ اپنی ہی تقصیر کا اس کی ٹھیک مثال یہی ہے کہ جیسے کسی حبشی کا نام کافور رکھ دیا جائے، یا گھر کی بھینس کا نام بیگم رکھ دیا جائے، میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ یہ لقب ہی تقلید کے پر نچے اڑانے کیلئے کافی ہے، نہ تو سنت میں تقلید کھپ سکتی ہے نہ جماعت میں، پس اہل سنت والجماعت مقلد نہیں ہو سکتے اور مقلد اہل سنت والجماعت نہیں ہو سکتے۔

آئیے! میں آپ کو اس کی نسبت صحیح مرفوع حدیث بھی سنا دوں الملل والنحل مصری ص: ۵ میں ہے "قليل ومن اهل السنة والجماعة قال النبي ﷺ ما انا عليه اليوم واصحابي" (۲) یعنی صحابہ کرام کے اس سوال کے جواب میں کہ اہل سنت والجماعت کون لوگ ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ہیں جو اس چیز پر ہوں جس پر آج میں اور میرے صحابہ ہیں ظاہر ہے کہ آپ اور آپ کے صحابہ جس چیز پر تھے وہی الہی تھی یعنی قرآن و حدیث، پس آج بھی اہل سنت والجماعت وہ ہیں جو صرف ان دو چیزوں پر ہی ہوں۔

(۱) الغنیۃ لطالبی طریق الحق ج ۱ ص: ۸۰ مکتبۃ اشاعت الاسلام دہلی

(۲) الملل والنحل ص: ۱۳ مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت

منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند احمد ص: ۳۲۰ ج ۵ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اہل سنت کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا: المتمسکون بما سنه الله لهم ورسوله وان قلوا (۱) یعنی وہ جو اللہ و رسول کے طریقہ کو مضبوط تھامنے والے ہیں، گو تعداد کے لحاظ سے تھوڑے ہی ہوں اور سنئے! یہ تو ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں نہ تو تقلید تھی نہ مقلد تھے، نہ وہ بزرگ تھے جن کی تقلید آج کی جاتی ہے پھر اس زمانے میں جو لوگ تھے انہیں اہل سنت کہا جاتا تھا۔ چنانچہ منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند احمد ج ۶ ص: ۳۱۵ میں ہے "ان الناس كانوا في حياة النبي ﷺ اهل سنة" (۲) یعنی حضور ﷺ کے زمانے میں سب لوگ اہل سنت تھے، پس آج بھی اہل سنت وہی ہو سکتے ہیں جو فرمان خدا اور حدیث مصطفیٰ ﷺ کے سچے عامل اور معتقد ہوں اور دین اللہ میں تیسری چیز کو داخل نہ سمجھتے ہوں۔ پس اے مسلمان بھائیو! یا تو اہل سنت کہلو او اور تقلید کو چھوڑ دیا مقلد کہلو او اور اس مبارک لقب کو ترک کرو۔

من نه گویم ایں مکن وآں کن = مصلحت بین وکار آساں کن
شاہ ولی اللہ حجتہ اللہ البالغہ مصری ص: ۱۳۶ میں لکھتے ہیں: "الفرقة الناجية هم الآخذون في العقيدة والعمل جميعاً بما ظهر من الكتاب

(۱) منتخب كنز العمال بر حاشیہ مسند احمد ج ۶ ص: ۳۱۵ پوری عبارت یوں ہے "عن يحيى بن عبد الله بن الحسن عن ابيه قال كان علي يخطب لقيام اليه رجل فقال يا امير المؤمنين اخبرني من اهل الجماعة ومن اهل الفرقة ومن اهل السنة ومن البدعة فقال ويحك اما اذا ما لتني فافهم عني ولا عليك ان لا تسأل عنها احدا بعد فاما اهل الجماعة فانا ومن اتبعني وان قلوا وذلك الحق عن امرا لله وامر رسوله واما اهل الفرقة فالمخالفون لي ولمن اتبعني وان كثروا واما اهل السنة فالمتمسكون بما سنه الله لهم ورسوله وان قلوا واما اهل البدعة فالمخالفون لامرا لله ولكتابه ورسوله العاملون برأيهم واهوالهم وان كثروا

(۲) مسند احمد ج ۵ ص: ۳۲۰

والسنة وحری علیہ جمہور الصحابة والتابعین“ (۱) یعنی نجات پانے والی جماعت وہ ہے جو تمام عقائد و اعمال میں کلام اللہ اور حدیث نبوی پر عامل ہو جس پر تمام صحابہ اور تابعین تھے۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ وصیت نامہ میں لکھتے ہیں ”وصیت اول این فقیر چنگ زدن است بہ کتاب و سنت“ یعنی میری پہلی وصیت یہ ہے کہ قرآن و حدیث کو مضبوط تھام رکھو، امام شعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”انما ہلکتہم حین ترکتم الآثار و اخذتم بالمقایس“ یعنی سنت کو چھوڑنا اور قیاس پر عمل کرنا صریح بربادی اور ہلاکی ہے۔ (کتاب الاعتصام ج ۱ ص: ۱۲۵)

ابوبکر بن داؤد فرماتے ہیں ”اہل الراۓ ہم اہل البدع“ ص: ۱۲۳ یعنی رائے قیاس پر عمل کرنے والے بدعتی ہیں۔

ابن وہب فرماتے ہیں ”ان اصحاب الراۓ اعداء السنة“ ص: ۱۲۳ یعنی رائے والے حدیث کے دشمن ہیں، اسی کتاب کے: ۱۲۱ پر ایک صحیح مرفوع حدیث میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”فیبقى ناس جہال یستفتون فیفتون براہم فیصلون ویضلون“ (۲) یعنی ایسا بھی وقت آئے گا کہ لوگ اپنی رائے سے فتوے دیں گے جس کے باعث خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دیں گے، ص: ۱۲۲ میں ہے ”عن عوف بن مالک الاشجعی قال قال رسول اللہ ﷺ تفترق امتی علی بضع وسبعین فرقة اعظمہا فتنة قوم یقیسون الدین براہم یحرمون بہ ما احل اللہ ویحلون بہ ما حرم اللہ“ (۳) یعنی میری امت میں تفرقہ پڑے گا اور اس کے ستر سے اوپر اوپر فرقتے ہو جائیں گے ان میں سب سے بڑا فتنہ گروہ وہ ہوگا

(۱) حجة الله البالغة ج ۱ ص: ۱۷۰

(۲) بخاری بحوالہ اعلام ج ۱ ص: ۱۸۱ یہ روایت الفاظ کے فرق کے ساتھ بخاری

باب العلم میں بھی ہے

(۳) اعلام المرفعین ج ۱ ص: ۹۱

جو دین میں رائے زنیاں کریں گے اور حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیں گے، کوئی ہے؟ جو ہدایت و رشد کا طالب ہو اور خدا کے پیغمبر کی ان دونوں حدیثوں پر مزید غور و خوض کرے اور رائے قیاس کو ترک کر دے، اور خدا رسول کی پر نور باتوں سے قرآن و حدیث کے معطر پھولوں سے اپنا دماغ تازہ کرے خدا کے حبیب سے محبت پیدا کرے اور آپ کی احادیث کو تعویذ جان اور حرز ایمان بنالے۔

جب تک اس زلف کا سودا نہیں اعزاز نہیں

زیب سر جس کے یہ طرہ نہیں ممتاز نہیں

فتوحات مکہ میں ہے ”لایجوز ترک آية او خبر بقول صاحب وامام ومن بفعل ذلك فقد ضل ضللاً لا وخرج عن دين الله“ یعنی جو شخص کسی آیت قرآن یا حدیث رسول کو کسی امام کے قول کے خلاف پا کر چھوڑ دے وہ گمراہ اور بے دین ہے، سچ ہے نام رسول ﷺ کا کلمہ پڑھنا؟ اور کلام غیر رسول پر عامل ہونا؟ افسوس افسوس!

ہم نے کیا چاہا تھا اس دن کے لئے = تم نے بد۔ لہم سے گن گن کے لئے امام طحاوی فرماتے ہیں: ”او کل ما قال به ابو حنیفة اقول به وهل یقلد الاعصی او غیبی“ یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ جو کچھ امام ابو حنیفہ کہیں میں بھی وہی کہتا چلا جاؤں یہ تو تقلید ہے اور تقلید وہی کرتے ہیں جو متعصب اور کند ذہن اور زرے بیوقوف ہوں۔ طویل الانوار حاشیہ در مختار میں لکھا ہے: ”وجوب تقلید مجتہد معین لاحجة علیه لامن جهة الشريعة ولا من جهة العقل“ یعنی کسی خاص امام کی تقلید کے واجب ہونے پر کوئی دلیل نہیں، نہ شرعی نہ عقلی۔ (۱)

(۱) تیسرے شرح تحریر میں ہے ”لایجب تقلید مذہب معین بحوالہ مجموعہ فتاویٰ عبدالحی ص: ۲۳ اسی طرح علامہ شرنبلالی حنفی نے العقد الفرید لیبیان الراجح من جواز التقليد میں ہے۔ لکھا ہے: ”لیس علی الالتزام مذہب معین“ بحوالہ مجموعہ فتاویٰ ج ۱ ص: ۱۷۱

مولانا روم مثنوی دفتر ۳ ص: ۳۳۹ میں لکھتے ہیں:

آں مقلد صد دلیل و صد بیاں = برزباں آرد ندارد پیچ جاں
یعنی گو مقلد سینکڑوں باتیں بنائے لیکن دراصل سب بے جان ہوتی ہیں
دلیل ایک بھی نہیں ہوتی۔ مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں: ”فطائفة قد
تعصبا في الحنفية تعصبا شديداً والتزموا بما في الفتاوى التزاماً
شديداً وان وجدوا حديثاً صحيحاً واثراً صريحاً على خلافه
زعموا انه لو كان هذا الحديث صحيحاً لاخذ به صاحب
المذهب ولم يحكم بخلافه وهذا جهل منهم“ یعنی بعض لوگ اس
بے طرح تقلید امام کے اور کتب فقہ حنفیہ کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ گواہ نہیں
اس کے خلاف حدیث بھی مل جائے تاہم اسے ترک نہیں کرتے یہ جاہل لوگ ہیں
رئیس الاحناف شیخ ابن الہمام اپنی کتاب فتح القدیر شرح ہدایہ میں کھلے الفاظ میں
تقلید کی بابت اہل حدیث کے حق میں فیصلہ دیتے ہیں، جلد نمبر ۳ صفحہ نمبر ۳۴۷
مطبوعہ نول کشور میں لکھتے ہیں: ”فلادلیل علی وجوب اتباع المجتهد
المعین بالزام نفسه ذلك قولاً او شرعاً“ یعنی تقلید شخصی کے واجب
ہونے کی کوئی دلیل نہیں اسی طرح رأس الحنفیہ حضرت ملا علی قاری منہج الازہر میں
فرماتے ہیں: ”من رد حديثاً قال بعض مشائخنا يكفر“ یعنی حدیث کو
رد کر دینے والا کافر ہے، قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنے رسالہ عمل بالحدیث میں لکھتے
ہیں: ”فمن يتعصب بواحد معين غير الرسول ﷺ ويرى ان قوله
هو الصواب الذي يحب اتباعه دون الائمة الآخرين فهو ضال
جاهل“ یعنی جو شخص یہ خیال کرے کہ فلاں ایک امام کی ہی باتیں ٹھیک
اور درست ہیں اور اس کی تقلید واجب ہے وہ گمراہ اور جاہل ہے۔

امام ابو یوسف سے جو امام ابو حنیفہ کے بڑے شاگرد ہیں سوال ہوتا ہے کہ
حضرت امام صاحب کے اقوال کی تابعداری آپ کہاں تک کرتے ہیں؟

تو جواب دیتے ہیں ”انما كان ابو حنيفة مدرسا فما كان من قول
حسن قبلناه وما كان قبيحاً تركناه عليه“ (جزء تاریخ بغداد الخطیب ص:
۸۵) (۱) یعنی امام صاحب ایک مدرس تھے ان کی اچھی باتیں ہم لے لیا کرتے
اور بری باتیں چھوڑ دیا کرتے اسی کتاب کے صفحہ ۱۲۲ میں امام محمد بن حماد فرماتے
ہیں: میں نے منام میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی تو میں نے حضور ﷺ
سے پوچھا ”یا رسول اللہ مات قول فی النظر فی کلام ابی حنیفہ
واصحابہ انظر فیہا واعمل علیہا قال لا لالا ثلاث مرات“ (۲)
یعنی اے رسول اللہ ﷺ کیا میں امام ابو حنیفہ کے اور ان کے ساتھیوں کے کلام
کو دیکھوں؟ اور اس پر عمل کروں؟ تو آپ نے فرمایا نہیں نہیں نہیں، پھر میں نے
سوال کیا حضور ﷺ آپ کی اور آپ کے اصحاب کی حدیثیں دیکھوں؟ اور عمل
کروں؟ تو آپ نے فرمایا ہاں ہاں ہاں!

ہمارے زمانے کے علمائے مقلدین بھی ایسے حقانی کلمات فرما دیا کرتے
ہیں، سبیل الرشاد کے ص: ۳۰ پر مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی لکھتے ہیں: ”جو
مسئلہ خلاف نصوص کے ہے وہ باطل ہے اور ترک اس کا واجب ہے“ مولانا
اشرف علی تھانوی فتاویٰ امدادیہ ج ۴ ص: ۸۸ میں لکھتے ہیں: (۳) بعض مقلدین
نے اپنے ائمہ کو ”معصوم عن الخطاء ومصیب وجوباً مفروض
الاطاعة“ تصور کر کے عزم بالجزم کیا کہ خواہ کیسی ہی حدیث صحیح مخالف قول امام
کے ہو اور مستند قول امام کا بجز قیاس امر دیگر نہ ہو پھر بھی بہت سے علل و خلل حدیث
میں پیدا کر کے اس کی تاویل بعید کر کے حدیث کو رد کر دیں گے اور قول امام کو نہ
چھوڑیں گے، ایسی تقلید حرام اور مصداق قولہ تعالیٰ ﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ
وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا﴾ (۴) اور خلاف وصیت ائمہ مرحومین کے ہے

(۱) تاریخ بغداد للخطیب ص: ۳۷۵ (۲) ایضاً ص: ۴۰۳

(۳) امداد الفتاویٰ جدید محبوب ج ۵ ص: ۲۹۷ سوال نمبر ۲۶۸

(۴) التوبة ۳۱/۹

الاقتصاد کے ص: ۵۰ پر لکھتے ہیں مقلد کو اجازت نہیں کہ ایسے شخص کو برا کہے جس نے بعد رند کور (یعنی بسبب مخالفت حدیث) اس مسئلہ میں تقلید ترک کر دی ہے ص: ۲۸ میں لکھتے ہیں اور اگر اس جانب مرجوح میں گنجائش عمل نہیں بلکہ ترک واجب یا ارتکاب امر ناجائز لازم آتا ہے اور بجز قیاس کے اس پر کوئی دلیل نہیں پائی جاتی اور جانب رائج میں حدیث صحیح صریح موجود ہے اس وقت بلا تردد حدیث پر عمل کرنا واجب ہوگا اور اس مسئلہ میں کسی طرح تقلید جائز نہ ہوگی کیونکہ اصل دین قرآن و حدیث ہے ص: ۲۴۹ میں لکھتے ہیں تمام اکابر اور محققین کا یہی معمول رہا کہ جب ان کو یہ معلوم ہو گیا کہ یہ قول ہمارا یا کسی کا خلاف حکم خدا اور رسول کے ہے فوراً ترک کر دیا۔

مولانا عبدالحی حنفی لکھنوی مجموعہ فتاویٰ ج ۲ ص: ۲۶۷ پر لکھتے ہیں ”حنفی وغیرہ ہونا مسلمانی میں شرط نہیں کیا گیا ہے اور پیغمبر صاحب اور اصحاب اور امام کے وقت میں بھی حنفی شافعی وغیرہ سے مسلمان موسوم نہ تھے، (۱) مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی وصیت نامہ میں لکھتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ علم فقہ محتاج ہے قرآن و حدیث کا، پھر آپ لکھتے ہیں کہ میرے جنازے کی نماز میں الحمد شریف پڑھی جائے۔ (حالانکہ حنفی مذہب میں یہ نہیں خود امام صاحب اس کی مشروعیت کے قائل نہیں ہیں (۲))

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے مقلدین کی مذمت میں اپنی بہترین تصنیف الفوز الکبیر کے ص: ۵ میں لکھا ہے ”فان سنت ان تری النموذج اليهود فانظر الی علماء السوء من الذین یطلبون الدنیا وقد اعتادوا تقلید السلف واعرضوا عن نصوص الكتاب والسنة

(۱) مجموعہ فتاویٰ ج ۱ ص: ۳۸۳

(۲) ملاحظہ ہو بدائع الصنائع ج ۲ ص: ۵۲ / ہدایہ ج ۱ ص: ۱۶۲ / شرح وقایہ ج ۱ ص: ۲۰۷

وتمسکوا بتعمق عالم وتشدده واستحسانه فاعرضوا عن کلام الشارع المعصوم وتمسکوا باحادیث موضوعہ و تاویلات فاسدہ کأنہم ہم“ (۱) یعنی اگر یہودیوں کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہوں تو ان بدترین علماء کو دیکھ لو جو دنیا طلبی میں مشغول ہیں جن میں تقلید کی بیماری گھر کر گئی ہے جنہوں نے کتاب و سنت سے منہ موڑ لیا ہے اور ایک ہی (امام) کے نرم گرم بھلے برے کلام کے پیچھے لگ گئے ہیں اور شارع معصوم کے کلام کو چھوڑ رکھا ہے اور (اپنے امام کے قول کو) موضوع حدیثوں اور فضول تاویلوں سے مضبوط بنا بنا کر اسی پر تمسک کئے بیٹھے ہیں، بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اور یہود بالکل برابر ہیں مولانا روم مننوی دفتر ۳ ص: ۲۴۹ میں لکھتے ہیں۔

بس خطر باشد مقلد را عظیم = از رہ درہزن ز شیطان رجیم
یعنی مقلد کو تقلید کے راستے میں شیطان مردود جیسے ڈاکو سے واسطہ ہے بستان العارفین للعلامہ الفقیہ ابی اللیث کے ص: ۸ میں ہے کہ امام زفر بن ہذیل اور امام ابو یوسف اور امام عافیہ بن یزید اور امام حسن بن زیاد (شاگردان امام ابو حنیفہ) چاروں نے فرمایا ہے ”لا یجزل لاحد ان یفتی بقولنا مالہم یعلم من این قلنا“ (۲) یعنی جب تک کسی کو ہمارے قول کی دلیل قرآن و حدیث سے نہ معلوم ہو جائے ہمارے قول پر فتویٰ دینا حلال نہیں، بحمد اللہ میں اپنے فرض سے ایک حد تک سبکدوش ہو گیا تقلید شخصی کے باطل ہونے پر میں نے ہر پہلو سے بحث کی اور جو کچھ اس مسئلہ کی حقیقت تھی آپ حضرات کے سامنے کھول دی اب آپ کو اختیار ہے کہ ان دلائل کو شرف قبولیت بخشیں یا نہ بخشیں، میرا کام صرف پہونچا دینا تھا

حاصل عمر شمار رہ یارے کردم = شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

(۱) الفوز الکبیر ص: ۱۰ / بعض نسخوں میں کأنہم ہم کے بجائے کانت سب ہلاکہم کے الفاظ ہیں۔ (۲) بحوالہ حجة الله البالغة ج ۱ ص: ۱۵۸

حضرت امام ابو حنیفہ کا ایک قول بھی سن لیجئے جو کتاب کے نام "اتباع سنت نبوی اور تقلید شخصی" اور اس کے عرف "طریق محمدی" کی بخوبی وضاحت کر دے گا۔

مقدود الجواہر میں ہے "ومما یروی عنہ الہ کان یقول ضعیف الحدیث احب الی من آراء الرجال" یعنی امام صاحب فرماتے ہیں "میرے نزدیک ضعیف حدیث بھی تمام دنیا کے لوگوں کے اقوال سے بہتر ہے" (۱) معلوم ہوا کہ اتباع سنت کرنی چاہئے تقلید شخصی سے دور رہنا چاہئے، طریق محمدی یہی ہے ظفر الامانی ص: ۱۸۲ میں ہے حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ما جاء عن رسول اللہ ﷺ فبالرأس والعین" یعنی جو کچھ حدیث سے ثابت ہو جائے وہ سر آنکھوں پر ہے (۲) سنت پر عمل کرنا خدا کو کس قدر پیارا ہے

سنئے! حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک دن میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ نہانے گیا وہ لوگ سب ننگے ہو کر پانی میں اتر گئے لیکن مجھے اس وقت یہ حدیث یاد آگئی کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ بغیر تہ بند کے حمام میں داخل نہ ہو، پس

(۱) اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۲۷ میں ہے "واصحاب ابی حنیفۃ رحمہ اللہ مجمعون علی ان مذہب ابی حنیفۃ ان ضعیف الحدیث عندہ اولی من القیاس والرأی وعلی ذلک ہستی مذہبہ اور میزان شعرانی میں ہے "وقد صح عنه وعن الائمة کلہم اذا صح الحدیث فہو مذہبنا بحوالہ مجموعۃ فتاوی ج ۱ ص: ۱۹ (۲) المدخل الی السنن الکبری للبیہقی ص: ۱۱۱ میں ہے ابن المبارک کہتے ہیں میں نے ابو حنیفہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے "اذا جاء عن النبی ﷺ فعلى الرأس والعین واذ اجاء عن اصحاب النبی ﷺ فاختار من قولہم واذ اجاء عن التابعین زاحمنا ہم اس قول کو نبی نے مسر ۳۰۱/۶ میں ابن عبد البر نے انتفاء ص: ۱۳۳ میں اور مرقی النعمانی نے امام صاحب کے مناقب ۱/۷ میں بھی ذکر کیا ہے۔

میں رنگ نہ ہوا اور تہ بند باندھ لیا اسی رات کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک آواز آتی ہے کہ اے احمد خوش ہو جا اللہ تعالیٰ نے تجھے اس بنا پر بخش دیا کہ تو نے حدیث پر عمل کیا میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ جواب ملا میں جبرئیل ہوں۔ شفاء قاضی عیاض جلد دوم ص: ۱۳ یہی وصیت امام شعرادی اپنی کتاب میں کرتے ہوئے فرماتے ہیں اگر مجھ سے پوچھو کہ ہم امام صاحب کی وفات کے بعد ان کے مذہب کے خلاف کوئی حدیث پا میں تو کیا کریں؟ تو میں جواب دوں گا کہ "یتبغی لک ان تعمل بہا فان امامک لو ظفر بہا وصحت عنده ربما کان امرک بہا فان الائمة اسری کلہم فی ید الشریعة ومن فعل ذلک فقد حاز الخیر بکلستی ید یہ" تجھے چاہئے کہ تو اس حدیث پر عمل کرے، تیرے امام بھی اگر اس صحیح حدیث کو پالیتے تو یقیناً وہ خود بھی اس پر عمل کرتے اور تجھے بھی اسی پر عمل کرنے کو فرماتے، اس لئے کہ کل کے کل امام شریعت کے پابند تھے اگر تو بھی اپنا عمل یہی رکھے گا کہ صحیح حدیث پر عمل کرتا چلا جائے تو بالیقین تو نے دونوں ہاتھوں سے بھلائی کو سمیٹ لی۔

حقیقت یہ ہے کہ ائمہ کے اقوال کے مقابلہ میں حدیث کو نہ ماننا تو گویا قرآن و حدیث کو منسوخ اور بے کار سمجھنا ہے اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہوگا؟

لوامع الالہام میں حضرت شاہ عبدالعزیز کا قول م وی ہے کہ "مجتہد گاہ خطا کند و گاہ بحق رسد چوں خطائے او ظاہر گردد و تقلید او در خطا حرام بود" یعنی امام مجتہد سے کبھی خطا ہوتی ہے کبھی نہیں ہوتی، جب ان کی خطا معلوم ہو جائے پھر بھی ان کی تقلید پر جیسے رہنا حرام ہے۔

صاحب دراسات لکھتے ہیں "العمل بدلیل مخالف للحدیث الصحیح حرام علی المقلد کا لمجتہد" یعنی صحیح حدیث کے خلاف کسی دلیل پر عمل کرنا مجتہد و مقلد سب پر حرام ہے، تفسیر عزیزی مطبوعہ لاہور ص: ۴۵۱ میں ہے "بعد از وضوح دلائل و سطوح ہر این تقلید باطل است" یعنی دلائل و برہان

(قرآن وحدیث) کے ملتے ہوئے تقلید کرنی سراسر باطل اور ناحق ہے، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”من قلة فقه الرجل ان يقلد دينه الرجال“ یعنی تقلید کرنا بے وقوفوں کا کام ہے (القول المفید) (۱) مولانا روم مشنوی دفتر چہارم ص ۴۲۲ میں فرماتے ہیں۔

آں مقلد ہست چوں طفل علیل = گرچہ دارد بحث باریک و دلیل
یعنی مقلد اگرچہ زبان دراز ہو مگر وہ بیمار بچے جیسا ہے، اب میں اپنی بحث کو ختم کرتا ہوں، میری التجا ہے کہ میرا رب اسے قبول فرمائے اور مسلمانوں کو اس سے فائدہ بخشے۔

این نامہ عاصی رانا خواندہ مکن پارہ = بیچارہ تم کردہ است از خون جگر چیزے
ہمارے بعض بھولے بھائیوں کو حدیث سے الگ کرنے کیلئے اکثر اوقات یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حدیث پر تم عمل نہیں کر سکتے کیونکہ حدیثیں ایک ہی مسئلہ میں کئی طرح کی ہوتی ہیں، کسی میں کچھ ہوتا ہے کسی میں کچھ ہوتا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ مجتہد کی تقلید کی جائے تاکہ وہ ان اختلاف والی حدیثوں میں سے نتھار نچوڑ کر عطر نکال کر کھلی پھینک کر ہمیں دیدے، لیکن افسوس کہ فقہاء کے اقوال بھی ایک مسئلہ میں کئی کئی نظر آتے ہیں، یہ تو ہے ہی کہ یہ مذہبی کتابیں اختلاف سے پر ہیں لیکن ایک کا قول دوسرے کے خلاف ہونا الگ چیز ہے اور ایک ہی شخص سے کئی ایک اقوال کا ہونا اور ان میں بھی ایک کا ایک سے خلاف ہونا یہ کھلی دلیل ان تمام اقوال کے باطل ہونے کی ہے، حدیث میں تو یہ بات نہیں، دو صحیح حدیثیں دنیا کے ردے پر ایسی نہیں جن میں نہ رفع ہونے والا تضاد ہو لیکن باوجود اس کے لوگوں کی نظروں میں اختلاف چھا کر انہیں اتباع حدیث نبوی سے روکا جاتا ہے لیکن اب میں آپ کو صرف ہدایہ کے بعض وہ مواقع بتلاتا ہوں جنہیں دیکھ کر

آپ بے ساختہ پکار اٹھیں گے کہ فرمان خداوندی سچ اور بالکل سچ ہے کہ ”وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا“ (۱) یعنی یقیناً ایسا کھلا اختلاف دلیل ہے ان دلائل کے خدا کی طرف سے نہ ہونے کی، میں بطور مثال کے صرف چند مواقع ناظرین کے سامنے رکھتا ہوں آپ دیکھئے کہ ایک ہی مسئلے میں دو قول کس قدر کھلے تعارض والے اور کس طرح ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔

خرابی میں پڑا ہے سینے والا جیب و داماں کا

جو یہ ٹانگا تو وہ ادھر ا جو وہ ٹانگا تو یہ ادھر ا

☆ ہدایہ مجتہبائی ج اول ص: ۲۲ باب الماء (۲) میں لکھتے ہیں ”عن ابی حنیفہ ہو طاهر“ یعنی امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں وضو وغیرہ میں استعمال کیا ہوا پانی پاک ہے اسی صفحہ میں لکھتے ہیں ”وقال ابوحنیفہ ہو نجس“ یعنی امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں وضو وغیرہ میں استعمال کیا ہوا پانی نجس ہے (یعنی پاک بھی ہے اور ناپاک بھی ہے)

☆ ہدایہ مجتہبائی جلد اول ص: ۲۲ باب الماء (۳) میں لکھتے ہیں ”عن ابی حنیفہ نجاسة غليظة“ یعنی امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں اس پانی کی ناپاکی بھی غلیظ ہے یعنی پیشاب پاخانہ کی طرح بالکل نجس ہے، اسی صفحہ میں لکھتے ہیں ”هو قوله نجاسة خفيفة“ یعنی امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں اس کی نجاست غلیظ نہیں ہے یعنی پیشاب پاخانہ جیسی نجاست نہیں ہے بلکہ اس سے بہت کم درجہ کی ہے یعنی غلیظ نجاست بھی اور غلیظ نجاست نہیں بھی ہے

☆ ہدایہ مجتہبائی جلد اول ص: ۴۰ باب الماء (۴) میں لکھتے ہیں ”عند ابی

حنیفۃ کلاہما نجسان“ یعنی اگر جنبی کنویں میں اترتا تو اس کا غسل نہیں اترتا، امام ابوحنیفہ کا فرمان یہی ہے اسی صفحہ میں لکھتے ہیں ”ان الرجل طاهر“ یعنی جنبی پاک ہو جاتا ہے جنبی کا غسل اتر جاتا ہے امام ابوحنیفہ کا فرمان یہی ہے (یعنی غسل نہیں بھی اتر اور اتر بھی گیا)

☆ ہدایہ مجتہائی ص: ۲۴ باب المسح (۱) میں لکھتے ہیں ”لایجوز المسح علی الجوربین عند ابی حنیفہ“ یعنی جو رب پر مسح جائز نہیں، امام ابوحنیفہ کا یہی فرمان ہے اسی صفحہ میں لکھتے ہیں ”وعنه انه رجع الی قولہما“ یعنی جو رب پر مسح جائز ہے امام ابوحنیفہ کا فرمان یہی ہے (یعنی مسح جائز نہیں بھی اور جائز ہے بھی)

☆ ہدایہ جلد اول مجتہائی ص: ۵۶ باب الانحاس (۲) میں لکھتے ہیں ”فاذا جف علی الثوب اجزا فیہ الفرق“ یعنی جب منی کپڑے پر سوکھ جائے تو کھرچنے سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے (امام ابوحنیفہ کا فرمان یہی ہے) اسی صفحہ میں لکھتے ہیں ”وعن ابی حنیفہ انه لا یطہر“ یعنی جب منی کپڑے پر سوکھ جائے تو کھرچنے سے پاک نہ ہوگا امام ابوحنیفہ کا فرمان یہی ہے (یعنی کھرچنے سے کپڑا پاک بھی ہو گیا اور پاک بھی نہیں ہوا)

☆ ہدایہ جلد اول مجتہائی ص: ۶۳ باب المواقیت (۳) میں لکھتے ہیں ”وآخر وقتہا عند ابی حنیفہ اذا صار ظل کل شئی مثلہ“ یعنی ظہر کا وقت ہر چیز کا سایہ دوگنا ہو جانے تک ہے امام ابوحنیفہ کا فرمان یہی ہے اسی صفحہ میں لکھتے ہیں ”[وقالا] اذا صار الظل مثلہ وهو رواۃ عن ابی حنیفہ“ یعنی ظہر کا وقت ہر چیز کا ایک گنا سایہ ہو جانے تک ہے امام ابوحنیفہ کا فرمان یہی ہے

(۱) ہدایہ ج ۱ ص ۶۱

(۲) ہدایہ ج ۱ ص ۷۳

(۳) ہدایہ ج ۱ ص ۸۱

(یعنی ایک گنا سایہ ہونے پر وقت نکل گیا اور نہیں بھی نکلا) جسے قرآن حدیث کا عطر کہا جاتا تھا جسے اختلاف سے پاک مانا جاتا تھا وہ تو سراسر اختلاف ہی اختلاف نکلا۔

ہیں اس میں دلفریب جو پودے لگے ہوئے

پتے ہیں ان کے زہر سے بالکل بھرے ہوئے

☆ ہدایہ جلد اول مجتہائی ص: ۶۳ باب المواقیت (۱) میں لکھتے ہیں ”و اول وقت العصر“ یعنی دو گنا سایہ جب ہو جائے تب عصر کا وقت شروع ہوتا ہے، امام ابوحنیفہ کا فرمان یہی ہے اسی صفحہ میں لکھتے ہیں ”اول وقت العصر“ یعنی ایک گنا سایہ جب ہو جائے تب عصر کا وقت شروع ہوتا ہے امام ابوحنیفہ کا فرمان یہی ہے (یعنی ایک گنا سایہ ہونے پر عصر کا وقت ہو گیا اور نہیں بھی ہوا)۔

☆ ہدایہ جلد اول مجتہائی ص: ۶۶ باب المواقیت (۲) میں لکھتے ہیں ”ثم الشفق هو البیاض الذی فی الافق بعد الحمرة عند ابی حنیفہ“ یعنی جب تک شفق غائب نہ ہو مغرب کی نماز کا وقت ہے اور شفق کہتے ہیں اس سفیدی کو جو آسمان کے کناروں پر سرخی کے بعد ظاہر ہوتی ہے، یعنی سرخی کے چلے جانے کے بعد بھی مغرب کی نماز کا وقت ہے امام ابوحنیفہ یہی فرماتے ہیں، اسی صفحہ میں لکھتے ہیں ”هو الحمرة وهو رواۃ عن ابی حنیفہ“ یعنی شفق کہتے ہیں سرخی ہی کو، تو سرخی کے چلے جانے کے بعد مغرب کا وقت نہیں رہتا۔ امام ابوحنیفہ کا فرمان یہی ہے (یعنی سرخی کے چلے جانے کے بعد مغرب کا وقت ہے بھی اور نہیں بھی ہے)

☆ ہدایہ اول ص: ۷۴ باب الاذان (۳) میں لکھتے ہیں ”یکره ان یقیم علی غیر وضوء“ بے وضو اقامت کہنا مکروہ ہے، امام ابوحنیفہ کا فرمان یہی ہے

(۱) ہدایہ ج ۱ ص ۸۱

(۲) ہدایہ ج ۱ ص ۸۲

(۳) ہدایہ ج ۱ ص ۹۰

اور صفحہ ۹۱ میں لکھتے ہیں ”ویروی انہ لا تکرہ الاقامة ایضاً“ یعنی بے وضو اقامت کہنا مکروہ نہیں امام ابوحنیفہ کا فرمان یہی ہے (یعنی مکروہ ہے بھی اور مکروہ نہیں بھی ہے)

☆ ہدایہ جلد اول ص: ۹۰ باب صفة الصلوة (۱) میں لکھتے ہیں ”فان اقتصر علی احدہما جاز عند ابی حنیفہ“ یعنی اگر سجدے میں صرف ناک زمیں پر ٹکائے پیشانی نہ لگائے تو بھی جائز ہے، امام ابوحنیفہ کا فرمان یہی ہے اسی صفحہ میں لکھتے ہیں ”لا یجوز“ یعنی اگر سجدے میں صرف ناک زمیں پر ٹکائے پیشانی نہ لگائے تو جائز نہیں۔ امام ابوحنیفہ کا فرمان یہی ہے (یعنی جائز بھی ہے اور ناجائز بھی ہے)

تعجب ہے کہ حدیث کو تو صرف اس خیالی وہم پر ناقابل عمل ٹھیرایا جاتا ہے کہ اس میں تضاد اور تعارض ہے یہ ایک دوسرے کے خلاف ہیں لیکن اقوال ائمہ کو جو فی الواقع تعارض سے پر ہیں تضاد کی کچی تصویر ہیں اس بے طرح پکڑا جاتا ہے کہ کسی حالت میں چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔

جدا ہوں یا رے ہم نہ ہوں رقیب جدا = ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا مجھے نمونہ ناظرین کو بطور تنبیہ کے یہ چند مسائل سناتے تھے اس لئے میں اس تھوڑے سے نمونہ پر اس بحث کو ختم کرتا ہوں، ذرا انصاف سے اس عنوان کے مسائل پر ایک مرتبہ اور نظر ڈال جائے، کیا کیا گل کاریاں ہو رہی ہیں ایک ہی پانی کو پاک کہا جاتا ہے اسی کو ناپاک کہا جاتا ہے ایک جگہ اس کی ناپاکی کو خفیف بتلائی جاتی ہے ایک جگہ غلیظ کہی جاتی ہے اور سب کے قائل امام ابوحنیفہ۔

ایک شخص کو نہانے کی حاجت سے فارغ ہو گیا ہوا کہا جاتا ہے اور اسی کو غیر فارغ بھی سمجھا جاتا ہے، جو رب پر مسح جائز بھی ہے اور جائز نہیں بھی ہے، سوکھی منی کھرچنے سے پاک ہو جاتی ہے اور پاک نہیں بھی ہوتی، اور سب کے قائل

ابوحنیفہ، کیا لطف کی بات ہے کہ ڈیڑھ گنا سایہ ہونے پر ایک شخص کہے ظہر کا وقت ہے وہ بھی سچا جو کہے نہیں ہے وہ بھی سچا، عصر کا وقت ایک گنے سایہ پر ہو گیا یہ بھی امام کا فرمان اور نہیں ہوا یہ بھی امام کا فرمان۔ سرخی کے جاتے ہی وقت مغرب گیا یہ بھی امام صاحب کا قول، وقت نہیں گیا یہ بھی امام صاحب کا قول، بے وضو اقامت کہنی مکروہ بھی امام صاحب کہتے ہیں، مکروہ نہیں بھی امام صاحب کہتے ہیں، صرف ناک پر ہی سجدہ کر لینے سے نماز جائز بھی امام صاحب کے نزدیک اور ناجائز بھی امام صاحب کے نزدیک۔

خفیو! خدا کا واسطہ ذرا غور تو کرو آخر ایک روز احکم الحاکمین سے واسطہ پڑتا ہے خدا سے معاملہ ہونا ہے اپنے حساب کتاب کا خیال کرو اور کسی ایسے شخص کے اقوال کو جو غیر معصوم ہے ٹھیک بھی کہتا ہے اور غلط بھی کہتا ہے، اپنے ذمہ واجب التعمیل نہ سمجھو۔ ان کتابوں کو جو امتیوں کی رائے قیاس کا مجموعہ ہیں جس میں ایک ہی کام کو جائز بھی لکھا ہے اور ناجائز بھی، شریعت کی کتابیں نہ جانو۔ میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ اگر صرف اسی ایک کتاب سے امام صاحب کے اقوال کا اختلاف پوری طرح نقل کیا جائے تو ایک عجیب چیز بن جائے میں نے ان نوے صفحات میں سے بھی بہت سے مختلف اقوال بیان کرنے چھوڑ دیئے ہیں، ایک ایک مسئلہ میں امام صاحب سے چار چار قول منقول ہیں جو ایک دوسرے کے خلاف ہیں بھلا یہ کوئی شریعت ہوئی؟ خوب غور کر لو آخر خدا سے کام پڑنا ہے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کا آسرا ہے، حوض کوثر کی امید ہے۔

دوستو! یہ تو تھا امام صاحب کے اقوال کا اختلاف، اب میں صرف ایک ہی مسئلہ فقہ کی کتاب کا آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ ذرا دیکھ لیجئے ایک ہی مسئلہ میں کتب فقہ میں کس قدر اختلاف ہے؟

جامع جس میں جمعہ صحیح ہے اس کے متعلق ایک قول تو یہ ہے کہ جس موضع میں امیر وقاضی ہو دوسرا قول یہ ہے کہ جہاں کے رہنے والے اتنے ہوں کہ وہاں کی بڑی

مسجد میں وہ سب نہ آسکیں تیسرا قول یہ ہے کہ وہاں دس ہزار آدمی بستے ہوں، چوتھا قول یہ ہے کہ اس گاؤں میں مسجد امام کے حکم سے بنی ہو۔ پانچواں قول یہ ہے کہ جہاں امام اتر پڑے، چھٹا قول یہ ہے کہ جس موضع کو امام مصر قرار دیدے۔ ساتواں قول یہ ہے کہ گوگاؤں ہی ہو لیکن وہاں امام کا نائب ہو، اب ان سات اقوال پر نظر ڈال جائے، جو جمعہ جیسے فرض کے لئے ہیں اور ان کے علاوہ اور اقوال بھی ہیں، (۱) اور اسی قسم کے بہت سے مسائل ہیں جن میں اس قدر مختلف اقوال ہیں کہ ایک ہوش مند آدمی کے بھی حواس رخصت ہو جائیں، اور اس مذہبی دنگل گو وہ دہشت سے دیکھنے لگے۔

دوستو! خوش عقیدگی سے یا صرف تقلید سے کسی چیز کی اچھائیاں تسلیم کر لینا اور امر ہے اور حقائق و واقعات سامنے رکھ کر پرکھنا اور چیز ہے۔

کہاں سے لائے گا قاصد بیاں میرا زباں میری

مڑہ جب تھا کہ خود مجھ سے وہ سنتے داستاں میری

ہم مانتے ہیں کہ مالکی حنبلی اور شافعی مذہب کے مسائل بھی قیاس اور رائے سے خالی نہیں لیکن حنفی مذہب کے مسائل اکثر رائے قیاس پر مبنی ہیں، اور اسی وجہ سے قرآن و حدیث سے بہت دور ہیں، میں چاہتا ہوں کہ آپ کو یہ بھی بتلا دوں کہ خود ان قیاسات میں بھی تضاد ہے، اس میدان کی سیر کرنے والا یہاں ایسے ایسے الجھاؤ دیکھے گا کہ عقل چکر میں آجائے، ایک وجہ لے کر اس پر قیاس کر کے ایک مسئلہ میں ایک فتویٰ دیا وہی وجہ دوسرے مسئلہ میں بھی موجود ہے یہی قیاس وہاں بھی ہے لیکن وہاں اور ہی حکم لگایا، پس قیاس کی یہ غیر منصفانہ تقسیم اور اس کی متضاد حقیقت بھی اس کے بطلان کی ایک واضح دلیل ہے۔

نئی دانم حدیث نامہ چوں است = یہی ینم کہ عنوانش بہ خون است

(۱) ان اقوال کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہدایہ و حاشیہ ہدایہ ج ۱ ص: ۱۶۸
حاشیہ درمختار ج ۱ ص: ۱۰۹ / بدائع الصنائع ج ۱ ص: ۵۹۳
البحر الرائق ج ۲ ص: ۲۳۵

مثال کے طور پر سنئے!

☆ حنفیہ ناک کے اندر کے حصے کو باہر کے حصے پر قیاس کر کے کہتے ہیں کہ غسل جنابت کے وقت ناک میں پانی دینا فرض ہے، لیکن وضو میں اس قیاس کو چھوڑ دیتے ہیں، فقہ کی موجود چھوٹی سے لے کر بڑی کتابیں ملاحظہ ہوں وضو کے فرض بیان کرتے ہوئے ناک کا ذکر نہیں کرتے، بلکہ سنتوں کے بیان میں لاتے ہیں (۱) غسل کے فرض بیان کرتے ہوئے ناک کا ذکر کرتے ہیں (۲) "حالانکہ رسول اللہ ﷺ نہ صرف اتنا ہی کہ ہر وضو کے وقت ناک میں پانی دیتے رہے اور اسے صاف کرتے رہے بلکہ حکم دیا اور وہ بھی نہایت تاکید حکم، چنانچہ آپ کے الفاظ طیبہ یہ ہیں "بالغ فی الاستنشاق" (ابوداؤد ترمذی نسائی) (۳) یعنی ناک

(۱) قدوری ص: ۳ میں فرائض و سنن وضو کا ذکر یوں موجود ہے

"ففرض الطهارة غسل الأعضاء الثلاثة ومسح الرأس ومسح الطهارة غسل اليدين ثلاثاً قبل ادخالهما الاناء اذا استيقظ المتوضي من نومه وتسمية الله تعالى في ابتداء الوضوء والسواك والمضمضة والاستنشاق ومسح الاذنين وتخليل اللحية والاصابع وتكرار الغسل الى الثلاث"

بدائع الصنائع ج ۱ ص: ۱۱۰ میں ہے "ان الواجب في باب الوضوء غسل الأعضاء الثلاثة ومسح الرأس، وادخال الأنف والقسم ليس من جعلتها اما مساوي الوجه فظاهر وكذا الوجه لانه اسم لما يواجه اليه عادة، وادخال الأنف والقسم لا يواجه اليه بكل حال فلا يجب غسله بخلاف باب الجنابة لان الواجب هناك تطهير البدن لقوله تعالى وان كنتم جنبا فاطهروا اي طهروا ابدانكم فيجب غسل ما يمكن غسله من غير حرج ظاهراً او باطناً ومواظبة النبي ﷺ عليها في الوضوء دليل السنية دون الفرضية فانه كان يواظب على سنن العبادات.

(۲) شرح وقاية ج ۱ ص: ۷۲ میں ہے "وفرض الغسل المضمضة والاستنشاق"

(۳) ابوداؤد ج ۱ ص: ۱۹ پوری حدیث اس طرح سے ہے آپ نے فرمایا "امسح الوضوء وخلل بين الاصابع وبالغ في الاستنشاق الا ان تكون صائماً"

میں پانی دینے میں مبالغہ کرو، پس جہاں فعل موجود وہاں خفیوں کا قیاس فرضیت نہ بتلائے، اور دوسری جگہ میں وہ فرضیت کا قائل۔

☆ حنفیہ اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص بھول کر نماز میں بات کر بیٹھے یہ قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح بے بھول قصد اور عمدات کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اسی طرح بھول کر نسیاناً بات کرنے سے بھی نماز باطل ہو جائے گی، چنانچہ درمختار کے متن میں ہے "یفسدھا التکلم عمدہ وسہوہ" (۱) یعنی بات کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے خواہ قصد بات کرے یا بھول کر، لیکن نماز کو پورا کرنے سے پہلے سلام پھیر دینے میں وہ بھول کو قصد پر قیاس نہیں کرتے، چنانچہ درمختار میں ہے "الا السلام" (۲) اسی طرح روزے کی حالت میں بھول کر کھاپی لینے کو عمداً جان بوجھ کر کھاپی لینے والے پر قیاس نہیں کرتے، جب یہاں بھولنے والے اور جان کر کرنے والے میں فرق کیا گیا، تو یہی فرق نماز میں بات کرنے والے کے لئے کیوں نہ معتبر مانا جائے؟ اور اگر وہاں اس فرق کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا بلکہ بھول کر کرنے والے کو بھی سزا دی گئی تو یہاں انہیں کیوں چھوڑ دیا جائے؟

☆ حنفیہ کا قیاس اس شخص کو تو معذور سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے جس نے روزے کی حالت میں بھول کر کھاپی لیا، متن درمختار میں ہے "اذا اكل الصائم او شرب" [باب ما يفسد الصوم] (۳) لیکن اگر کوئی شخص غلطی اور لاعلمی سے کھاپی لے تو وہ اسے معذور نہیں سمجھتا چنانچہ اسی کتاب کے اسی باب میں ہے "وان افطر خطأ" پہلی صورت میں تو وہ اس شخص کا روزہ ثابت بتلاتا ہے لیکن دوسری صورت میں وہ اس کا یہ روزہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے، مثلاً ایک شخص

رات کو جاگتا ہے اور غلطی اور لاعلمی سے یقین کر لیتا ہے کہ صبح صادق طلوع نہیں ہوئی اور کھاتا پیتا ہے تو حنفی قیاس کہتا ہے کہ روزہ فاسد ہو گیا، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے نادانستگی اور بے علمی کو بھول چوک کی طرح بلکہ اس سے بھی بڑا عذر بتلایا ہے، چنانچہ حضرت حمزہ بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو استحاضہ تھا آپ سے وہ آکر مسئلہ دریافت کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ مجھے تو اس نے نماز روزے سے روک دیا ہے، تو آپ انہیں مسئلہ بتلا دیتے ہیں کہ اس طرح حالت استحاضہ میں نماز پڑھو لیکن جو نمازیں انھوں نے بوجہ اپنی لاعلمی کے نہیں پڑھیں انہیں دہرانے کو نہیں فرماتے (۱)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ جب حاضر حضور ہو کر عرض کرتے ہیں کہ میں نے اپنے تئیکے تلے سفید اور سیاہ دھاگا رکھ لیا تھا اور جب تک ان کا فرق نہ معلوم ہوا یعنی اتنا چاندنا [اجالا] نہ ہو گیا کہ سفید و سیاہ دھاگے میں تمیز کر سکوں تب تک کھاتا پیتا رہا، آپ نے انہیں آیت "حتی تبین لكم الخيط الابيض من الخيط الاسود" کی صحیح تفسیر بتلا دی، کہ اس سے مراد رات کی سیاہی اور صبح کی سفیدی ہے نہ کہ دھاگوں کی۔ لیکن اس روزے کے دہرانے کا حکم نہ دیا (۲) جو صحابی سفر میں تھے اور جنبی تھے اور انھوں نے تیمم کی فرضیت سن رکھی تھی وہ پانی نہ ملنے کی وجہ سے مٹی میں لوٹ پوٹ ہوئے اور نماز ادا کی جب واپس آکر حضور علیہ السلام سے ذکر کیا تو آپ نے بوجہ لاعلمی کے انہیں اس نماز کے دہرانے کا حکم نہیں دیا۔ (۳)

الغرض یہ تمام حدیثیں اس امر کی دلیل ہیں کہ جیسے نسیان بھول چوک ایک شرعی عذر ہے اسی طرح بے علمی اور نادانستگی بھی ایک شرعی عذر ہے پھر اس قیاس

کی کوئی اصلیت نہیں رہتی کہ نسیان کو عذر قرار دیا جائے اور نہ جاننے اور خطا کرنے کو عذر نہ قرار دیا جائے۔

اب میں ایک اور حدیث وارد کرتا ہوں جو اس تیسرے مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے دوسرے نمبر کے مسئلہ کو بھی بالکل صاف کر دے گی، صحیح مسلم شریف میں ہے حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں حضور علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک شخص چھینکا میں نے کہا ”یرحمک اللہ“ اس پر لوگ میری طرف تیز نظروں سے گھورنے لگے میں نے کہا افسوس افسوس تمہیں کیا ہو گیا؟ کیوں میری طرف اس طرح گھور رہے ہو؟ اس کے آخر میں ہے کہ حضور ﷺ نے نماز سے فارغ ہو کر مجھ سے فرمایا نماز میں باتیں کرنے کی اجازت نہیں نماز تو صرف تسبیح اور تکبیر اور قرأت قرآن ہے (۱) پس رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو نماز کے لوٹانے کا حکم نہیں دیا اس لئے کہ حضرت معاویہؓ کو لاعلمی تھی انہیں یہ مسئلہ معلوم نہ تھا۔ ان سب سے بڑھ کر اہل قبا کا بیت المقدس کی طرف باوجود قبلہ بدل جانے کے نماز ادا کرنا اور حضور ﷺ کا انہیں دہرانے کا حکم نہ دینا ہے۔ (۲)

الغرض جس طرح بھول چوک عذر شرعی ہے اسی طرح لاعلمی اور ناواقفیت بھی عذر شرعی ہے پھر ایک کو عذر ماننا اور دوسرے کو نہ ماننا یہ ایک آنکھ سے دیکھنا اور دوسری کو بند کر لینا ہے۔

کہتے ہیں مجھ سے یہ آداب کا دستور ہے = چار انگل میرے چہرے سے نظر دور ہے ☆ حنفیہ مانتے ہیں اور آپ سب صاحبان بھی جانتے ہیں کہ نماز کے لئے جس طرح وضو کے پانی کی پاکیزگی شرط ہے اسی طرح کپڑے کی اور بدن کی پاکی بھی

(۱) مسلم ج ۱ ص: ۲۰۳ باب تحریم الکلام فی الصلوۃ ونسخ ما کان من اباحتہ

(۲) بخاری ج ۲ ص: ۶۳۵ کتاب التفسیر

شرط ہے لیکن تھوڑی سی نجاست جو پانی میں ہو اور تھوڑی سی نجاست جو کپڑے یا بدن پر لگی ہو حنفیہ کا قیاس اس میں فرق کرتا ہے چاہئے یہ تھا کہ جس طرح پانی کی چوتھائی سے کمی کو وہ قابل معافی نہیں قرار دیتے، اسی طرح کپڑے اور بدن کی چوتھائی سے کمی کی ناپاکی کو بھی ناقابل معافی جانتے۔ لیکن یہاں ان کا فتویٰ ہے کہ اگر کپڑا اور بدن نجاست خفیفہ سے چوتھائی سے کم آلودہ ہو گیا ہو تو اس کے بدن پر ہوتے ہوئے اور اس کپڑے کو پہنے ہوئے نماز ہو جائے گی۔ درمختار مع شامی جلد اول ص: ۲۳۵ میں ہے ”وعفی دون ربع جمیع بدن وثوب ولو کبیـــــرا“ (۱) یعنی اگر کپڑا یا بدن چوتھائی سے کم نجس ہو نجاست خفیفہ سے تو معاف ہے۔

☆ حنفیہ کا قیاس کہتا ہے کہ ایک چور نے ایک چیز چرائی، ثبوت کے بعد اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا اس نے پھر اسی چیز کی چوری کی، اور وہ چیز بھی اسی حالت میں ہے تو اب ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔ متن درمختار کتاب السرقة میں ہے ”کسرقۃ مخیء قطع فیہ ولم یتغیر“ (۲) اگر یہ قیاس صحیح ہے تو چاہئے تھا کہ ایک شخص نے ایک مرتبہ کسی عورت سے زنا کیا اسے حد لگائی گئی اگر وہی اسی عورت سے دوبارہ زنا کرے تو حد نہ لگائی جائے، حالانکہ یہاں یہ قیاس جاری نہیں کیا گیا، پس کوئی وجہ نہیں کہ پہلی صورت میں اس ڈبل چور کو حد سے آزاد کر دیا جائے۔

☆ حنفیہ کے اس قیاس کی خوبی ملاحظہ ہو کہتے ہیں اگر کسی مسلمان نے کسی کافر کا ہاتھ توڑ دیا یا پاؤں کاٹ دیا وغیرہ تو اس کے بدلے اس کا بھی عضو کاٹ دیا جائے قیاس یہی چاہتا ہے۔ چنانچہ متن درمختار میں ہے ”وطرف المسلم والكافر سیان“ [باب القود فیما دون النفس] (۳) بہت اچھا آگے چل کر فرماتے ہیں

(۱) درمختار ج ۱ ص: ۵۵

(۲) درمختار ج ۱ ص: ۳۳۳

(۳) درمختار ج ۲ ص: ۲۸۷

اگر کسی نے کسی غلام کا کوئی عضو بدن مثلاً ہاتھ پاؤں کاٹ دیا تو اس کے بدلے اس کا نہیں کاٹا جائے گا۔ درمختار باب القود فی مادن النفس میں ہے "و لا قود عند نافی طرفی رجل وامرأة و طرفی حر و عبد" (۱) کیوں جناب؟ کافر کی حرمت مسلم کی حرمت سے بڑھ گئی؟ اس کا غلام ہونا اس کے کافر ہونے سے بھی جرم میں بڑھ گیا؟ بلکہ درمختار جلد ۵ فصل فی مایجب القود میں لکھا ہے "قتل ختنہ عمداً و بنتہ فی نکاحہ سقط القود" (۲) یعنی کسی نے اپنے داماد کو اپنی بیٹی کے اس کے نکاح میں ہوتے ہوئے جان بوجھ کر مار ڈالا تو اس پر قصاص نہیں یعنی بدلے میں اسے نہ مارا جائے گا، یہاں یہ رحم ہے آگے چل کر کہتے ہیں "والمسلم بالذمی" (۳) یعنی اگر مسلمان کسی ذمی کافر کو مار ڈالے تو اسے بھی قصاص میں مار ڈالا جائے گا، (۴) وہاں مسلم کے قتل سے قصاص نہیں یہاں کافر کے قتل سے قصاص۔

ہندی مسلمانو! گواپنے رب کے قوانین کا نفاذ نہیں کر سکتے نہ سہی لیکن انہیں بدل تو نہ ڈالو۔

گوہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے

رہنے دو ابھی ساغرومینا میرے آگے

☆ حنفیہ کا قیاس ہے کہ اگر کسی شخص نے روزہ توڑ ڈالا اور اس پر کفارہ واجب

(۱) درمختار ج ۲ ص: ۲۸۳

(۲) درمختار ج ۲ ص: ۲۸۱ (۳) ایضاً

(۴) یہ بات صریح حدیث کے خلاف ہے حدیث میں ہے الا لا یقتل مسلم بکافر بخساری ج ۲ ص: ۱۰۲۰ کتاب الدیات / ترمذی ج ۱ ص: ۲۶۰ / ابو داؤد ج ۲ ص: ۶۲۳ / مؤطا امام مالک ص: ۳۳۸ باب دیۃ اهل الذمۃ ابن ماجہ ج ۲ ص: ۸۸۷ حدیث نمبر ۲۶۵۸ / الفتح الربانی ج ۱۶ ص: ۳۳ باب لا یقتل مسلم بکافر / مسند حمیدی حدیث نمبر ۴۰ / مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ حدیث نمبر ۱۸۵۰۲ / مسند دارمی ج ۲ حدیث ۲۳۵۶

ہو گیا پھر اس نے اسی دن سفر کیا تو یہ کفارہ باطل نہ ہوگا (۱) اس لئے کہ اس کا یہ سفر وسیلہ اور حیلہ ہوگا شریعت کے وجوب کے اسقاط کا، لیکن پھر فرماتے ہیں کہ اگر سال کے خاتمے کے وقت جبکہ ایک لحظہ باقی رہ گیا ہو اپنا مال اپنی بیوی کی ملکیت میں کر دیا پھر تھوڑی دیر بعد یعنی اس لحظہ کے گذرتے ہی اسے اپنا کر لیا تو زکوٰۃ ساقط ہوگئی؟ کیوں جناب؟ روزے کا کفارہ حیلے سے ساقط نہ ہوا اور یہ زکوٰۃ حیلے سے کیسے ساقط ہوگئی۔

☆ حنفیہ کا قیاس کہتا ہے کہ تیمم اگر بغیر نیت کے کیا ہے تو صحیح نہیں، ملاحظہ ہو درمختار "[باب التیمم] و شرطہ ستة النية الخ" (۲) یعنی تیمم میں نیت شرط ہے لیکن اگر وضو بغیر نیت کے کیا ہے تو صحیح ہے وضو میں نیت کو سنت بتلاتے ہیں، ملاحظہ ہو درمختار کتاب الطہارۃ - (۳) حالانکہ حدیث نیت کی (۴) دونوں کو شامل ہے اگر ایک میں شرط ہے تو دوسری میں بھی ہے اور اگر دوسری میں نہیں تو پہلی میں بھی نہیں۔

☆ حنفیہ کا قیاس ہے کہ جس طرح کھانا نہ کھانے والی صرف اپنی ماں کا دودھ پینے والی بچی کا پیشاب ناپاک ہے اسی طرح ایسے بچے کا بھی (۵) حالانکہ حدیث

(۱) دیکھئے فتاویٰ قاضی خان ص: ۱۰۲

(۲) و شرطہ ستة النية والمسح و كونه بثلاث اصابع فاكثر والصعيد و كونه مطهراً أو فقد الماء درمختار ج ۱ ص: ۳۱ باب التیمم

(۳) رد المحتار ج ۱ ص: ۲۲۳ کتاب الطہارۃ میں ہے ان الصلوة تصح عندنا بالوضوء ولو لم یکن متویاً بخلاف التیمم وانما تسن النية فی الوضوء لیکون عبادة فانه بدونها لا یسمى عبادة مأموراً بها کما یائی وان صحت به الصلوة بخلاف التیمم فان النية شرط لصحة الصلوة به فالنية فی الوضوء شرط لکونه عبادة وفي التیمم شرط لصحة الصلوة به

(۴) انما الاعمال بالنيات بخاری ج ۱ ص: ۲

(۵) فتاویٰ عالمگیری و کذلک بول الصغیر والصغيرة اکلا اولاً / فتاویٰ

عالمگیری ج ۱ ص: ۲۶

میں تفریق موجود ہے، ایسے لڑکے کے پیشاب پر صرف چھینٹا دے لینے کا فرمان رسول ہے اور لڑکی کے پیشاب کو دھونے کا حکم ہے (ترمذی ابوداؤد) (۱) پس جہاں شریعت نے جمع رکھی تھی وہاں حنفیہ کے قیاس نے تفریق کر دی اور جہاں تفریق شرعی تھی قیاس نے جمع کر دی، لڑکے کے پیشاب پر محض چھینٹا دے لینے کی وجہ سے جو حدیث میں موجود ہے کہ جب لڑکا غذا نہ کھائے یہ حکم ہے، اہل حدیث پر اعتراض کرتے ہیں لیکن خود بے خبر ہیں کہ حنفی مذہب قیاس نے تو چمکا دڑا اور جو ہے کے پیشاب کو پاک کہا ہے درمختار باب الانحسار میں ہے ”الابول الخفّاش وخرؤہ فطاهر وکذا بول الفارة“ (۲) یعنی چمکا دڑا کا پیشاب اور بیٹ اور اسی صفحہ میں ہے ”اما عنده فہی طاهرة کسائر وطوبات البدن“ یعنی عورت کی شرمگاہ کی رطوبت امام ابوحنیفہ کے نزدیک بدن کی اور رطوبتوں کی طرح پاک ہے (یعنی جس طرح تھوک اور پسینہ اسی طرح عورت کی یہ خاص رطوبت بھی پاک)

(۱) ترمذی ج ۱ ص: ۲۱ باب ما جاء فی نضح بول الغلام قبل ان یطعم / ابن ماجہ ج ۱ ص: ۱۷۳ حدیث نمبر ۵۲۲ / ابوداؤد ج ۱ ص: ۵۳ باب بول الصبی یصب الثوب

(۲) درمختار ج ۱ ص: ۵۳ / بدائع الصنائع للکاسانی ج ۱ ص: ۱۹۸ میں ہے وبول الخفّاش وخرؤہا لبس بنجس لتعدّ صیانة الثياب والاوانی منه لانها لبول فی الهواء وهی فارة طيارة فللهذا بول . اور چو ہے کے پاخانہ پیشاب کے بارے میں لکھتے ہیں وخرؤہا الفارة نجس لاستحالة الی خبث ولتن دالحتہ واختلفوا فی الثوب الذی اصابه بولها حکى عن بعض مشايخ بلخ انه قال لو ابتليت به لغسلته فقبل له من لم يغسله وصلى فيه فقال لا امره بالاعادة اسی طرح شکرہ بازی اور قبل وغیرہ کے پاخانہ وغیرہ کو پاک کہتے ہیں۔ اسی صفحہ میں ہے وما لا یسو کل لحمه کالصقر والباری والحدأة واشباه ذلک وخرؤہا طاهر عندابی حنیفة ص: ۱۹۷ پر لکھتے ہیں ما یسو کل لحمه کالصمام والمصفور والمقنق ونحوها وخرؤہا طاهر عندنا وعند الشافعی نجس۔

☆ حنفیہ کا قیاس ہے کہ اعضاء وضوء کے دھونے میں ترتیب فرض نہیں درمختار میں اسے سنت گنا ہے فرض میں نہیں، (۱) مثلاً پہلے پاؤں دھولیا پھر منہ دھویا پھر کھلی کی وغیرہ اسی طرح الٹا پلٹا وضو کر لیا تو سنت کا خلاف ہوا لیکن وضو ہو گیا حالانکہ شرعاً اس تفریق کا کوئی ثبوت نہیں۔

مثال کے طور پر یہ دس مسائل ناظرین کے سامنے رکھ کر میں ان کے زندہ ضمیر سے اپیل کرتا ہوں کہ خدارا انصاف کرو کہ فقہ کی ان موجودہ مروجہ کتابوں نے نہ صرف قرآن و حدیث بلکہ عقل سلیم سے بھی کس قدر دور ڈال دیا ہے؟ پس مبارک ہیں وہ لوگ جو ان قیاسی مجموعوں کو خدا کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کی طرح واجب التعمیل والتسلیم نہیں مانتے وہ آنکھیں بند کر کے صرف امتیوں کی میت و عظمت سے اپنے دل کو پر کر کے ہانک نہیں لگاتے کہ فقہ حنفیہ جہاں محدث ہے جیسے کہ ”العدل“ اخبار میں مضامین چھپ رہے ہیں (۲) ان کے دلوں میں بزرگوں کی عزتیں ہیں لیکن تمام بزرگوں کے سردار خدا کے رسول حضرت محمد ﷺ سے کم، یہ جانتے ہیں کہ یہ بزرگ ہم سے لاکھوں درجے علم میں بڑھے ہوئے ہیں لیکن ساتھ ہی مانتے ہیں کہ ان سب کے علم سے جناب رسول خدا ﷺ کا علم لاکھوں درجے بڑھا ہوا ہے ان کے سامنے ہر وقت قرآن کریم کی آیات ہے وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ (۳) یعنی جس کسی چیز میں اختلاف ہو اس کا حکم اللہ کی طرف ہے ہمارا یہ عقیدہ گو کسی کو آج پسند نہ ہو لیکن کیا عجب کل پسند آجائے اور اگر بالفرض اس دنیا میں پسند نہ آیا تو اس

(۱) درمختار ج ۱ ص: ۲۱ / اور بدائع الصنائع ج ۱ ص: ۱۱۲ میں ہے

”ومواظبته عليه دليل السنة وهذا عندنا وعند الشافعي فرض“

(۲) جس وقت یہ کتاب پہلی بار شائع ہوئی تھی اس وقت العدل نامہ کا ایک اخبار نکل رہا تھا اس میں کتاب و سنت کے خلاف مضامین شائع ہوتے تھے اور فقہ حنفی کو حدیث کے عین مطابق بتاتے کے لئے پورا زور صرف کیا جا رہا تھا

(۳) الشوریٰ ۱۰/۳۲

آنے والی آخرت میں دیکھ لیں گے کہ من ہو مشر مکانا واضعف جندالہ میں خیر خواہی کے طور پر آپ سے عرض کرتا ہوں کہ اس جماعت سے ہرگز عداوت نہ رکھو انہیں کبھی برائے سمجھو نہ کہو کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا کلیجہ پک جائے ان کا دل تڑپ جائے اور ہاتھ اٹھا کر جناب باری میں فریاد کناں کہہ دیں۔

بہ جرم عشق توام می کشند وغوغایست = تو نیز بر سر بام آعجب تماشا نیست الغرض ان قیاسی مسائل کے باطل ہونے کا ایک ادنیٰ ثبوت یہ بھی ہے کہ ان کی کڑیاں متصل نہیں یہ سارے کسی ضابطے کے ماتحت نہیں اور اسی وجہ سے کہیں کچھ ہے کہیں کچھ۔

ہمارا ذاتی خیال یہ ہے کہ ہمارے جو مسلمان بھائی تقلید شخصی میں پھنس کر فقہ کی اس دشوار گزار گھائی میں پڑ گئے ہیں وہ نادانستگی کی وجہ سے اور پرانی رسمی چال ہونے کی وجہ سے لیکن جس وقت کہ انہیں ان ٹھوکروں کا احساس ہوگا تو عجب نہیں کہ اس راہ سے وہ واپس ہو جائیں، اس لئے ہم اس گھائی کی دشواریاں انہیں سمجھا رہے ہیں اور خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ مالک ہمیں اپنے اور اپنے رسول ﷺ کا سچا راستہ جو صاف اور پاک، سیدھا اور سچا، نزدیک کا اور آسان ہے وہ سمجھا دے، آمین

دوستو! حق کو قبول کرنے میں نہ شرماؤ ملامت کرنے والوں سے کہہ دو۔

کافر بتوں کے ناز اٹھانے نہیں رہے = وہ دل نہیں رہا وہ زمانے نہیں رہے اگر احکام شریع پر قرآن و حدیث پر عمل کرتے ہوئے، فقہ کو چھوڑتے ہوئے لوگ عار دلائل میں تو کیا پرواہ۔

عالم تمام دشمن جاں شد برائے تو

برادران! رائے کوئی چیز نہیں کہ اسے قرآن و حدیث کا مرتبہ دیا جائے، دیکھئے حضرت ابو بکر صدیق اکبرؓ کے سامنے ایک سوال آتا ہے جس کے جواب میں آپ

کو آیت و حدیث نہیں ملتی تو آپ اپنے اجتہاد سے اس معاملہ کو ختم کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”ہذا رأی فان یکن صواباً فمن اللہ وان یکن خطاً فمنی واستغفر اللہ“ (۱) یعنی یہ میری رائے ہے اگر ٹھیک ہو تو خدا کی طرف سے اور اگر غلط ہو تو میری ہی طرف سے ہے اور میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں حضرت عمرؓ ایسے ہی ایک مسئلہ کی نسبت فرماتے ہیں ”ہذا مارای عمر فان یکن صواباً فمن اللہ وان یکن خطاً فمن عمر“ (۲) یعنی یہ عمر کی رائے ہے اگر ٹھیک ہو تو خدا کی طرف سے ہے اور غلط ہو تو عمر کی طرف سے ہے، آپ فرماتے ہیں ”اتقوا الراۓ فی دینکم“ (۳) اپنے دین میں رائے قیاس سے بچو آپ کا فرمان ہے ”اصحاب الراۓ اعداء السنن“ (۴) رائے قیاس والے سنتوں کے دشمن ہیں۔ فرماتے ہیں ”ایاکم واصحاب الراۓ فانہم اعداء السنن اعیتہم الاحادیث ان یحفظوها فقالوا

(۱) تاریخ الخلفاء للسیوطی ص: ۱۰۵ - اعلام ج ۱ ص: ۲۳۳ اور تاریخ الخلفاء ص: ۹۳ میں ہے کلام کے بارے میں آپؐ نے فرمایا اقصیٰ فیہا برائی فان یکن صواباً فمن اللہ وان یکن خطاً فمنی ومن الشیطان واللہ منہ بری اور اعلام ج ۱ ص: ۱۹ میں ہے ان ابابکر نزلت بہ قضیۃ فلم یجد فی کتاب اللہ منها اصلاً ولا فی السنۃ اثرأ فاجتہد براہہ ثم قال ہذا رأی فان یکن ثواباً فمن اللہ وان یکن خطاً فمنی واستغفر اللہ اور اسی صفحہ میں ہے آپؐ نے فرمایا ہے ای ارض تغلنی وای سماء تغلنی ان قلت فی آیۃ من کتاب اللہ برائی وبما لا علم - اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۱۳ میں آپ کا قول اس طرح بھی ہے ای ارض تغلنی وای سماء تغلنی واین اذهب وکیف اصنع اذا انا قلت فی کتاب اللہ بغیر ما اراد اللہ بہا اور ایک روایت میں یہ قول اس طرح ہے ای سماء تغلنی وای ارض تغلنی اذا قلت ما لم اعلم

(۲) اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۱۹ - میزان شعرانی ج ۱ ص: ۶۱

(۳) اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۱۹ (۴) ایضاً پوری عبارت اس طرح ہے اصحاب الراۓ اعداء السنن اعیتہم الاحادیث ان یحفظوها وتفلت منہم ان یعروھا واستحبوا حین سئلوا ان یقولوا لا نعلم فعارضوا السنن برایہم فایاکم وایاہم

بالرأی فضلو واضلوا“ (۱) یعنی رائے قیاس والوں سے بچو وہ لوگ سنتوں کے دشمن ہیں انہیں حدیثوں کا یاد رکھنا دشوار معلوم ہوا تو انہوں نے رائے قیاس سے فتوے دیئے اور خود گمراہ ہو کر دوسروں کو بھی گمراہ کر دیا، حضرت عثمان بن عفان اپنی رائے کی نسبت فرماتے ہیں ”فمن شاء اخذه ومن شاء تركه“ (۲) یعنی جو چاہے اسے لے اور جو چاہے اسے چھوڑ دے۔

حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں ”لو كان الدين بالرأى لكان أسفل الخف أولى بالمسح من اعلاه“ (۳) یعنی اگر دین رائے پر ہوتا تو جراب کے نیچے کھسکے کا مسح کرنا اوپر کے حصے سے زیادہ اولیٰ ہوتا، مطلب یہ کہ دین میں رائے کو دخل نہیں، خود قرآن فرماتا ہے ”وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يَغْنِيُ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا“ (۴) یعنی گمان اور رائے حق میں داخل نہیں، رسول اللہ ﷺ حضرت بریرہؓ کے سامنے اپنی رائے ایک واقعہ میں پیش کرتے ہیں جسے وہ منظور نہیں کرتیں آپ اس منظوری کو جائز رکھتے ہیں (۵) خود امام ابو حنیفہؒ اپنی رائے کی نسبت فرماتے ہیں

(۱) الاعتصام للشاطبي ج ۱ ص: ۱۲۳ / المدخل للبيهقي ص: ۱۹۱ - ۲۱۳

(۲) اعلام ج ۱ ص: ۲۰ پوری عبارت اس طرح ہے فهذا عثمان يخبر عن رايه انه ليس يلزم للامة الاخذ به بل من شاء اخذه ومن شاء تركه بخلاف سنة رسول الله ﷺ فانه لا يسع احدا تركها لقول احد كائنا من كان.

(۳) ابوداؤد ج ۱ ص: ۲۲ كتاب الطهارة / بلوغ المرام باب المسح على الخفين اعلام ج ۱ ص: ۲۰ / تاويل مختلف الحديث ص: ۲۵ میں ہے ”مثل علي عن بقرة قتلت حماراً فقال اقول فيها برأني فان وافق رأيي قضاء رسول الله ﷺ فلذاك والا فقضائي رذل فسل“.

(۴) النجم ۲۸/۵۳ (۵) حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ بریرہؓ کے شوہر مغیث کا لے غلام تھے گویا کہ میں مغیث کو دیکھ رہا ہوں وہ مدینہ کی گلیوں میں روتے ہوئے بریرہؓ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے آنسوؤں سے ان کی داڑھی تر ہوئی تھی نبی ﷺ نے حضرت عباسؓ سے کہا اے عباس کیا تمہیں مغیث کی بریرہؓ سے محبت اور بریرہؓ کے مغیث سے نفرت پر تعجب نہیں ہو رہا ہے آپ نے بریرہؓ سے کہا کہ اگر تم اپنے معاملے میں غور کر لیتیں تو اچھا تھا انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا آپ مجھے حکم دے رہے ہیں آپ نے سفارش کر رہا ہوں بریرہؓ نے کہا تو مجھے ان کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ (بخاری ج ۲ ص: ۹۵ باب شفاعة النبي ﷺ في زوج بريرة)

”فمن جاء باحسن منه فهو أولى بالصواب“ (۱) یعنی جو اس سے بہتر چیز پیش کرے وہی زیادہ ٹھیک ہے اور آپ فرماتے ہیں ”ایسا کہ والرأی فی دین الله“ (۲) یعنی خبردار خدا کے دین میں رائے قیاس سے بچتے رہنا۔ مسلمانو! قرآن وحدیث، چاروں خلیفوں کے اقوال اور خود ابو حنیفہؒ کا فرمان آپ کے سامنے ہے کیا اب بھی یہی کہو گے کہ ہزاروں آدمیوں کے ہزاروں قیاسی اور رائے کے مسائل جو حنفی مذہب فقہ کی کتابوں میں ہیں سب حق ہیں، صحیح ہیں، ثابت ہیں، بلکہ دراصل دین اور واقعی شریعت ہیں؟ اللہ سے ڈرو اور اللہ کے دین میں وہ باتیں داخل نہ کرو جو خدا نے نہ کہی ہوں نہ رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہوں ورنہ قیامت کے دن سخت شرمساری اٹھانی پڑے گی۔

کہہ رہی ہے حشر میں وہ آنکھ شرمائی ہوئی

ہائے کیسی اس بھری محفل میں رسوائی ہوئی

میں نے کئی جگہ لکھا ہے کہ حنفی مذہب فقہ میں بہ نسبت اور تین مذہبوں کے

(۱) حجة الله البالغة ج ۱ ص: ۱۵۷ پورا قول اس طرح ”هذا رأي النعمان بن ثابت

يعني نفسه وهو احسن ما قدرنا عليه فمن جاء باحسن منه فهو أولى بالصواب -

دکھتے ہیں ابو حنیفہؒ نے فرمایا ہے من القياس قياس القبح من البول في المسجد

المدخل للبيهقي ص: ۲۰۳ - الفقه والمتفقہ ۲۰۹/۱ - الاباطيل للحورقاني

۱۱۳/۱ - الفسوی فی المعرفة والتاریخ ۶۷۳/۱

(۲) قواعد الحدیث میں یہ قول اس طرح ہے ایسا کہم والقول فی دین الله بالرأی وعلیکم

بالتباع السنة فمن خرج عنها ضلّ - اور میزان ج ۱ ص: ۶۳ میں ہے وکان يقول

[ابو حنیفہ] ایسا کہم وآراء الرجال ودخل عليه مرة رجل من اهل الكوفة

والحدیث یقرأ عنده فقال الرجل دعونا من هذا الحديث فزجره الامام اشد

الزجر وقال له لولا السنة ما فهم احد منا القرآن ثم قال للرجل ما تقول فی لحم

الفرد وعین دلیله من القرآن فافحم الرجل فقال للامام فما تقول انت فيه فقال

لیس هو من بهيمة الانعام.

رائے قیاس سے زیادہ کام لیا گیا ہے، اس کی بڑی وجہ امام صاحب کا قیاس میں توغل اور اٹھناک تھا، یہاں تک کہ آپ کا لقب ہی امام اہل الرائے مشہور ہو گیا، ملاحظہ ہو میزان الاعتدال ص: ۲۳۷ - اور ابن خلدون ص: ۳۷۲ (۱) مقدمہ طبقات ابن سعد میں ہے ”ہو صاحب الراي“ یعنی امام صاحب رائے قیاس والے تھے، دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ اس وقت تک احادیث کی کتابیں جمع شدہ نہ تھیں اور نہ امام صاحب کو اتنا وقت ملا کہ وہ محدثین کی طرح ایک ایک حدیث کے لئے مہینوں کا کھن سفر طے کرتے جیسے حنفی مذہب کی معتبر کتاب طحطاوی ج ۱ ص: ۳۵ مطبوعہ کلکتہ میں آپ سے منقول ہے ”لا حاجة لی فی هذا“ (۲) - یعنی مجھے

(۱) میزان الاعتدال ج ۳ ص: ۲۳۷ میں ہے امام اہل الراي ضعفہ النسائی من جهة حفظہ وابن عدی و آخرون - تاریخ خطیب ۳۲۳ میں بھی امام صاحب کو امام اہل الراي کہا گیا ہے

(۲) خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں ابو یوسف سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ اپنا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: جب میرا ارادہ علم حاصل کرنے کا ہوا تو میں علم کے فوائد اور نتائج پوچھنے لگا لوگوں نے مجھے قرآن کا فائدہ و نتیجہ یہ بتایا کہ کسی مدرسہ میں بیٹھ کر کم سن لڑکوں کو پڑھاؤ گے اور جب کوئی لڑکا تم سے بڑھ کر یا تمہاری طرح حافظ ہو جائے گا تو تمہاری سرداری ختم ہو جائے گی، حدیث کے بارے میں بتایا کہ سیکھنے کے بعد جب حدیث پڑھاؤ گے تو جوان تمہارے شاگرد ہو جائیں گے اور عمر زیادہ ہو جائے گی تو بھولنے سے نہیں بچ سکو گے۔ نتیجہ تم پر جھوٹ کا الزام لگے گا جو تمہارے لئے عار ہوگا میں نے کہا مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں، نحو کے بارے میں بتایا کہ تم معلم ہو جاؤ گے اور تمہاری تنخواہ دو یا تین دینار ہوگی میں نے کہا اس میں بھی فائدہ نہیں، شاعری کے بارے میں بتایا کہ باکمال شاعر ہو جانے کے بعد کسی کی تعریف کرنے پر خلعت اور سواری ملے گی اور بھوکھ کرنے پر کسی بے عیب کو عیب لگاؤ گے میں نے کہا اس کی بھی کچھ حاجت نہیں منطق کے بارے میں بتایا کہ اس کا سیکھنے والا ناقص باتیں کرتا ہے اور لوگ اسے زندیق کہنے لگتے ہیں فقہ کے بارے میں بتایا کہ اگر فقہ سیکھو گے تو تم سے مسئلے پوچھے جائیں گے فتوے لئے جائیں گے اور تمہیں قاضی و مفتی بنانے کے لئے بلایا جائے گا میں نے کہا کہ اس سے بڑھ کر مفید کوئی علم نہیں ہے چنانچہ میں نے علم فقہ کو خوب حاصل کیا ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حاشیہ الطحطاوی المتعلقة علی الدر المختار ص: ۳۶/۳۵)

حدیث پڑھنے کی کوئی حاجت نہیں، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ مصلیٰ شرح مؤطا ص: ۷۰۶ میں لکھتے ہیں کہ صحاح ستہ والوں نے اور بڑے بڑے محدثین جیسے احمد دارمی وغیرہ نے ایک حدیث بھی اپنی کتابوں میں امام ابو حنیفہ سے روایت نہیں کی، امام شعرادویؒ نے بھی امام صاحب کے مذہب میں قیاس کی زیادتی کو مانتے ہوئے امام صاحب کی طرف سے یہی عذر پیش کیا ہے لکھتے ہیں ”ان عذر ابی حنیفہ فی کثرة القیاس عدم بلوغ الاحادیث الصحیحة الیہ فی زمانہ“ یعنی امام صاحب نے جو قیاسات سے اکثر کام لیا ہے اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ انہیں ان کی زندگی میں صحیح حدیثیں نہیں پہنچی تھیں، قیام اللیل ص: ۱۲۳ میں ہے ”کان ابو حنیفہ رحمہ اللہ یتیم فی الحدیث“ (۱) یعنی امام صاحب علم حدیث میں یتیم تھے پس آپ معذور ہوئے لیکن آج جن حنفیوں کے پاس تمام مسائل کے خلاف جو قیاسی ہیں احادیث پہنچ چکیں، انہیں کسی طرح حلال نہیں کہ امام صاحب کے قیاسی مسائل پر جم کر احادیث صحیحہ کو چھوڑ دیں۔

عرفی بہ حال نزع رسیدی وہ شدی = شرمست نیامد از دل امیدوار دوست خود امام صاحب کو بھی یہ حدیثیں مل جاتیں تو ناممکن تھا کہ آپ اپنے قیاسی مسائل پر جمے رہتے اور ان احادیث کو چھوڑ دیتے۔ چنانچہ امام شعرادویؒ کج کے مقدمے میں لکھتے ہیں ”لو عاش ابو حنیفہ الی تصحیح الاحادیث لشرک القیاس“ یعنی اگر ان صحیح حدیثوں کی اشاعت تک امام صاحب کی زندگی وفا کرتی تو یقیناً آپ قیاس کو ترک کر دیتے، اسی کتاب کے ص: ۱۹۶ میں امام ابو یوسف اور امام شافعی کے مناظرے میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ امام ابو یوسف نے فرمایا ”لو علم صاحبی ما علمت لرجع کما رجعت“ یعنی اگر امام ابو حنیفہ کو بھی ان حدیثوں کا علم ہو جاتا جن کا مجھے اب علم ہوا تو جس

طرح میں نے حدیث کے خلاف مسائل سے توبہ کی وہ بھی کر لیتے، میزان شعرانی ص: ۲۰ میں ہے ”انہ لو عاش حتی دوت احادیث الشریعة“ پوری عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حنفی مذہب میں قیاس بہ نسبت اور مذاہب کے زیادہ ہے لیکن اگر حدیثوں کی اشاعت کے زمانے تک امام صاحب زندہ رہتے تو یقیناً وہ احادیث کو لے لیتے اور قیاس کو چھوڑ دیتے، آج جب کہ خدا کے فضل سے حدیثیں جمع ہو چکیں۔ صحیح و موضوع چھانٹ دی گئیں پھر کوئی وجہ نہیں جو کوئی خود قیاس کرے یا دوسرے کے قیاس کو واجب العمل سمجھے یہ بھی ایک صریح دلیل ہے بطلان تقلید پر، امام زفر فرماتے ہیں ”انما نأخذ بالرأی ما لم نجد الاثر فاذا جاء الاثر تركنا الرأی واخذنا بالاثار“ (۱) یعنی قرآن و حدیث نہ ملنے کے وقت ہم رائے لیتے ہیں ملتے ہی رائے کو چھوڑ دیتے ہیں، (۲) رائے قیاس تو مثل خنزیر اور مردار کے ہے کہ بوقت اضطرار رفع اضطرار کر لیا پھر حلال چیز کے ملتے ہی وہ حرام کا حرام ہو گیا۔

آپ اس ہیبت میں نہ آجائیں کہ اگر تقلید باطل اور غلط چیز ہوتی تو دنیا کی اتنی بڑی تعداد اس کی پابند نہ ہوتی اس لئے کہ دنیا کا تو ہمیشہ یہی قاعدہ رہا ہے کہ خدا کی طرف جھکنے والے کم ہوتے ہیں اور برائی کی طرف مائل ہونے والوں سے دنیا پر ہوتی ہے، فرمان خدا ہے ﴿وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ﴾ (۳) ارشاد ہے ﴿وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ (۴) فرمان ہے ﴿قَلِيلٌ مَّا هُمْ﴾ (۵) یعنی میرے شکر گزار بندے تعداد میں بہت تھوڑے ہوتے ہیں اور اکثر و

(۱) اعلام ج ۱ ص: ۲۵۳

(۲) اہل علم حدیث کے مقابلے میں رائے کو کوئی حیثیت نہیں دیتے ہیں محمد بن یحییٰ کہتے ہیں میں نے ابو الولید سے سنا ہے کہ انھوں نے ایک مرفوع حدیث بیان کی جب ان سے کہا گیا کہ آپ کی کیا رائے ہے تو انھوں نے کہا ایس مع النبی ﷺ رائے نبی ﷺ کی حدیث کے سامنے رائے کوئی چیز نہیں ہے۔ المدخل للبیہقی ص: ۲۰۶۔ خطیب بغدادی نے الفقیہ والمتفقہ ۲۰۸/۱ میں عمر بن عبدالعزیز کا بھی اسی طرح کا قول نقل کیا ہے

(۳) سبا ۱۳/۳۳ (۴) ہود ۱۱/۱۴ (۵) ص ۲۳/۳۸

بیشتر لوگ ایمان اسلام کو قبول نہیں کرتے ایمان دار کم تعداد میں ہیں۔ احياء العلوم میں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں ”ومنہا ان یکون شدیدا التوقی من محدثات الامور وان اتفق علیہ الجمهور فلا یغرنہ اطباق الخلق علی ما حدث بعد الصحابة رضی اللہ عنہم“ یعنی نئی نئی ہوئی بدعتوں سے بہت ہی بچنا چاہئے گو جمہور اسے کرنے لگے ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد جو باتیں ایجاد ہوئیں ہیں گو ساری مخلوق ان باتوں پر اوندھی گر پڑے، ایک ایک ان کا قائل و عامل بن جائے، لیکن سچے مسلمان گو اس دھوکے سے پرہیز کرنا چاہئے وہ ہرگز اس روگ میں نہ آئے کہ اس قدر لوگ اس کے ماننے والے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے ”ناس قليل بين كثير“ یعنی حق والوں کی تعداد بہ نسبت باطل والوں کے کم ہوگی، فرماتے ہیں تہتر جہنمی اور ایک جنتی ہوگا (۱) فرماتے ہیں ہر ہزار میں سے نو سو نواوے جہنم میں جائیں گے اور ایک جنت میں (۲) تلبیس ابلیس میں حضرت ابوسفیان کا فرمان ہے ”فقد قل اهل السنة“ حدیث و سنت والے بہت کم رہ گئے ہیں (۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اہل سنت قرآن کے تھامنے والے ہیں، گو وہ تعداد میں بہت ہی کم ہوں، منتخب کنز العمال ص: ۳۱۵ جلد ۶ (۴) تفسیر کبیر میں ہے کہ سواد اعظم وہی ہے جو قرآن حدیث کا تابع ہو جس میں یہ وصف نہ ہو ان کی طرف التفات بھی نہ کرنا چاہئے

(۱) ترمذی ج ۲ ص: ۹۳ باب افتراق هذه الامة - ابوداؤد ج ۲ ص: ۶۳۱

(۲) مسلم ج ۱ ص: ۱۱۸ باب بیان کون هذه الامة منتصف اهل الجنة

(۳) تلبیس ابلیس اردو ص: ۹-۱۰ پورا قول یہ ہے یوسف بن اسباط کہتے ہیں مجھ سے سفیان ثوری نے فرمایا اے یوسف اگر تجھے خبر ملے کہ فلاں شخص سرحد مشرق میں سنت کے طریقہ پر مستقیم ہے تو اس کو سلام بھیج اور اگر تجھے خبر ملے کہ ایک شخص دیگر سرحد مغرب میں طریقہ سنت پر مستقیم ہے تو اس کو سلام بھیج کہ اہل سنت [اہل حدیث] بہت کم رہ گئے ہیں۔

(۴) ملاحظہ ہو اسی کتاب کا ص: ۲۵۳

”وان امتلا العالم منهم“ گوان سے دنیا پر ہو (۱) لشکر یزیدی اور یاران حسین کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

پس یہ جو آج کل تقلید پر اجماع کا ڈھول پیٹا جا رہا ہے یہ دراصل بانگ بے ہنگام ہے مسلمان کو اس طرف توجہ بھی نہ کرنی چاہئے لاکھوں کی وہ تعداد جو خدا رسول سے بیگانہ ہو اس ایک پر قربان ہے جو خدا و رسول ﷺ سے یگانہ ہو، وہ کثرت جو خود ناحق پر ہو آپ کو کیا نفع دے گی؟

سنجھتا نہیں جن سے اپنا دوپٹہ = سنبھالیں گے کیا وہ کلیجہ کسی کا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جابر بن زید سے جو بصرہ کے فقیہ اور وہاں کے مفتی تھے فرمایا ”لا تفت الا بقران ناطق او سنة ماضية فانك ان فعلت غير ذلك هلكت واهلكت“ (۲) یعنی خبردار! قرآن کی آیت یا حدیث رسول کے سوا کسی تیسری چیز سے فتویٰ نہ دینا ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا اور دوسروں کو بھی تباہ کر دے گا، حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں ”من استحسن فانه اراد ان يكون شارعا“ (۳) یعنی قیاس استحسان کو جو شریعت کے احکام میں کام میں لاتا ہے وہ تو خود شارع اور پیغمبر بننا چاہتا ہے حضرت امام احمد سے لوگ کہتے ہیں کہ آپ بھی فقہ میں کوئی کتاب تصنیف فرمائیے جواب ملتا ہے ”اولا حد کلام مع الله ورسوله“ یعنی خدا اور رسول کے کلام کے ہوتے ہوئے بھی کسی کو حق ہے کہ کلام کرے، واللہ ہمیں تو تعجب معلوم ہوتا ہے کہ ہم مسلمانوں سے کہیں کہ خدائے تعالیٰ عزوجل کے رسول کی پیروی کرو اور وہ ہمیں کہیں کہ ابوحنیفہ کی تقلید کرو پھر جب دلائل سے ہار جائیں ہمارے دلائل کی برستی ہوئی بارش کی

(۱) میزان ج ۱ ص ۶۲ میں ہے امام سفیان ثوریؒ کہا کرتے تھے ”المراد بالسواد الاعظم هم من كان من اهل السنة والجماعة ولو واحدا“

(۲) حجة الله البالغة ج ۱ ص ۱۳۸ - اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۲۱

(۳) حجة الله البالغة ج ۱ ص ۱۳۷

تاب نہ لائیں تو ماننا اور سر تسلیم خم کرنا تو اک طرف الٹا ہمیں ڈانٹیں ڈپٹیں برا کہیں دشمنی کریں پیچھے پڑ جائیں اللہ آپ کو ہدایت دے۔

تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

برادران! قطب نما کی وہاں حاجت ہوتی ہے جہاں قبلہ معلوم نہ ہو سکے کعبے میں جو کھڑا ہو کر قطب نما تلاش کرے اسے دنیا کے بیوقوف عقلمندی کا سارٹیفکیٹ دیں گے، چراغ کی ضرورت اندھیرے گھر میں ہوتی ہے سورج کے سامنے میدان میں بیٹھے ہوئے جو چراغ روشن کرے دنیا کے عقلمند اس کی بیوقوفی پر صواد کر دیں گے پھر کیا وجہ ہے کہ حدیث و قرآن کی موجودگی میں اقوال ائمہ کی جستجو رہتی ہے؟ یاد رکھو! قیامت کے میدان میں وہی سکے چلے گا جو مدینے کی نکال کا نکلا ہوا ہو اور جس پر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مہر ہو، نہ وہ جو کوفے کی نکال کا بنا ہوا ہو اور امام ابوحنیفہ کی مہر لگی ہوئی ہو۔

نقد علیہ سكة نبوية محضرب بالمدینہ اشرف البلدان اگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ واجب الاتباع ہوتے اگر ان کی تقلید ضروری ہوتی اگر ان کے جملہ احکام صحیح ہوتے تو کیا وجہ تھی کہ ان کے بعد ان کے ہوتے ہوئے امام مالک نے انہیں نہ مانا ان کی تقلید نہ کی، ان کی پیروی کو ضروری نہ جانا اور ان کے خلاف کیا، اگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو اس منصب کا منصب دار کہا جائے تو کیا وجہ تھی کہ امام شافعی نے ان کا پورا خلاف کیا بنوان کے بعد آئے اگر امام شافعی کو اس حق کا مستحق قرار دیا جائے تو کیا وجہ تھی کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اس طرح نہ مانا اور اپنے مسائل ان کے خلاف لوگوں کو بتلائے امام ابوحنیفہ کے تیرہ برس بعد امام مالک ہوئے امام مالک کے ستاون برس بعد امام شافعی ہوئے، امام شافعی کے چودہ برس بعد امام احمد ہوئے اگر یہ بزرگ اسی قابل تھے کہ ان کی تقلید کی جائے ان کی مخالفت نہ کی جائے تو یہ اتنے بڑے بڑے امام

کیوں ان کی تقلید سے منحرف ہوئے؟ اور کیوں ان کا خلاف کیا؟ یہاں تک کہ آج ہر ایک کے مسائل کے جداگانہ دفتر ہو گئے یہ بھی ابطال تقلید کی ایک زبردست پرزور دلیل ہے، خود امام ابو حنیفہ کی والدہ صاحبہ کو ایک مسئلہ کے فتوے کی ضرورت پڑی "فافتساھا ابو حنیفۃ فلم تقبل" (جزء تاریخ خطیب ص: ۴۳) (۱) امام صاحب نے بتلایا لیکن انھوں نے قبول نہ کیا، دیکھا آپ نے کہ تقلید کا مادہ ہی ان میں نہ تھا خود امام صاحب کی والدہ بھی امام صاحب کی تقلید نہ کرتی تھیں، غیر مقلدوں کو کونسنے والے بھی خیال کر لیں کہ ان کی گالیاں کہاں سے کہاں تک پہنچتی ہیں؟

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں

تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

حنفی بھائیو! حنفی مذہب فقہ کی کتاب میں بالفرض اگر یہ لکھا ہوا ہے کہ آمین آہستہ کہو، تو تم آہستہ کہتے ہو، اچھا میں حنفی مذہب فقہ کی بہت ہی معتبر کتاب سے ایک حکم آپ کے سامنے پیش کرنا ہوں، اسے بھی مانئے اور اس پر بھی عمل کیجئے۔ شامی جلد اول ص: ۵۰ میں ہے "اذا صح الحدیث وکان علی خلاف المذہب عمل بالحدیث ویکون ذلک مذہبہ ولا یخرج مقلدہ عن کونہ حنفیاً بالعمل بہ فقد صح عنہ انہ قال اذا صح الحدیث فہو مذہبی وقد حکى ذلک ابن عبد البر عن ابی حنیفۃ وغیرہ من الانعمۃ" (۲) یعنی جب کسی مقلد کو صحیح حدیث مل جائے اور ہو اس کے مذہب کے خلاف تو اسے چاہئے کہ حدیث پر عمل کر لے اور اسی کو اپنا مذہب سمجھے، کوئی حنفی مذہب مقلد ایسا کرنے سے حنفی اور مقلد ہونے سے خارج نہیں ہو جائے گا، اس لئے کہ حضرت امام صاحب کا یہ قول صحت کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ نے

(۱) اس کی پوری تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ خطیب ص: ۳۶۶

(۲) شامی ج ۱ ص ۱۶۷

فرمایا: جو صحیح حدیث میں ہو وہی میرا مذہب ہے یہی قول دوسرے اماموں کا بھی ہے۔ (۱)

دوستو! آؤ اور اس پر عمل کرو اور اس پر عمل کرنے والوں کو امام صاحب کے مخالف بھی نہ جانو، بلکہ دراصل امام صاحب کے مذہب پر وہی ہیں، الحمد للہ اہل حدیث کا یہی مسلک ہے کہ حدیث کے خلاف امام صاحب کے جو اقوال پاتے ہیں سب کو چھوڑ دیتے ہیں اور حدیث پر عمل کرتے ہیں اور یہی وہ آپ سے کہہ رہے ہیں اور اسی کا حکم خود آپ کے فقہاء دے رہے ہیں پھر اب محمدی بننے میں اور اندھی تقلید کو ترک کر دینے میں کیا دیر ہے؟ آؤ ہاتھ ملا لو، اہل حدیث محمدی بننے میں ہی امام صاحب کی بھی اطاعت ہے اصلی حقیقت بھی یہی ہے کہ بے کھٹکے حدیث پر عمل کرنا چلا جائے ان شاء اللہ العزیز قیامت کے دن آپ دیکھ لیں گے کہ ائمہ اسلام کے پیچھے پیچھے ان کے سچے ماننے والوں میں یہی جماعت ہوگی اس لئے کہ ائمہ خود قرآن و حدیث کے ہی عامل تھے وہ تقلید سے نفرت رکھتے تھے انھوں نے تقلید سے ممانعت فرمائی اور حدیث و قرآن پر عمل کرنے کی ہدایت فرمائی، پس اتباع سنت نبوی میں ہی خدا کا قرب ہے، رسول کی رضا ہے، ائمہ کی فرماں برداری ہے اور دونوں جہاں کی ہر طرح کی بہتری اور بہبودی ہے۔

مزه بارش کا گرچا ہو میری آنکھوں میں آ بیٹھو

سیاہی ہے سفیدی ہے شفق ہے ابر باراں ہے

تردید تقلید میں جہاں بہت سی آیات و احادیث آپ نے سن لیں وہاں ان دو آیتوں کو بھی بغور سن لیں کہ کس صفائی کے ساتھ تقلید کی تردید ہو رہی ہے، میں نے بغور سننے کو اس لئے کہا کہ آج بد قسمتی سے ان آیتوں کو تقلید شخصی کے ثبوت میں

(۱) میزان ج ۱ ص: ۶۰ میں ہے "وقد کان الائمة المجتہدین کلہم یحئون اصحابہم علی العمل بظاہر الکتاب والسنة ویقولون اذا رأینہم کلامنا یخالف ظاہر الکتاب والسنة فاعملوا بالکتاب والسنة واضربوا بکلامنا الحافظ۔"

پیش کی جاتی ہیں حالانکہ مقلد کو نہ دلیل دیکھنے کا حق، نہ دلیل پیش کرنے کا حق، مقلد ہو کر دلیل پیش کرنا ایسا ہے جیسے اندھا ہو کر سکہ پکھنا، پہلی آیت تو ﴿فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (۱) ہے یہ آیت قرآن کریم میں دو جگہ ہے پارہ ۷۱ اقرب سورۃ انبیاء میں ساتویں آیت، اور پارہ ۱۴ ربما سورہ نحل میں آیت ۴۳ دونوں جگہ یہ آیت یہیں سے شروع نہیں، بلکہ پہلی میں اس سے پہلے ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رَجُلًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ﴾ (۲) ہے دوسری میں ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رَجُلًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ﴾ (۳) ہے، مطلب دونوں کا ایک ہی ہے یعنی تجھ سے پہلے جتنے پیغمبر بھی ہم نے بھیجے سب آدمی ہی تھے، پس تم یاد والوں سے دریافت کر لو اگر تمہیں علم نہیں، میں آپ کو کسی چکر دار راستے میں الجھانا نہیں چاہتا، اس لئے صاف صاف کہہ دیتا ہوں کہ یہاں بعض کفار مکہ کے اس اعتراض کا جواب دیا جا رہا ہے کہ محمد ﷺ تو آدمی ہیں پھر یہ پیغمبر کیسے بن گئے؟ خود قرآن میں ان کا یہ اعتراض منقول ہے، ارشاد ہے ﴿وَإِنْ كُنَّا لِلنَّاسِ عَجَبًا أُنْزِلَ إِلَيْنَا أَوْحَانًا إِلَى رَجُلٍ مِّنْهُمْ﴾ (۴) یعنی کیا لوگوں کو اس سے تعجب ہو رہا ہے کہ ہم نے انہیں میں سے ایک شخص کی طرف وحی کی، تو ان سے کہا جاتا ہے کہ انسان بننا تمہیں دور از عقل کیوں معلوم ہوتا ہے؟ ان سے پہلے بھی جتنے پیغمبر آئے وہ سب انسان ہی تھے اگر تم نہیں جانتے تو ذکر والوں سے پوچھ لو یعنی حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ وغیرہ بھی تو انسان ہی تھے ان کی امتیں اب موجود ہیں ان سے دریافت کر لو، ابن جریر بغوی سیرطی وغیرہ اکثر مفسرین نے یہی لکھا ہے (۵) اور خود قرآن کریم کا سیاق سابق بھی یہی ہے، یہ تو ہے آیت کا صحیح مطلب۔

(۱) الانبیاء ۲۱/۷ والنحل ۱۶/۴۳ (۲) الانبیاء ۲۱/۷

(۳) النحل ۱۶/۴۳ (۴) یونس ۱۰/۲

(۵) مدار مظہ ہو تفسیر نفسی جلد ۳ ص: ۷۳ - معالم التنزیل للبغوی ص:

۵۸۵ - تفسیر کشاف ج ۲ ص: ۵۶۳ - فتح القدیر ج ۳ ص: ۳۹۹

تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر ج ۳ ص: ۲۳۲ - الجامع لاحکام القرآن

للقرطبی ج ۱ ص: ۴۷۴ ایسر التفاسیر ج ۳ ص: ۹۲

اب سنئے! اوروں سے پوچھنے کا حکم اس وقت ہوتا ہے جب خود کو علم نہ ہو پس جسے قرآن حدیث کا کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو وہ بیشک اپنے زمانے کے دین و دیانت والے علماء سے مع دلیل یعنی قرآن و حدیث مسئلہ دریافت کر لے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب ہمارے پاس خود قرآن حدیث موجود ہو، ہم خود جب اسے پڑھ سکتے ہوں یا جب ہمارے اپنے کان میں یہ پیاری صدا پڑ چکی ہو پھر کسی سے ہمیں دریافت کرنے کی ضرورت نہیں، پس قرآن و حدیث کو موجودگی میں اقوال ائمہ کو منوالنا اس آیت کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔

جمنے دیدو ہوائے خوش و پرواز سے کرد

کبک مسکیں چہ خبر داشت کہ شہباز سے ہست

حکم ہے پوچھ لو، ظاہر ہے کہ پوچھا ان سے جاتا ہے جو موجود ہوں، ہمارے زمانے میں چاروں اماموں میں سے کوئی ایک بھی موجود نہیں، جن سے ہم پوچھیں، اگر ان کی کتابوں کو یا جو باتیں ان سے نقل ہوئی ہیں انہی کو دیکھنا ہے تو جہاں اماموں کی باتیں ہم دیکھ سکتے ہیں وہاں رسولوں کے سر تاج خاتم الانبیاء کی حدیثیں بھی ہم دیکھ سکتے ہیں، اگر ہم کسی عالم سے قول امام کا سوال کر سکتے ہیں تو فرمان رسول کا بھی کر سکتے ہیں، اگر ہم ”مالا بدمنہ“ اور ”ہدایہ“ کا ترجمہ دیکھ سکتے ہیں، تو بخاری اور مسلم کا ترجمہ بھی دیکھ سکتے ہیں، پس کوئی وجہ نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور فرمان رسول کو چھوڑ کر امام اور اقوال امام کو لیں، یہ تو بالکل زبردستی ہے کہ ہم اہل ذکر یعنی یاد والوں سے مراد صرف یہ چار ائمہ لیں، کیونکہ جس وقت آیت اترتی ہے اور حکم ہوتا ہے کہ اہل ذکر سے پوچھ لو اس وقت ان چاروں میں سے کوئی نہیں ہوتا پھر کیسے ممکن ہے کہ ہم ان چاروں کو لیں، اور اگر اسے عام چھوڑا جائے تو پھر معاملہ صاف ہے کہ جسے یاد اس سے مسئلہ پوچھ لو، پھر تقلید کا وجود بھی باقی نہیں رہتا، اور صرف پوچھ لینے کا حکم ہے اس سے تقلید کیسے ثابت ہو جائے گی؟ تقلید کا معنی پوچھ لینا تو نہیں بلکہ تقلید کا معنی بے دلیل مان لینا ہے، اس کا حکم

تو اس آیت میں نہیں، ہاں اس کے برخلاف یہ کہا گیا کہ بالبینات والزبر
یعنی دلیلوں اور کتابوں سے۔

زندگی خاک ہو جب فہم میں اتنا ہو خوف

ہم اجل کہتے ہیں تم جس کو حیا کہتے ہو

آیت کے الفاظ میں ایک توفاسئلوا کا لفظ ہے دوسرا تعلمون کا، اس بعد
والے جملے یعنی بالبینات والزبر کا تعلق انہی دو سے ہو سکتا ہے یعنی سوال کرو دلیل
سے، اگر تم خود دلیل نہیں جانتے، دلیل سے سوال کرنا یا مع دلیل جواب طلب کرنا
تقلید کے سراسر منافی ہے، کیونکہ تقلید کے معنی ہیں بے دلیل اس شخص کی بات ماننا
جس کی بات خود کوئی دلیل نہ ہو، پس لاعلمی کی حالت میں بھی قرآن تقلید سے روکتا
ہے اور دلیل کی تلاش کی ہدایت کرتا، ہے بلکہ فرض بتلاتا ہے پھر ”اہل الذکر“
کے لفظ پر غور کیجئے ”یاد والے“ پس یاد والے انہیں کہہ سکتے ہیں جو کسی کتاب کے،
کسی کے کلام کے یاد رکھنے والے ہوں، نہ جو اپنی طرف سے، اپنے دل سے،
اپنی سمجھ سے، اپنے قیاس سے کوئی بات بتلانے والے ہوں۔ پس کتاب و سنت کی
بات نقل کرنے والے تو اہل ذکر کہلا سکتے ہیں لیکن رائے قیاس والے اس مبارک
لقب سے ملقب نہیں ہو سکتے۔ یہی لفظ ذکر اس آیت میں بھی ہے۔ ﴿إِنَّمَا نَحْنُ
نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (۱) یعنی اس ذکر کو ہم نے اتارا اور ہم
ہی اس کے محافظ ہیں۔

مسلمانو! ایمان سے بتلاؤ کیا یہاں اس لفظ ذکر سے سوا قرآن و حدیث کے کچھ
اور بھی مراد ہو سکتا ہے؟ جب نہیں تو آؤ یہی معنی اس آیت میں بھی لے لیں
تو جھگڑا ہی مٹ جائے یعنی جب کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو قرآن حدیث کا حکم اس
کے یاد رکھنے والوں سے دریافت کر لیا کرو۔

الغرض جو صاحب تحقیقی طور پر اس آیت پر نظر ڈالیں انہیں تو بجز یہ کہنے کے چارہ

ہی نہیں کہ یہ آیت تردید تقلید کی ایک زبردست آیت ہے، ہاں یونہی بے سمجھے اگر
کوئی صاحب ضد کے طور پر اپنے تہ پر اتر آئیں تو اور بات ہے؟

نکتہ چیں ہے غم دل اس کو سنائے نہ بنے

کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

یہاں پر میں ایک بار یک نکتہ اور بھی بتلا دوں وہ یہ کہ آپ میں سے ایک بھی
ایسا ہے جو یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ مسلمان صحابہ کو رسول کریم ﷺ کی موجودگی میں
کسی شرعی مسئلے کو کسی اور سے پوچھنے کی اجازت بھی ہو؟ نہ کہ حکم ہو، یقیناً آپ سب
کا بالاتفاق یہی جواب ہوگا کہ ہرگز نہیں، پھر ہماری اس بات کو آپ کیوں نہ باور
کر لیں؟ جو قرآن کے لفظوں میں موجود ہے اور جس پر تمام مفسرین کا ایک حد تک
اجماع ہے کہ اس آیت کے مخاطب دراصل وہ کفار ہیں جو انسانوں میں سے
رسول کا ہونا نہیں مانتے تھے، ان پر اتمام حجت ہو رہی ہے کہ تم اہل ذکر سے
پوچھ لو کہ اس رسول سے پہلے کے تمام رسول بھی انسان ہی تھے، پھر اس آیت کو
تقلید کے ثبوت میں پیش کرنا اپنے اندر یہ ندرت رکھتا ہے کہ گویا آپ کہتے ہیں
صحابہ کو حکم ہوا کہ چاروں اماموں سے شرعی مسائل دریافت کریں ”کبریت کلمۃ
تخرج من افواہہم“ اور فرضاً حکم مان لینے کے بعد تو یہ آیت تقلید کی جڑیں
کاٹ ڈالتی ہے۔ یعنی جو چیزیں ہمیں قرآن و حدیث سے معلوم ہیں ان میں
تو سوال کرنا ہی حرام ٹھہرتا ہے اور جو معلوم نہ ہوں انہیں دلائل سے پوچھ لینے کا حکم
ملتا ہے اور دونوں صورتیں تقلید کے خلاف ہیں اور تقلید شخصی کے تو بالکل ہی خلاف
ہیں، افسوس! نبی کے مقابلہ میں غیر نبی کو کھڑا کرنے کے لئے کیا پوشیدہ تر
کیبیں کی جارہی ہیں؟ اور پھر کس طرح وہ الٹی پڑتی ہیں

گل و گلچیں کا گلد بلبل حق لہجہ نہ کر

تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

پس اس تلازم کو ہلکی چیز نہ سمجھیں اس نے تو تقلید کو ایمان کا صریح دشمن قرار دے دیا اور مسلم قلب سے اس کا نشان تک مٹا دیا۔

جیتے جی اتنا تپ فرقت میں عاشق جل چکا
لاش ساری خاک تھی چھٹرا تو پھر وہ بھی نہیں

یہاں یہ بھی غور فرمائیے کہ یہ تنازع یعنی اختلاف مومن کا خدا سے اور اس کے رسول سے تو ہو نہیں سکتا، پس لامحالہ اختلاف ”اولی الامر“ سے ہوگا اور جب ان سے اختلاف جائز ہو تو ان کی مستقل اطاعت جاتی رہی، پھر تقلید کہاں رہ گئی؟ اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ تم میں آپس میں اگر کسی مسئلہ میں یا کسی امر میں اختلاف ہو تو اس کا فیصلہ صرف اللہ رسول سے چاہو، یعنی قرآن حدیث سے، اب اولی الامر سے اس اختلافی مسئلہ کا فیصلہ چاہنے والا خدا کے حکم کا خلاف کرنے والا ہوا، پھر ائمہ کی تقلید کہاں رہی بلکہ بہت زور دے کر فرمایا کہ اگر تم میں ایمان ہو تو یہی کرو۔

ثابت ہوا کہ اختلاف کے وقت اولی الامر کے قول کو قول فیصل جان کر اس کی طرف اپنے تنازع کو لوٹانے والا دراصل خدا پر اور قیامت پر ایمان رکھنے والا نہیں، کیونکہ حکم شرط کے ساتھ معلق ہے تو اس کی نفی اس کی نفی ہو جائے گی۔ یعنی تنازع کو قرآن و حدیث کی طرف نہ لوٹانا نری بے ایمانی ہوگی، پس تقلید میں ایمان کے بھی لالے پڑ گئے، چہ جائے کہ اس کا وجوب اس آیت سے ثابت ہوتا، اس کا تو کوئی جواب ہی نہیں کہ ہم اپنے دل میں طے کر لیں کہ جو ہمارے خلاف کہے گا ہم ماننے کے ہی نہیں ورنہ یہ حقائق تو وہ ہیں جو آیت کے لفظوں میں موجود ہیں۔

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے = تمہیں بتاؤ کہ انداز گفتگو کیا ہے
ہاں صاحب سنئے! اگر یہ مان لیں کہ اولی الامر سے مراد چاروں امام ہی ہیں
اور پھر چاروں میں سے ایک ہی ہیں تو کیا آپ کا ایمان یہ کہتا ہے یا کہنے کی

اجازت دیتا ہے کہ اس آیت میں صحابہ کو حکم ہو رہا ہے کہ تم اے صحابو! اللہ کی مانو اور اللہ کے رسول کی اور امام ابوحنیفہ کی؟ اگر خود آپ کا دل اس کی شہادت نہیں دیتا تو پھر اپنی ضمیر کے خلاف دنیا میں کیوں یہ ڈھول پیٹو کہ اس آیت سے تقلید ثابت ہوتی ہے؟ ہاں ذرا اسے بھی سوچ لیجئے کہ اسے مان لینے کے بعد یہ بھی خرابی لازم آتی ہے کہ آیت کے اترنے سے کم از کم سو سال بعد دو سو سال بعد جو بزرگ پیدا ہونے والے ہیں آج ان کی تابعداری کا حکم اس وقت کے لوگوں کو دیا جاتا ہے جو کسی طرح اس حکم کی بجا آوری نہیں کر سکتے؟

برور ان! حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی مرتضیٰؓ، قطعاً اپنی اپنی خلافت کے زمانے میں دونوں معنی کے لحاظ سے اولی الامر تھے لیکن باوجود اس کے نہ تو کسی ایک صحابی نے ان کی تقلید کی نہ کوئی ان کی طرف منسوب ہوا بلکہ ان کے اقوال کی خلاف ورزی کی جبکہ وہ فرمان خدا و فرمان رسول ﷺ کے خلاف نظر آئے، مرتدوں کی قیدی عورتوں کو حضرت ابو بکرؓ نے لونڈیاں بنالیں لیکن حضرت عمرؓ نے اس کا خلاف کیا اور انہیں آزاد کر دیا (۱) لڑکر فتح کی ہوئی زمین حضرت ابو بکرؓ نے تقسیم کی لیکن حضرت عمرؓ نے نہیں کی (۲) انعام کی برابر حضرت ابو بکرؓ کے نزدیک تھی، لیکن حضرت عمرؓ نے زیادتی کی (۳) حضرت ابو بکرؓ نے اپنے بعد خلیفہ نامزد کیا لیکن حضرت عمرؓ نے نہیں کیا (۴) اور بھی بہت سے واقعات ہیں اور بہت سی مثالیں ہیں جن کو میں اسی کتاب میں واقعات سے ثابت کر چکا ہوں۔ حق یہی ہے کہ مسلمان ہو کر خدا کے سوا، رسول کے سوا دوسرے کو واجب الاتباع اور مطاع مستقل سمجھنا مسلمانی کے صحیح معنی سے ناواقف ہونا ہے۔

(۱) اعلام الموقعین ج ۱ ص: ۲۳۳

(۲) ایضاً

(۳) ایضاً

(۴) صحیح مسلم ج ۲ ۱۰۲۰ باب الاستخلاف وترکہ

بندۂ عشق شدی ترک نب کن جامی = کدریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست
اس لئے قرآن نے اس آیت کو ختم کرتے ہوئے فرمادیا ﴿ذَٰلِكَ
خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (۱) یہی بات یعنی اختلافات کا فیصلہ قرآن و حدیث
سے لینا اور کرانا ہر طرح بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت اچھا ہے اسی
لئے اس کے بعد ہی اَلَمْ تَرَ فَمَا كَرَّمُوا آتِیُوں میں آخر رکوع تک (۲) جو ارشاد
فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو اپنے تمہیں مسلمان سمجھیں لیکن جب وہ
اختلافات کے فیصلے خدا رسول کے سوا دوسروں سے چاہیں تو وہ گمراہ اور متبع شیطان
ہیں، یہ منافقوں کا وطیرہ ہے کہ فرمان رسول سے انک جائیں اور ہٹ جائیں،
ایسے کثرت پر جب یہ مصیبت میں پھنس جائیں تو قسمیں کھا کھا کر اپنا دین
و اعزاز جتانے بیٹھتے ہیں، تو اے نبی ﷺ ان سے بے پرواہ رہ، لوگو وہ وجود جو
اس قابل ہوتے ہیں کہ ان کی تابعداری اور حکم برداری، اطاعت اور اتباع کی
جائے وہ صرف خدا کے رسول ہی ہوتے ہیں، ظالموں کو استغفار کرنی چاہئے
میرے ہاں تو وہ مومن ہی نہیں جو اپنے تمام اختلافات کا فیصلہ میرے نبی ہی سے
نہ چاہے ہمارے کل احکام کو گو بہ ظاہر وہ سخت معلوم ہوتے ہوں بجالانا چاہئے
تا کہ اجر عظیم اور صراط مستقیم حاصل ہو سکے، اللہ رسول کی اطاعت کرنے والے ہی
قیامت کے دن نبیوں صدیقوں شہیدوں اور صالحوں کے ساتھ جنت میں ہونگے
مسلمانو! کیا ان آیات کو سن لینے کے بعد بھی یہی کہو گے کہ اماموں کی تقلید
واجب و فرض ہے؟ اور اختلافی مسائل میں فلاں امام ہی کے قول کو قول فیصل مان
کر ماننا چاہئے؟ بلکہ اس قول کی دلیل بھی تلاش نہ کرنی چاہئے؟ صرف تقلید امان
لینا چاہئے؟ سوچو اور خوب سوچو تو تعجب ہے کہ ایک مسلمان کا وطیرہ یہ ہو اور پھر وہ
اسی پر جمار ہے بلکہ سمجھانے والے کو الٹا برا بھلا کہے۔ اور اسے منکر امام بتائے۔ گو
ہم گالیوں سے نہیں چڑتے لیکن آپ اپنا بھلا سوچ لیں۔

بدم گفتی و خور سندم عفاک اللہ نگو گفتی

جواب تلخ می زبید لب لعل شکر خارا

بھائیو! مجھے تو تعجب معلوم ہوتا ہے کہ قرآنی آیت خدا کے کلام کو مسلمان
الٹ پلٹ کریں! اولی الامر سے مراد ائمہ اربعہ لینا اور اطاعت سے مراد تقلید
لینا اور پھر ائمہ اربعہ میں سے ایک کو چھانٹ لینا اور اس کی تقلید کو امت پر واجب
کہنا اور دلیل میں یہ آیت پڑھ دینا ایسا ہی ہے جیسا بعض شیعہ حضرات حضرت علی
کی خلاف کو ثابت کرنے کے لئے ”اَلَمْ ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ“
پڑھ دیا کرتے ہیں الکتاب سے مراد حضرت علی کہتے ہیں اور مطلب بیان کرتے
ہیں کہ حضور کے بعد ہی آپ کے خلیفہ حضرت علی ہیں اس میں کوئی شک نہ
کرنا چاہئے بھلا کہاں حضرت علی، کہاں خلافت اور کہاں بلا فصل خلیفہ اور کہاں یہ
آیت؟ اسی طرح کہاں تقلید، کہاں امام ابو حنیفہ اور کہاں تقلید شخصی اور کہاں یہ آیت

اتنی شیخی نہ کرو پڑھ کے ہدایہ صاحب

ابھی جا کر کے کہیں کیجئے گردان حدیث

لفظ اولی الامر جمع ہے اور تقلید شخصی مفرد ہے اس لئے بھی دعوے اور دلیل میں
مطابقت نہیں۔ آیت کا دراصل صحیح اور ٹھیک مطلب یہ ہے کہ خدا رسول کی
تو مستقل اطاعت ہے ہی، اولی الامر یعنی حکومت والوں کی اطاعت امور دنیا
میں اس شرط کے ساتھ ہے کہ خدا رسول کے خلاف نہ کہیں اور علماء کی اس شرط کے
ساتھ ہے کہ وہ خدا رسول کی باتیں وہ ہمیں پہنچائیں، تو اس میں چاروں اماموں
کی کوئی خصوصیت نہیں۔ صحابہؓ سے لے کر آج تک جو علماء کرام خدا رسول کی
باتیں لوگوں کو پہنچائیں ہر شخص پر ان باتوں کا ماننا ضروری ہے کیونکہ وہ ان کی اپنی
باتیں نہیں وہ صرف ناقل اور مبلغ ہیں باتیں دراصل اللہ رسول کی ہیں، جن کی
اتباع بالاستقلال ہمارے ذمہ فرض ہے، ہاں مسائل شرعی میں جب اختلاف

واقع ہو مثلاً ایک کہتا ہے رفع الیدین کرو دوسرا کہتا ہے نہ کرو، وغیرہ تو اب ائمہ چھوڑ کسی امتی کے کلام کی طرف اس اختلاف کا فیصلہ لے جانے والا قرآن کے الفاظ سے ایمان سے خالی ہے جیسے کہ اسی آیت میں آپ نے ابھی پڑھا ہے پس امور شرعی میں کسی کی تقلید حرام ٹھہری، اور یہی ائمہ کا ارشاد ہے یہی امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے۔

کچھ مجھ سے سیکھو روش گفتگوئے شوخ

پھر دستان بنو گے ابھی تو بے زباں سے ہو

برادران! یہ تو مسلم ہے کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ پر اتری آپ اس وقت زندہ موجود تھے اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا اس وقت کے موجود مسلمانوں کو یہ حکم ہو رہا ہے کہ تم رسول کی بھی مانو اور چاروں اماموں میں سے ایک کی بھی مانو؟ حالانکہ وہ چاروں ہیں ہی نہیں، تو کیا آپ اس کے قائل ہیں کہ زمانہ رسول میں بھی کوئی ایسا تھا کہ اس کے احکام رسول کے احکام کے برابر تھے؟ اور یہ بھی سن رکھئے کہ بالفرض ایسا ہی تھا تو جب اس کے احکام اور رسول کے احکام میں مخالفت ہو اس وقت کیا کیا جاتا ہوگا؟

آیا رسول کے احکام چھوڑ کر اس غیر رسول کے احکام مانے جاتے ہو گئے یا اس غیر رسول کے احکام چھوڑ، احکام رسول پر عمل کیا جاتا ہوگا؟ اگر شق اول ہے تو ایمان کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اڑنے لگیں اور شق ثانی ہے تو ہم نے بھرپایا، اور تقلید کا بھر کس نکل گیا اور یہی مطلوب تھا۔ فلله الحمد

من ازاں حسن روز افزوں کہ یوسف داشت دانستم

کہ عشق از پردہ غفلت بروں آرد زلیخا را

ہاں یہاں ایک نکتہ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ ہر اختلافی مسئلہ کے لوٹانے کا حکم قرآن حدیث کی طرف ہے۔ اگر امت کے تمام اختلافات کا فیصلہ قرآن

حدیث میں نہ ہو تو اس حکم کا پورا فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا، تو معلوم ہوا کہ اس امت کو قیامت تک جن مسائل کی ضرورت پڑے گی وہ سب قرآن حدیث میں موجود ہیں ورنہ ناممکن تھا کہ ہر تنازع کے لوٹانے کا حکم ہو اور جہاں سے فیصلہ لینے جاتے ہیں وہاں کوئی فیصلہ موجود ہی نہ ہو، یہ چیز بھی رد تقلید کے لئے کھلی دلیل ہے۔ جب ان دونوں میں ہمارے تمام تر اختلافات کے فیصلے موجود ہیں پھر ہمیں دوسروں کے قیاسات اور رایوں کی کیا ضرورت پڑی ہے جو ہم ان کی تقلید کے پٹے اپنے گلوں میں ڈالیں اور ان کے رائے قیاس کو دین و ایمان سمجھ کر ان پر جم جائیں، اور خدا کے ایک دین کو چار میں تقسیم کر لیں، اس امام کا قول لے کر اس امام کے قول لینے والے سے جھگڑیں ایک دوسرے کو آنکھیں دکھاتے رہیں اور آپس میں اختلاف کی گرم بازاری کر کے ایمان کو ٹھنڈا کر لیں اور آغاز و انجام بگاڑ لیں۔

میاں تقلید شخصی کو نہیں جب تک اٹھاؤ گے

کہاں سب سنتیں ایک ہی مذہب میں پاؤ گے

کسی مذہب کی سنت سے اگر انکار لاؤ گے

تو محشر میں رسول اللہ کو کیا منہ دکھاؤ گے

قرآن فرماتا ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا لَّسَتْ مِنْهُمْ﴾ (فتحی شعیء) (۱) یعنی جن لوگوں نے دین میں تفرقہ ڈالا اور گروہ بندی کر لی اسے نبی آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”ما بعث الله من نبی الا كان حقاً علیہ ان یدل امتہ علی خیر ما یعلمہ لہم

وینہاہم عن شر ما یعلمہ لہم“ (اعلام ج ۱ ص: ۸۹)

یعنی ہر ہر نبی پر ضروری اور فرض رہا کہ وہ امت کو ہر وہ بھلی بات بتلا دے جو اسے معلوم ہو اور ہر اس بری بات کا بھی انہیں علم کرادے جو اسے معلوم ہو تمام بھلائیوں کا حکم کر دے اور تمام برائیوں سے روک دے، پس جبکہ آخری رسول

ﷺ نے تمام اچھی باتوں کا حکم دیدیا اور تمام بری باتوں سے روک دیا، پھر کسی کو کیا منصب کہ وہ بھی حکم منع کر سکے؟ اور امتیوں کو کیا ضرورت کہ اس کے حکم منع کو مانے یا ٹٹولے؟ اس آیت اور اس جیسی اور آیتوں، اس حدیث اور اس جیسی اور حدیثوں سے قطع نظر کر کے مسلمانوں نے جب سے رائے قیاس شروع کیا اور اسے بھی داخل دین کر لیا تب سے انھوں نے قرآن و حدیث کے مضبوط و بلند قلعے سہار کرنے اور اس کے لہلہاتے ہوئے چمن اجاڑ کرنے شروع کر دیئے، اس پادشاہت کے احکام معزول ہو گئے اس ولایت کا نام ڈوب گیا، نام اس کا اور حکم اس کا خطبہ اس کا اور لشکر اس کا، تبرک کے لئے وہ اور عمل کے لئے یہ، قسمیں کھانے کو وہ اور فتوے دینے کو یہ، کلمہ اس کا لیکن نسبت اس کی طرف، سیکڑوں حدیثیں ہیں جو اس تقلید کی بدولت ناقابل عمل ٹھہرالی گئیں، آج یہ حالت ہو گئی کہ ایک مسلمان کو آیت سنائیں، حدیثیں بتائیں تو اس کی تشفی نہیں ہوتی، ہاں کسی امام کا قول دکھائیں تو اس کی دل جمعی ہو جاتی ہے، بخاری مسلم وہ نہیں سمجھ سکتا لیکن ہدایہ شرح وقایہ اس کی گھٹی میں اتر جاتی ہیں، قرآن کی آیت پر وہ عمل نہیں کر سکتا لیکن قول فقہ پر اسے عمل کرنا ضروری ہے۔

مسلمانو! دل دکھتا ہے آنکھیں روتی ہیں، کلیجہ کڑھتا ہے، رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، سرچکرانے لگتا ہے پتہ پانی ہو جاتا ہے جب ہم کسی سے سنتے ہیں کہ ہاں حدیث میں تو یہ ہے لیکن میرے امام کا مذہب یہ ہے۔

کیسی امت ہے کہ ارشاد نبی سن کے کہے

میں تو خفی ہوں نہ مانوں گا یہ فرمان حدیث

حضرت امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابو حنیفہ سے فرماتے ہیں

اللہ سے ڈرو اور اپنی رائے سے دین میں قیاس نہ کرو، پہلا وہ شخص جس نے قیاس کیا ابلیس تھا، اللہ نے اسے حکم دیا کہ حضرت آدم کو سجدہ کرے اس نے کہا میں اس سے افضل ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے، اچھا

ابو حنیفہ یہ تو بتاؤ کہ وہ کون سا کلمہ ہے؟ جس کا اول شرک ہے اور آخر ایمان ہے؟ امام صاحب نے جواب دیا میں نہیں جانتا؟ فرمایا وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے اگر لا الہ کہہ کر رک گیا تو مشرک ہو گیا، ساتھ ہی الا اللہ بھی کہہ لیا تو ایمان دار بن گیا، تم پر افسوس ہے، اچھا یہ تو بتلاؤ کہ کسی کو مار ڈالنے کا گناہ بڑا ہے؟ یا زنا کا گناہ بڑا ہے؟ جواب دیا کہ مار ڈالنا بہت بڑا گناہ ہے، تو امام جعفر صادق نے فرمایا دیکھو مار ڈالنے میں دو گواہوں کی گواہی شرعاً کافی ہے، لیکن زنا کے گواہ جب تک چار نہ ہوں اس جرم کا ثبوت شرعاً ثابت نہیں ہوتا پھر تمہیں قیاس کرنے کا حق کیسے ہو گیا؟ اچھا بتلاؤ تو روزہ بڑا یا نماز؟ جواب دیا نماز! فرمایا پھر کیا وجہ ہے؟ کہ حائض عورت کو روزوں کی قضا کا حکم ہے اور نمازوں کی قضا اس پر نہیں؟ بندہ خدا خدا سے ڈر جاؤ، اور قیاس کرنا چھوڑو، ہمیں بھی خدا کے سامنے کھڑا ہونا ہے اور تمہیں بھی، ہم تو کہہ دیں گے کہ اللہ نے یوں فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا لیکن تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو یوں کہنا پڑے گا کہ ہم نے یہ قیاس کیا اور ہماری رائے یہ تھی، پھر اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ وہ کرے گا جو وہ چاہے۔

(اعلام المؤمنین ج ۱ ص: ۹۳)

بارگاہ ایزدی میں ہے وہی برتر عزیز

جس کے دل کو ہے حدیث ساقی کوثر عزیز

برادران! آیت مندرجہ بالا میں پہلا حکم خدا کی اطاعت کا ہے پھر رسول کی اطاعت کا، ان دونوں کی اطاعت اس وقت تک ہو نہیں سکتی جب تک آپ قرآن حدیث سے پوری واقفیت حاصل نہ کر لیں اور جب آپ ان دونوں سے پورے واقف ہو گئے ان کا علم سیکھ لیا پھر آپ کو تقلید کی ضرورت ہی کیا رہی؟ اولی الامر کی اطاعت اگر آپ ضروری ہی بتلاتے ہیں تو ہم چاروں اماموں سے بھماہے، تابعین سے، بزرگان دین سے، مجتہدین اور محدثین سے، تقلید کی ممانعت اسی اپنی کتاب میں نقل کر آئے ہیں، پس اولی الامر کی اطاعت بھی ہے کہ ان

کی تقلید کو چھوڑ دی جائے افسوس! امام کچھ کہیں آپ کچھ کریں اور پھر تقلید کا دعویٰ بھی ہو۔

سارن مشرق و سرت مغرباً عشتان بین مشرق و مغرب
حدیث میں ہے "ان کل محدثة ضلالة و کل
ضلالة فی النار" (۱) (دین میں) جو چیز نئی نکلے وہ بدعت ہے
اور ہر بدعت گمراہی ہے پس تقلید جو چوتھی یا چھٹی صدی کی ایجاد ہے قطعاً محدث
ہے اور قطعاً بدعت ہے اے ایک خدا والو! ایک نبی والو! ایک قرآن والو! ایک
قبلہ والو! ایک دین والو! یہ کیا مصیبت ہے کہ آج حنفی کہیں ہمارے امام کا قول یہ
ہے اور ہمارے مذہب میں یوں ہے اس کے خلاف شافعی کہیں ہمارے امام کا
قول یہ ہے اور ہمارا مذہب یہ ہے، اور یہی آواز حنبلیوں کی طرف سے اٹھے اور اسی
کی نقل مالکیوں کی طرف سے کی جائے۔

مسلمانو! اس افتراق کو مٹا دو، آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ اور سب مل کر خدا کی
رسی قرآن و حدیث کو مضبوطی سے تھام لو، تقلید شخصی تقيض ہے اتباع قرآن و حدیث کی،
اور جب قرآن حدیث کو آپ سب ثابت شدہ مانتے ہیں تو تقلید کو باطل ماننا
ضروری ہے، اگر تقلید فرض ہے تو اجتہاد حرام ہوگا حالانکہ استدلال و اجتہاد پر آپ
کے مذہب کا مدار ہے، پس تقلید کا بطلان لازمی امر ہے میں نے اس آیت کے
متعلق باوجود اختصار رسالہ کے کچھ زیادہ کہہ دیا اس لئے کہ اسی آیت کو آج کل
ثبوت تقلید کے موقع پر اولاً پیش کیا جاتا ہے اور اس لئے بھی کہ میں چاہتا ہوں کہ
ایک ہی مرتبہ اس رسالہ کو اس مسئلہ میں کامل کر دیا جائے۔

(۱) ترمذی بحوالہ اعلام ج ۲ ص: ۲۲۶ بروایت عرباض بن ساریہ - اعلام میں
الفاظ یہ ہیں "ایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثة ضلالة اور ترمذی کے موجودہ
نسخوں میں ایاکم ومحدثات الامور فانہا ضلالة ہے۔ ملاحظہ ہو ترمذی ج ۲
ص: ۹۶ باب الاخذ بالسنة واجتباب البدعة - اور اس روایت میں کل ضلالة فی
النار نہیں ہے بلکہ یہ گمراہی میں ہے۔ ملاحظہ ہو نسائی جلد ۱ ص: ۱۷۹ کتاب
سنة العیدین باب کیف الخطبة

بسیار اگر نظریہ رخت می کنم مرنج بسیار ہم گذشته کہ رویت نہ دیدہ ام
برادران! مسلمانوں میں اتفاق پیدا کرنے کے لئے، مسلمانوں میں سے ایک
بدعت کو ہٹانے کے لئے، مسلمانوں کا تعلق رسول خدا ﷺ سے صحیح معنی میں قائم
کرنے کے لئے میں نے بہت کچھ لکھا، پوری کوشش کی ہر طرح سے سمجھا دیا، تمام
اونچ نیچ دکھا دی، برائی بھلائی سامنے کر دی، خیر خواہانہ طور پر اصلاح کے ارادے
سے مبلغ کی حیثیت سے اپنے فرض سے ادا ہونے کے لئے، خدا سے ڈر کر، اپنا مرنا
سامنے رکھ کر، دیانت داری اور ایمانداری سے، آپ کو مسئلہ تقلید کی حقیقت
سمجھا دی، آپ کو اگر میری کوئی بات ناگوار خاطر گذری ہو تو سمجھ لیجئے کہ طبیب کے
نسخے میں کبھی چرمانہ اور اندرائن بھی ہوتا ہے لیکن ہوتا ہے وہ مرض کے نفع کے لئے
ہی، اگر کہیں کوئی بات کڑوی لگی ہو تو سمجھ لیجئے کہ زنگ چھڑانے کیلئے لوہے کو آگ
میں ڈال کر تپایا جاتا ہے۔

افشائے محبت کا جو تھا خوف تو ہر اشک

دامن میں چھپا تھا کوئی پلکوں میں نہاں تھا

بخدائے لایزال میرا مقصود یہی اور صرف یہی ہے کہ احکام شرع کا جاری
کرنے والا ہم سوائے خدا اور سوائے خدا کے رسول کے کسی اور کو نہ سمجھیں، میری
یہ کتاب میں ہی جانتا ہوں کہ کس پوری تحقیق اور جگر سوزی سے میں نے لکھی ہے
، نہ میں کسی سے داد کا خواہاں ہوں نہ تعریف کا چاہنے والا ہوں، نہ اعتراض مقصود
ہے نہ دل آزاری، صرف ایک مسئلہ کی حقیقت علمی اور شرعی طور پر ظاہر کرنی منظور
ہے اس امید پر کہ شاید کوئی بندہ خدا اس سے نصیحت حاصل کرے، اور حق کو قبول
کرے، ایک بھی اگر راہ راست پر آ گیا تو میں نے بھرپایا پس آپ نہ مجھے اماموں
سے بدعقیدہ سمجھیں نہ بزرگوں کی جناب میں گستاخ خیال کریں، نہیں نہیں میں
بزرگان دین کی عزت کرنا ایمان سمجھتا ہوں، چاروں اماموں کو اپنا بزرگ
جانتا ہوں، ان کے علم و فضل زہد و تقویٰ کا دل سے قائل ہوں، ہاں ایسا بزرگ بجز

ذات نبی کے مخلوق میں سے کسی کو نہیں جانتا کہ اس کی تمام باتیں شرعی احکام بھی جائیں، یہی آپ سے بھی عرض کرتا ہوں کہ بزرگوں کو مانو لیکن رسول خدا کا خادم انہیں جانو، شریعت کے وہ مبلغ ہیں، لیکن شارع نہیں، مجتہد مجتہد ہی ہیں نبی نہیں، امام امام ہی ہیں رسول نہیں، اجتہاد غلطی سے پاک نہیں، غلطی سے مبرا وحی ہے، میری اس حق گوئی کے باعث مجھ سے عداوت نہ باندھو، اپنے خیر خواہ کو اپنا دشمن نہ جانو، آگے آپ کی مرضی۔

عزیز و بارسنت کا لیا سر پر جو ہوسو ہو

کیا اب نوش جام ساقی کو تر جو ہوسو ہو

چلا اس راہ میں جاں آبرو دکھو کر جو ہوسو ہو

کروں منزل کو طے میں یا کہ جاؤں مرجو ہوسو ہو

آؤ میں ایک آخری بات کہہ کر پھر دعا مانگ کر اپنی اس کتاب کو ختم کر دوں مسلمان بھائیو! اے چاروں مذہب کے الگ الگ ماننے والو! اے ایک امام کی تقلید کو فرض و واجب جاننے والو! فرض کرو کہ آج چاروں ائمہ زندہ موجود ہیں اور رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بھی زندہ موجود ہیں، کہو اور ایمان سے کہو، کہو اور دیانت داری سے کہو کہ تم مسئلے مسائل کس سے پوچھو گے؟ کس کی باتیں مانو گے؟ کس کی اتباع اور اطاعت کرو گے؟ کیا یہ صحیح نہیں کہ آپ سب کا جواب ہوگا کہ احمد مجتبیٰ پیغمبر خدا شافع روز جزا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی، پس آؤ آج نہ پیغمبر ہیں نہ امام ہیں ان کی بھی کتابیں اور ان کی بھی کتابیں، پس ہم حدیث کی کتابوں کو مانیں اور فقہ کی کتابوں کو چھوڑیں، فرمان رسول کو لے لیں اور اقوال ائمہ کو چھوڑ دیں، اتباع نبوی کر لیں اور تقلید شخصی ترک کر دیں، طریق محمدی پر چل پڑیں، اور محمدی بن کر محمد ﷺ کے قدموں میں جنت الفردوس میں اپنی جگہ بنالیں

چاروں طرف ہے دھوم کہ دیکھا ہلال عید

خوش ہیں کہ ہونے والا ہے کل کو وصال عید

اللہ اپنے اس ضعیف غلام کی آواز اپنے بندوں کے کانوں تک پہنچا دے! اللہ ہمیں نیک سمجھ دے! اور اپنے نبی کے عشق کی لگن لگا دے! خدا یا میری آواز میں اثر دے! ہم سب کو حق پر چلا! نبی کی راہ لگا! ہماری خطاؤں سے درگزر فرما! ہمیں باطل کی دلدل میں نہ پھنسا! ہمیں گلشن و گلزار قرآن و حدیث کی معنبر و معطر ہوا میں کھلا! دنیا میں اپنے نبی کی طرف منسوب رکھ! اور آخرت میں آپ ہی کے جھنڈے تلے جمع کر! آپ کی شفاعت نصیب فرما! آپ کے ہاتھوں جام کو تر پلا! اور آپ کے پیچھے پیچھے جنت میں لے جا! اور آپ کے قدموں میں جگہ عنایت فرما! آمین! آمین! اللہ الحق آمین!

یارب مروں میں سنت خیر الوری کے ساتھ

محشر میں بھی کھڑا ہوں شفیع الوری کے ساتھ

والسلام۔ محمد (جو ناگڈھی) مدرس مدرسہ محمدیہ۔ مدیر اخبار محمدی اجیری دروازہ دہلی

والحمد لله رب العالمین والصلوة علی سید المرسلین

مراجع ومصادر

نام کتاب	مطبع / مکتبہ
قرآن مجید	
مؤطا امام مالک	مکتبہ تھانوی دیوبند
شفاء قاضی عیاض	فاروقی کتب خانہ ملتان
جامع ترمذی	مکتبہ اشرفیہ دیوبند
صحیح بخاری	مکتبہ اشرفیہ دیوبند
صحیح مسلم	مکتبہ اشرفیہ دیوبند
مسند احمد	مطبعة المیمنة مصر
کنز العمال	دائرة المعارف حیدرآباد
مستدرک حاکم	دارالکتاب العربی بیروت
شعب الایمان	دار ابن کثیر بیروت
ضعیف الجامع الصغیر للالبانی	المکتب الاسلامی
تفسیر مظہری	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان
حجة الله الباقه	مکتبہ اشرفیہ دیوبند
سنن ابو داؤد	مکتبہ اشرفیہ دیوبند
شرف اصحاب الحدیث	محبوب المطابع دہلی
المدخل للبیہقی	المکتب الاسلامی بیروت
سنن ابن ماجہ	دار احیاء العربیہ مصر
سلسلة الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ	المکتب الاسلامی بیروت

مشکوۃ المصابیح	مکتبہ اشرفیہ دیوبند
تحفة الاحوذی	مکتبہ الفہیم منو
اعلام الموقعین (عربی)	اشرف المطابع دہلی
تفسیر ابن کثیر (عربی)	بیروت
فتح الباری	مکتبہ اشرفیہ دیوبند
سنن دارمی	دارالکتاب العربی بیروت
عقد الجید	دارالفتح شارقہ
صحیح الجامع الصغیر للالبانی	المکتب الاسلامی
الردالمحتار المعروف بہ فتاوی شامی	مکتبہ زکریا دیوبند
بوستان سعدی	مکتبہ تھانوی دیوبند
عون المعبود	برائٹ پریس لاہور
ہدایہ	مکتبہ اشرفیہ دیوبند
نسائی	مکتبہ اشرفیہ دیوبند
مصنف عبدالرزاق	المجلس العلمی
فتاوی قاضی خان	منشی نول کشور لکھنؤ
حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح	مکتبہ اشرفیہ دیوبند
درمختار	مکتبہ زکریا دیوبند
اصول الشاشی	شاہد بک ڈپو دیوبند
مختصر تفسیر ابن کثیر	دارالقرآن بیروت
المیزان الکبری للشعرانی	اکمل المطابع دہلی
جامع العلم	الحلیہ لابی نعیم

محلې بالآثار	دار الكتب العلمية بيروت
السنن الكبرى للبيهقي	دار المعرفة بيروت
قدورى	مكتبة امداد اديہ ديوبند
نور الانوار	مكتبة تھانوى ديوبند
مسلم الثبوت	مطبع مجيدى كانبور
مجمع الزوائد للهيثمى	دار الكتاب العربى بيروت
منية المصلى	مطبع مجيد كانبور
شرح وقايہ	مكتبة اشرفيه ديوبند
زاد المعاد	موسسة الرساله بيروت
صحيح سنن الترمذى للالبانى	المكتب التربية العربية
الفوائد البهية	كوہ نور پريس دہلى
مراقى الفلاح	مكتبة تھانوى ديوبند
فتاوى عالمگيرى	مكتبة زكريا ديوبند
بدائع الصنائع للكاسانى	مكتبة زكريا ديوبند
البحر الرائق	مكتبة زكريا ديوبند
دار قطنى	دار المحاسن بيروت
مسند ابو داؤد للطيالسى	دائرة المعارف حيدرآباد
الفتح الربانى لترتيب مسند احمد	دار احياء التراث العربى
ارواء الغليل	المكتب الاسلامى
ابن خزيمة شركة الطابعة العربية	شركة الطابعة العربية الرياض
مسند حميدى	على پريس ماليگاؤں

توضيح مع تلويح	نول كشور لكهنؤ
موطا امام محمد	مكتبة تھانوى ديوبند
شرح معانى الآثار للطحاوى	ياسر نديم كمپنى ديوبند
مجموعه فتاوى عبدالحى لكهنؤى	مطبع يوسفى لكهنؤ
اشرف الهداية	مكتبة تھانوى ديوبند
الغنية تطالبى طريق الحق	مكتبة اشاعت اسلام دہلى
الملل والنحل	دار المعرفة بيروت
منتخب كنز العمال	مطبعة ميمنة مصر
امداد الفتاوى	مكتبة دار العلوم كراچى
تاريخ الخلفاء	مطبع مجتبائى دہلى
بلوغ المرام	كتب خانہ رشيدية دہلى
قيام الليل للمروزى	رفاه عام لاہور
تفسير نسفى	اصح المطابع بمبئى
معالم التنزيل للبغوى	اصح المطابع بمبئى
تفسير كشاف	دار المعرفة بيروت
فتح القدير	دار الفكر بيروت
تفسير القرآن العظيم	العرفان كويت
الجامع الاحكام القرآن	دار الكتاب العربى
ايسر التفاسير	مكتبة للدعاية والاعلان
ابن حبان	
تفسير ابن كثير (اردو)	

	تليس ابليس
	ميزان الاعتدال
	تقريب التهذيب
	كتاب الكنى والاسماء للشيخ ابن بشر
	طبقات ابن سعد
	تاريخ طبري
	اصول الكرخي
	تنوير الابصار
	حاشية الطحاوي على الدر المختار
	عمدة الرعاية
	ابن الجارود
	ابوعوانه
	مجمع الانهر
	اشرف الهداية
	فتاوى بزازيه
	بلوغ الاماني
	تيسير شرح تحرير
	العقد الفريد لبيان الراجح من جواز
	الفوز الكبير
	تاويل مختلف الحديث
	الفقيه والمتفقه

	الباطيل للمجورقاني
	قواعد الحديث
	حاشية الطحاوي على الدر المختار
	قرطبي
	الانصاف في بيان سبب الاختلاف
	فتاوى سراجيه
	الكامل لابن عدي
	تاريخ بغداد
	اصول الدين
	تاريخ اهل حديث
	شرح السنة
	شذرات الذهب
	قواعد الحديث
	شرح مسلم للنووي
	الاعتصام للشاطبي
	طبراني
	كتاب الزهد للبيهقي
	مسند ابو يعلى
	تفسير ابن كثير (اردو)

درایت محمدی

تالیف: مولانا محمد صاحب جو ناگڈھی رحمہ اللہ

حنفی مذہب کی اعلیٰ کتاب ہدایہ کی پوری طرح چھان بین کی گئی ہے اور یہ دکھایا گیا ہے کہ ہدایہ میں امام ابوحنیفہ، امام محمد، امام یوسف، امام شافعی، امام مالک وغیرہ کے مذاہب بیان کرنے میں تاریخی واقعات نقل کرنے میں موقوف اور مرفوع حدیث کی تمیز میں، اور راویوں کے ناموں میں مصنف ہدایہ نے فاش غلطیاں کی ہیں، ہدایہ میں بہت سی ایسی حدیثیں ہیں جو بالکل لاپتہ اور بے اصل ہیں بہت سی صحیح حدیثوں سے انکار اور حدیثوں میں حذف و اضافہ بھی ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ کتب فقہ کے تمام مسائل امام ابوحنیفہ کے نہیں، ہدایہ میں خود امام صاحب کے اقوال میں حلال و حرام کا اختلاف موجود ہے اس کے علاوہ ہدایہ کے ایک سو خلاف عقل و نقل مسائل اور امام صاحب اور ان کے شاگردوں کے ایک سو اختلافی مسائل قرآن و حدیث کے مسائل میں قیاس کے ذریعہ رد و بدل کے نمونے بھی آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

امام محمدی

یعنی امام ابوحنیفہ تاریخ بغداد کے آئینے میں

چوتھی صدی کے ایک بزرگ محدث علامہ خطیب کی مشہور و مشہور و معروف کتاب تاریخ خطیب بغدادی کے ایک جز کا اردو ترجمہ، امام ابوحنیفہ کے مناقب و مثالب کے دونوں پہلو۔ آپ کی عکسندی زیر کی دانائی اور زہد و تقویٰ کا بیان، حدیث رسول کے بارے میں آپ کی رائے، اپنے فتوے کے خلاف حدیث سن کر بھی آپ کا اسے بے پرواہی سے ٹالنا اور اپنے فتوے پر جھڑپنا۔ سند حدیث میں آپ کی لاابالی، آپ کا اپنے قیاسی مسائل کی نسبت سراسر باطل ہونے کا احتمال ظاہر کرنا، امام ابو یوسف کو اپنے اقوال کے لکھنے سے روکنا اور اس کے علاوہ موافقین و مخالفین کے بے لاگ تبصرے اور تنقید افراط و تفریط نہ جاننے کا جذبہ رکھنے والوں کے لئے ایک نادر تحفہ، اصل عربی کتاب کا بیروت کے جدید طبع شدہ نسخہ سے مقابلہ و مرابحہ۔

شمع محمدی

احادیث رسول اور فقہ حنفی ایک تقابلی جائزہ

یہ وہ کتاب ہے جس میں احادیث رسول اور فقہ حنفی کا تقابلی پیش کیا گیا ہے، کہا جاتا ہے کہ حنفی مذہب حدیث کے خلاف نہیں، موجودہ کتب فقہ میں وہی ہے جو حدیث میں ہے، اس دعوے کو غلط ثابت کرنے کے لئے اس کتاب میں ڈیڑھ سو سے زائد حدیثیں جمع کی ہیں جن میں سے ایک کو بھی حنفی مذہب نہیں مانتا، ان حدیثوں کے یکسر اور صریح خلاف فقہ حنفی کے مسائل ہیں، ہر حدیث اس کتاب میں مع عربی عبارت ترجمہ و حوالہ منقول ہے اس کے بالتقابل جو مسئلہ فقہ کا ہے وہ بھی اسی طرح مع عربی عبارت و ترجمہ و حوالہ ہے تاکہ حق و باطل میں صاف تمیز ہو جائے۔

مصنف نے کتاب کے شروع میں ایک مقدمہ اور آخر میں ایک خاتمہ بھی لکھا ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ فقہ اور چیز ہے حدیث اور چیز ہے، تقلید شخصی اور چیز ہے اتباع سنت اور چیز ہے، جماعت الگ ہے، اور حنفی گروہ الگ ہے۔

نکاح محمدی

ایک مجلس کی تین طلاقیوں کا شرعی حکم

جس میں ایک ساتھ ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیوں کے ایک ہونے، اور خوراکی پوشاک وغیرہ نہ دینے کی صورت میں عورت کے علاحدہ ہو جانے اور گم شدہ خاوند کی عورت کے اور کسی سے نکاح کر لینے وغیرہ کے مسائل کو قرآن و حدیث وغیرہ کے سینکڑوں دلائل سے ثابت کیا ہے اور ان کے خلاف جو دلیل دی جاتی ہیں ان کے سینکڑوں جواب دیئے ہیں۔

آزادی کے بعد پہلی بار یہ کتاب جدید کتابوں کے حوالے، مفید حواشی، نفیس طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ یہ منظر عام پر آگئی ہے۔

فضائل محمدی

حضرت امام خطیب بغدادی کی کتاب شرف اصحاب الحدیث جو چوتھی صدی کی تصنیف ہے، اس میں بدعتوں اور بدعتیوں کی مذمت، رائے قیاس اور کلام کی مذمت اہل حدیث کی فضیلت قرآن سے حدیث سے اقوال صحابہ سے تابعین محدثین اور مجتہدین سے حدیث کے حفظ کرنے کی فضیلت، اہل حدیث کا ناجی فرقہ ہونا، اہل حدیث کا حق پر ہونا، اہل حدیث کا قرآن میں ذکر اور تعریف، علم حدیث کی فضیلت تمام عبادتوں پر، اہل حدیث کی برائی میں جو اقوال پیش کئے جاتے ہیں ان کا معقول جواب اس میں ثبوت ہے کہ صحابہ، تابعین، ائمہ دین سب اپنے تئیں اہل حدیث ہی کہتے تھے

آزادی کے بعد پہلی بار یہ کتاب جدید کتابوں کے حوالے، مفید حواشی، نفیس طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ یہ منظر عام پر آگئی ہے۔

ارشاد محمدی

جس میں دیوبندی جماعت کے پیشوا مولانا اشرف علی تھانویؒ کے رسالہ ”الاقتصاد“ کا بھرپور جواب دیا گیا ہے، مولانا محمد صاحب جو ناگدھی نے تھانوی صاحب کے تقلیدی دلائل کے ایک سو جواب دیئے ہیں تقلید کے موضوع پر نادر و نایاب بحثیں آگئی ہیں ساتھ متنازعہ فیہ کتاب ”بہشتی زیور“ کے حیا سوز اور خلاف شریعت مسائل کا بھرپور جائزہ لیا گیا ہے یہ کتاب ایک ایسا آئینہ ہے جس میں حنفیہ مقلدین کا چہرہ دیکھا جاسکتا ہے۔

آزادی کے بعد پہلی بار یہ کتاب جدید کتابوں کے حوالے، مفید حواشی، نفیس طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ یہ منظر عام پر آگئی ہے۔

دلائل محمدی (اول)

جس میں سورہ فاتحہ پڑھنے، رفع الیدین کرنے، اور اونچی آواز سے آمین کہنے کے واضح دلائل احادیث سے، حنفی مذہب کی معتبر کتابوں سے اور اولیاء اللہ کے ملفوظات سے درج ہیں، اور حنفی مذہب کے معتبر علماء کا اہل حدیث کی حقانیت کا اور اہل حدیث کے ساتھ اور پیچھے نماز جائز ہونے کا فتویٰ اور اہل حدیث کو مسجدوں سے روکنے کی حرمت کا ثبوت موجود ہے

آزادی کے بعد پہلی بار یہ کتاب جدید کتابوں کے حوالے، مفید حواشی، نفیس طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ یہ منظر عام پر آگئی ہے۔

دلائل محمدی (دوم)

جس میں الحمد نہ پڑھنے کی دلیلوں کے ۱۶۲ جوابات ہیں، آمین بلند آواز سے نہ کہنے کی دلیلوں کے ۶۸ جوابات ہیں، رفع الیدین نہ کرنے کی دلیلوں کے ۸۹ جوابات ہیں، ناف تلے ہاتھ باندھنے کی روایت کے دس جوابات ہیں، اور ان چاروں مسائل کا نہایت ٹھوس اور زبردست ناقابل انکار اور لا جواب ثبوت قرآن و حدیث اور کتب فقہ سے قابل دید ہے۔

آزادی کے بعد پہلی بار یہ کتاب جدید کتابوں کے حوالے، مفید حواشی، نفیس طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ یہ منظر عام پر آگئی ہے۔

ایمان محمدی

حضرت امام بیہقیؒ کی چوتھی صدی کی مشہور کتاب شعب الایمان کے مختصر کا ترجمہ جس میں ایمان کی ۷۰ شاخوں کا تفصیل وار بیان ہے ہر شاخ کا بیان قرآن و حدیث، اقوال بزرگان وغیرہ سے بسط کے ساتھ کیا گیا ہے۔

مجدد ملت علامہ ابن قیم الجوزیہ کی مشہور زمانہ معرکہ الآراء کتاب

اعلام الموقعین

کامل اردو ترجمہ ۲ جلدوں میں (۱۲۵۰ صفحات)

خطیب الہند مولانا محمد صاحب محدث جو ناگدھی کے قلم سے اس کتاب میں نہایت سنجیدہ اور علمی و تحقیقی انداز میں تقلید و قیاس کی پیچیدہ اور گمراہ کن وادیوں کے مفاسد و خطرات سے بچانے کے لئے اسلام کی روشن شاہراہ کی طرف رہنمائی کی گئی ہے، یہاں آپ کو شریعت کا حقیقی چہرہ نظر آئے گا اور اس کے ارد گرد بزرگوں کی حسین داستانوں کے جو جالے تان دیئے گئے تھے اس کی تنقیح ملے گی۔

تقلید کے موضوع پر بیسیوں علمی اور اصولی بحثیں ہیں، فقہ و حدیث کے مراتب کی طرف نشان دہی کی گئی ہے، مروجہ مذاہب کے لچر پوچ دلائل اور ان کے مکرو حیلہ کی خوب خبر لی گئی ہے، اس کتاب میں شریعت کا وہ حقیقی چہرہ نظر آئے گا جو ہر طرح کی آمیزش و آلاش سے پاک تھا جس پر صحابہ کرام کا عمل تھا، اس کتاب میں درجنوں ایسے مباحث ہیں جن سے اکثر کتابیں خالی ہیں، مباحث، محکم دلائل اور شگفتہ انداز و اسلوب سے پر ہیں، جو حضرات مذہبی معلومات کا شوق رکھتے ہیں اور اصل عربی کتاب کا مطالعہ نہیں کر سکتے، ان کے لئے یہ کتاب ایک تحفہ ہے، چوں کہ اسلام کے اندرونی مذاہب و مشارب کی پیچیدگیوں سے عموماً مسلمان باخبر نہیں اس لئے بسا اوقات ان کا مذہبی شغف غلط راہوں میں ضائع ہو جاتا ہے اس کتاب کا مطالعہ ان پر واضح کر دے گا کہ حکمت و دانش کی حقیقی راہ کن لوگوں کی ہے؟ کتاب وسنت کی یا اصحاب جدل و خلاف کی، کتاب کے آخر میں نبی اکرم کے بارہ سو (1200) فتاوے بھی ہیں، غرض پوری کتاب معلومات کا خزانہ ہے۔

صحیح شدہ کمپیوٹر اڈیشن، اعلیٰ اور معیاری طباعت، عمدہ کاغذ، گولڈن جلدیں، پہلی فرصت میں رابطہ قائم کریں۔ کتابیں بذریعہ V.P ڈاک بھی روانہ کی جاتی ہیں۔

درود محمدی

جس میں مروجہ فاتحہ کی اور تیجے دسویں، بیسویں، چالیسویں، شسمائی برسی عرس، جمعرات، چاند رات، شب برات تبارک نذر و نیاز غیر اللہ وغیرہ غرض موت کے بعد کی کل رسموں کی تردید قرآن و حدیث، اجماع، قیاس، صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین مجتہدین چاروں اماموں اور چاروں مذہبوں سے سینکڑوں دلیلوں سے تفصیل وار کی گئی ہے، اور جتنی دلیلیں ان کاموں کے کرنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں ہر ہر دلیل کے کئی کئی لا جواب جواب دیئے ہیں، امید ہے کہ اس رسالے کو انصاف سے دیکھنے والے ان بدعتوں اور فضول خرچیوں سے ضرور بچ جائیں گے۔

آزادی کے بعد پہلی بار یہ کتاب جدید کتابوں کے حوالے، مفید حواشی، نفیس طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ یہ منظر عام پر آگئی ہے۔

مشکوٰۃ محمدی

حیدرآباد کے ایک بدعتی مولوی نے اہل حدیث کے خلاف ایک کتاب لکھی تھی وہ کتاب کیا تھی؟ گویا حدیث و قرآن کی دشمنی میں جتنی اردو کتابیں ہیں سب کا مجموعہ تھی الحمد للہ مولانا محمد صاحب جو ناگدھی نے اس کا وہ دندان شکن جواب لکھا جس سے قرآن و حدیث کی بابت جماعت اور چمک اٹھی، دنیا اجالے میں آگئی، تقلید کے ثبوت میں حنفی حضرات جتنی عقلی نقلی دلیلیں پیش کرتے ہیں سب کے جواب سواد اعظم والی حدیث سے جو حنفی دلیل لیتے ہیں انھیں اس کے ۲۳ جوابات، امام ابو حنیفہ کی کم علمی، حنفیوں کی حدیث سے دشمنی، جتنی تہمتیں اہل حدیث پر رکھی جاتی ہیں سب کا تفصیلی ازالہ، چاروں اماموں سے تقلید کی حرمت، ان ائمہ کا اہل حدیث ہونے کا ثبوت، لقب اہل حدیث کے قدیم ہونے کا ثبوت، حنفی مذہب کے فسادوں اور کہانیوں کی تردید اس میں درج ہیں

آزادی کے بعد پہلی بار یہ کتاب جدید کتابوں کے حوالے، مفید حواشی، نفیس طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ یہ منظر عام پر آگئی ہے۔



یہ کتاب!

مولانا محمد جونا گڑھی رحمۃ اللہ علیہ ممتاز علمائے اہل حدیث میں تھے، اپنے فکر و مسلک کی اشاعت اور اس راہ میں احناف اور دیگر مکاتب فقہ کے رد میں انھوں نے خاصی تحریریں سپرد قلم کیں، اب مئوکی اہل حدیث اکیڈمی ان کو از سر نو شائع کرنے میں مصروف ہے، زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں سنت پر عمل، حب نبوی ﷺ کی علامت و اہمیت، ترک تقلید اور خاص طور پر فقہائے حنفیہ کے رد کو موضوعِ بحث قرار دیا گیا ہے۔ مسلمانوں کی اختلافات کے مطالعے کا شوق رکھنے والوں کے لیے اس کتاب میں دلچسپی کا سامان ہے، مناظرانہ بحثوں کا اپنا ایک خاص رنگ ہوتا ہے جہاں جواب اور جواب الجواب کے امکانات کے درمیشہ وار ہتے ہیں اثنائے بحث شدت جذبات اور زور کلام میں زبان و دہن کے بگڑنے کا موقع بھی رہتا ہے لیکن اس کتاب کی یہ خوبی ہے کہ عموماً زبان شائستہ اور لہجہ درد مند ہے اور یہ بہت غنیمت ہے کہ کتاب کے لائق محشی نے احادیث اور روایات کی تخریج اور مراجعت محنت سے کی ہے۔

معارف، اعظم گڑھ، یوپی
مارچ ۲۰۰۷ء

اَھْلَ حَدِیثِ اَکْثَرُ مِیْنُ مَا تَھْتَجِبُنَّ